باسمہٖ تعالیٰ

اضافہ واصلاح شدہ دوسرا ایڈیشن

مشورہ واستخارہ

کے

فضائل واحکام

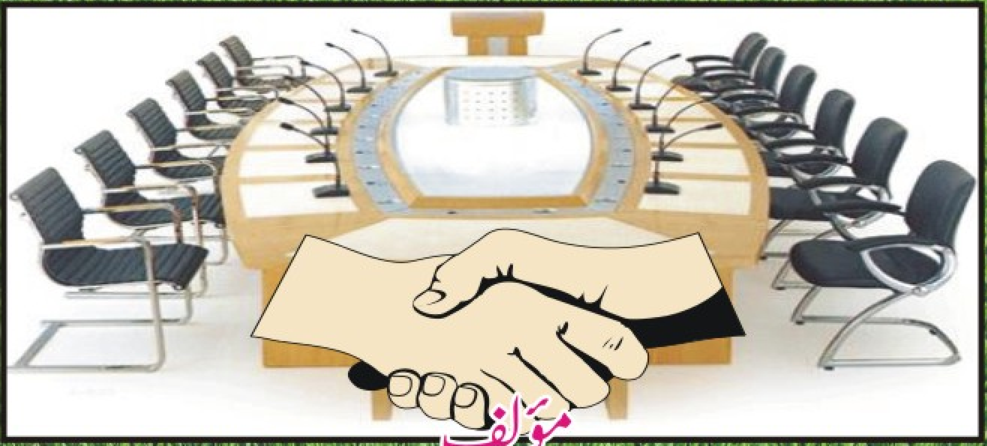

مؤلف

مفتی محمد رضوان

ادارہ غفران چاہ سلطان راولپنڈی پاکستان

باسمہٖ تعالیٰ

اضافہ واصلاح شدہ دوسرا ایڈیشن

مشورہ و استخارہ

کے

فضائل واحکام

مشورہ واستخارہ کی فضیلت واہمیت، مشورہ کرنے اور دینے والے
اور مشورہ کیے جانے والے کاموں کے اصول وآداب
اور مشورہ پر مرتب ہونے والے فوائد ومنافع۔
مسنون استخارہ کے فضائل وفوائد، استخارہ کا طریقہ، استخارہ کے مسائل
استخارہ کے نتیجہ اور ثمرہ کی تحقیق، غیر شرعی استخارے اور استخارہ کے متعلق
رائج منکرات وبدعات پر تفصیلی کلام
قرآن، حدیث، صحابۂ کرام، فقہائے عظام، محدثین اور علماء وحکماء کے
حوالہ جات کی روشنی میں مدلّل ومفصَّل ابحاث

مؤلف

مفتی محمد رضوان

اِدارہ غفران چاہ سلطان راولپنڈی پاکستان

www.idaraghufran.org

(جملہ حقوق بحق ادارہ غفران محفوظ ہیں)

نام کتاب: مشورہ واستخارہ کے فضائل واحکام

مصنّف: مفتی محمد رضوان

اشاعتِ اوّل: جمادی الاولیٰ ۱۴۲۸ھ، مئی 2007ء۔ اشاعتِ دوم: ربیع الثانی ۱۴۳۳ھ، مارچ 2012ء

صفحات: ۱۶۸

ملنے کے پتے

کتب خانہ ادارہ غفران: چاہ سلطان، گلی نمبر 17، راولپنڈی۔ فون: 051-5507270
ادارہ اسلامیات: ۱۹۰، انارکلی، لاہور۔ فون: 042-37353255
کتب خانہ رشیدیہ: مدینہ کلاتھ مارکیٹ، راجہ بازار، راولپنڈی۔ فون: 051-5771798
دارالاشاعت: اردو بازار، کراچی۔ فون: 021-32631861
مکتبہ سید احمد شہید: 10-الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور۔ فون: 042-37228196
مکتبہ اسلامیہ: گامی اڈہ، ایبٹ آباد۔ فون: 0992-340112
ادارہ اشاعت الخیر: شاہین مارکیٹ، بیرون بوہڑ گیٹ، ملتان۔ فون: 061-4514929
ادارۃ المعارف: دارالعلوم کراچی۔ فون: 021-35032020
مکتبہ سراجیہ: چوک سیٹلائیٹ ٹاؤن، سرگودھا۔ فون 048-3226559
مکتبہ سرحد: خیبر بازار، پشاور۔ فون: 091-2212535
ملت پبلیکیشرز بک شاپ: شاہ فیصل مسجد، اسلام آباد۔ فون: 051-2254111
ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ، چوک فوارہ، ملتان۔ فون: 061-4540513
مکتبہ العارفی: نزد جامعہ امدادیہ، ستیانہ روڈ، فیصل آباد۔ فون: 041-8715856
کتب خانہ شمسیہ، نزد اریگیشن مسجد، سریاب روڈ، کوئٹہ۔ فون: 0333-7827929
مکتبہ معارف القرآن، دارالعلوم کراچی۔ فون: 021-35123130
تاج کمپنی، لیاقت روڈ، گوالمنڈی، راولپنڈی۔ فون: 051-5774634
مکتبۃ القرآن: گورومندر، علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی۔ فون: 021-34856701
مکتبہ الفرقان، اردو بازار، گوجرانوالہ۔ فون: 055-4212716
مکتبۃ القرآن: رسول پلازہ، امین پورہ بازار، فیصل آباد۔ فون: 041-2601919
اسلامی کتب خانہ، پھولوں والی گلی، بلاک نمبر 1، سرگودھا۔ فون: 048-3712628
اسلامی کتاب گھر: خیابانِ سرسید، سیکٹر 2، عظیم مارکیٹ، راولپنڈی۔ فون: 051-4830451
مکتبہ قاسمیہ، الفضل مارکیٹ، 17، اردو بازار، لاہور۔ فون: 042-37232536
الخلیل پبلشنگ ہاؤس: اقبال روڈ، کمیٹی چوک، راولپنڈی۔ فون: 051-5553248
قرآن محل، اقبال مارکیٹ، کمیٹی چوک، راولپنڈی۔ فون: 0312-5123698 0321

Idara Ghufran

فہرست

شمار نمبر	مضامین	صفحہ نمبر
۱	تمہید (از مؤلف)	۵
۲	مشورہ واستخارہ کے فضائل واحکام	۶
۳	قابلِ غور کام سے پہلے مشورہ واستخارہ	//
۴	پہلے مشورہ یا استخارہ	۱۰
۵	مشورہ کے فضائل واحکام	۱۵
۶	مشورہ اور شوریٰ کے معنیٰ	//
۷	مشورہ کرنا سنت اور بعض حالات میں واجب عمل ہے	۱۷
۸	مشورہ کی اہمیت وفضیلت اور فوائد ومنافع	۱۹
۹	مشورہ کا مقصد اور فائدہ	۴۵
۱۰	مشورہ کس قسم کے کاموں میں کرنا چاہیے؟	۴۷
۱۱	مشورہ، کن لوگوں سے کرنا چاہئے اور کن سے نہیں؟	۵۴
۱۲	مشورہ کتنے افراد سے کیا جائے؟	۶۴
۱۳	مشورہ کا طریقہ	۶۵
۱۴	مشورہ لینے والے کے لئے چند ہدایات وآداب	۶۷
۱۵	مشورہ دینے والوں کے لئے چند ہدایات وآداب	۶۸
۱۶	مشورہ کے بعد فیصلہ کا طریقہ	۷۷

Idara Ghufran

۱۷	**استخارہ کے فضائل واحکام**	۸۶
۱۸	استخارہ کی مشہور حدیث	//
۱۹	حدیثِ استخارہ کی توضیح وتشریح	۹۰
۲۰	خلاصۂ کلام	۱۰۰
۲۱	استخارہ کے لغوی وشرعی معنیٰ	۱۰۱
۲۲	استخارہ کی مسنون دُعاء	۱۰۲
۲۳	مسنون استخارہ کی فضیلت واہمیت	۱۰۳
۲۴	استخارہ کس قسم کے کاموں میں کرنا چاہئے؟	۱۱۰
۲۵	استخارہ کے بعد کیا کریں؟	۱۱۷
۲۶	**استخارے سے متعلق چند مسائل**	۱۲۲
۲۷	**استخارے سے متعلق چند منکَرات وقابلِ اصلاح پہلو**	۱۳۵
۲۸	استخارہ کو غیب کی خبر معلوم کرنے کا ذریعہ سمجھنا	//
۲۹	کسی دوسرے سے استخارہ کرانا	۱۳۷
۳۰	استخارہ کے بعد سونے اور خواب میں کچھ نظر آنے کی حیثیت	۱۴۲
۳۱	استخارہ میں کسی طرف دل کے رُجحان کی حیثیت	۱۴۸
۳۲	**چند غیر مسنون اور غیر شرعی استخارے**	۱۶۰
۳۳	(۱)......قرآن مجید سے استخارہ نکالنا	۱۶۱
۳۴	(۲)......قرعہ اندازی کا استخارہ	۱۶۲
۳۵	(۳)......اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ کا استخارہ	۱۶۳
۳۶	(۴)......تسبیح کے دانوں پر استخارہ	۱۶۵
۳۷	(۵)......ٹیلی ویژن کا مروَّجہ استخارہ پروگرام	//

Idara Ghufran

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمہید (از مؤلف)

شریعتِ مطہرہ نے دنیا وآخرت کی فلاح وکامیابی کے لئے جن بے شمار چیزوں کی تعلیم دی ہے، ان میں ایک چیز مشورہ اور دوسری چیز استخارہ ہے، اور مشورہ واستخارہ دونوں ایسی چیزیں ہیں جن کا باہم بھی ایک دوسرے سے تعلق ہے، چنانچہ جن قابلِ غور کاموں کے لئے مشورہ کی ضرورت ہوتی ہے، عموماً ان کاموں کے لئے استخارہ کی بھی ضرورت ہوتی ہے، اور کامل سنت وافضلیت اور خیر کو حاصل کرنے کا طریقہ بھی یہی ہے کہ اس قسم کے معاملات میں مشورہ واستخارہ دونوں کام کئے جائیں، اور اس سلسلے میں شریعت کی طرف سے جو احکامات وہدایات مقرر ہیں، ان کی رعایت کی جائے لیکن آج ہمارے معاشرہ میں عام طور پر یہ دونوں عمل یا تو متروک ہو چکے ہیں یا اگر ان کا وجود بھی ہے تو اکثر وبیشتر ان کے متعلقہ احکامات وہدایات کا پوری طرح علم نہ ہونے کی وجہ سے نہ یہ کہ لوگ ان کی برکات وثمرات سے محروم رہتے ہیں، بلکہ لاعلمی وکم علمی کے باعث کئی منکرات ومفاسد میں بھی مبتلا ہوتے ہیں، اس لیے ضرورت تھی کہ موجودہ حالات کے تناظر میں مشورہ واستخارہ سے متعلق اسلامی تعلیمات وہدایات اور رائج منکرات کو کچھ تفصیل وتسہیل اور دلائل کے ساتھ جمع کیا جائے، جیسا کہ ہر دور میں علماء اس قسم کی خدمات انجام دیتے آئے ہیں، تاکہ اہلِ علم وغیر اہلِ علم دونوں طبقوں کے لئے استفادہ آسان ہو، بندہ نے اسی ضرورت کے پیشِ نظر ''مشورہ واستخارہ کے فضائل واحکام'' کے عنوان سے یہ مجموعہ ایک عرصہ پہلے ترتیب وتشکیل دیا تھا، اور اپنی بساط ومعلومات کی حد تک کوشش کی تھی کہ موضوع سے متعلق پہلوؤں کا احاطہ کیا جائے، اب اس کا نیا ایڈیشن نظرِ ثانی اور مزید مفید اضافات کے ساتھ شائع ہو رہا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس مجموعہ کو بندہ اور بندہ کے والدین، اساتذۂ کرام، مشائخِ عظام اور معاونین کے لئے اپنی رضا کے حصول اور نجات ومغفرت کا باعث اور لوگوں کی اصلاح وفلاحِ دارین کا ذریعہ بنائیں۔

آمین۔ فقط۔ محمد رضوان۔ ادارہ غفران، راولپنڈی۔ مورخہ ۵/ صفر ۱۴۳۳ھ۔ ۳۱/ دسمبر ۲۰۱۱ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مشورہ واستخارہ کے فضائل واحکام

قابلِ غور کام سے پہلے مشورہ واستخارہ

کوئی بھی ایسا اہم کام کرنے سے پہلے کہ جس کا شرعی حکم واضح اور متعین نہ ہو، شریعت نے دو چیزوں کی تعلیم دی ہے، ایک اہلِ عقل وفہم سے استشارہ (یعنی مشورہ کرنا) اور دوسرے اللہ تعالیٰ سے استخارہ کرنا۔

اس قسم کے قابلِ غور معاملات سے مشورہ اور استخارہ دونوں کا تعلق ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی سند سے یہ حدیث مروی ہے کہ:

مَا خَابَ مَنِ اسْتَخَارَ، وَلَا نَدِمَ مَنِ اسْتَشَارَ (المعجم الأوسط للطبرانی، رقم الحدیث ۶۶۲۷، دار الحرمین، القاھرۃ، المعجم الصغیر رقم الحدیث ۹۸۰)

ترجمہ: جس نے استخارہ کیا وہ ناکام نہ ہوگا اور جس نے مشورہ کیا اسے ندامت نہ ہوگی (طبرانی)

اگرچہ اس حدیث کی سند کو محدثین نے شدید ضعیف قرار دیا ہے۔ [1]

---

[1] وأما حديث أنس، فرواه الطبرانی فی (معجمه الصغیر) و (الأوسط) من رواية عبد القدوس بن حبيب عن الحسن عن أنس بن مالک، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: (ما خاب من استخار، ولا ندم من استشار، ولا عال من اقتصد)، وقال: لم يروه عن الحسن إلا عبد القدوس، تفرد به ولده عبد السلام. انتهى. وعبد القدوس أجمعوا على تركه، وكذبه الفلاس، وقال أبو حاتم: عبد السلام وأبوه ضعيفان(عمدة القاری، ج۷ص ۲۲۳، كتاب التهجد، باب ما جاء فی التطوع مثنى مثنى)

عن أنس بن مالک قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ما خاب به استخار ولاندم من استشار ولا عال من اقتصد.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

لیکن اس حدیث کا مضمون شریعت کے پیش کردہ قواعد کے مطابق ہے کہ استخارہ اللہ تعالیٰ سے خیر طلب کرنے اور شر سے پناہ حاصل کرنے کا نام ہے، اور اسی طرح مشورہ کے ذریعہ سے ندامت وشرمندگی سے حفاظت بھی واقعہ کے مطابق ہے (استشارہ واستخارہ بتغیر، صفحہ ۹) [1]

یہی وجہ ہے کہ بہت سے اہلِ علم حضرات نے مشورہ اور استخارہ دونوں کو ایک ساتھ جمع کرنے کا ذکر فرمایا ہے۔

چنانچہ علامہ ابنُ الحاج رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

وَلَايُسَافِرُ اِلَّا بَعۡدَ الۡاِسۡتِخَارَةِ وَالۡاِسۡتِشَارَةِ لِذَوِی الۡعُقُوۡلِ الۡغَزِیۡرَةِ الۡعَارِفِیۡنَ بِذَالِکَ الۡاَمۡرِ مِمَّنۡ جَمَعَ بَیۡنَ الۡعِلۡمِ وَالصَّلَاحِ وَالتَّجَارُبِ

(المدخل لابن الحاج، جلد۴ صفحہ ۳۶، فصل فی نیۃ التاجر الذی یتجر الخ، دار التراث، بیروت)

ترجمہ: اور سفر (وغیرہ) استخارہ اور مشورہ کے بعد کرے، اور مشورہ نہایت عقلمند، معاملہ فہم لوگوں سے کرے جن میں علم، نیکی اور تجربہ تینوں چیزیں جمع ہوں (مدخل)

مزید فرماتے ہیں کہ:

وَالۡجَمۡعُ بَیۡنَ الۡاِسۡتِخَارَةِ وَالۡاِسۡتِشَارَةِ مِنۡ کَمَالِ الۡاِمۡتِثَالِ لِلسُّنَّةِ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

رواہ الطبرانی فی الاوسط والصغیر من طریق عبد السلام بن عبد القدوس وکلاھما ضعیف جدا (مجمع الزوائد، ج۸ ص ۹۶، باب ما جاء فی المشاورۃ)

(طس) من حدیث الحسن (عن أنس) بن مالک قال الطبرانی :لم یروه عن الحسن إلا عبد القدوس بن حبیب تفرد به ولده قال ابن حجر فی التخریج :وعبد القدوس ضعیف جدا اھ .وقال فی الفتح :أخرجه الطبرانی فی الصغیر بسند واہ جدا هذه عبارته وقال الهیثمی :رواہ فی الأوسط والصغیر من طریق عبد السلام بن عبد القدوس وکلاهما ضعیف جدا(فیض القدیر للمناوی،تحت رقم الحدیث ۷۸۹۵)

[1] ومعناہ صحیح؛ لأن الاستخارۃ فیها خیر، سواء کان فی الإقدام أو الإحجام، وکذلک الاستشارۃ فیها خیر، وکذلک الاقتصاد فیه خیر، ولکن لیس کل کلام جمیل یکون حدیثاً(شرح سنن أبی داود۔لعبد المحسن العباد، ج۸، ص۳۰۷)

Idara Ghufran

فَيَنْبَغِى لِلْمُكَلَّفِ اَنْ لَايَقْتَصِرَ عَلٰى اِحْدَاهُمَا (المدخل لابن الحاج، ج۴ص ۴۰، صفة الاستخارة وفوائدها)

ترجمہ: اوراستخارہ اور مشورہ دونوں کو جمع کرنا کامل طریقہ پر سنت پر عمل کرنا ہے، پس ایک مسلمان عاقل بالغ کے لئے مناسب یہی ہے کہ وہ ان میں سے ایک چیز پر اکتفاء نہ کرے (بلکہ مشورہ اوراستخارہ دونوں پر عمل کرے) (مدخل)

اور ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ:

فَمَنْ تَرَكَ الْاِسْتِخَارَةَ وَالْاِسْتِشَارَةَ يَخَافُ عَلَيْهِ مِنَ التَّعَبِ فِيْمَا اَخَذَ بِسَبِيْلِهٖ لِدُخُوْلِهٖ فِى الْاَشْيَآءِ بِنَفْسِهٖ دُوْنَ الْاِمْتِثَالِ لِلسُّنَّةِ الْمُطَهَّرَةِ وَمَااَحْكَمَتْهُ فِىْ ذَالِكَ اِذْ اَنَّهَالَا تُسْتَعْمَلُ فِىْ شَىْءٍ اِلَّا عَمَّتْهُ الْبَرَكَاتُ وَلَاتُتْرَكُ مِنْ شَىْءٍ اِلَّا حَصَلَ فِيْهِ ضِدُّ ذَالِكَ (المدخل لابن الحاج، ج۴ص ۴۵، فضل المشاورة)

ترجمہ: پس جس نے استخارہ اور مشورہ کو چھوڑ دیا، اُس پر خوف ہے کہ وہ مشقت میں پڑ جائے کیونکہ اس نے اشیاء کے انتخاب میں خود سے ہی راستہ چُن لیا اور پاکیزہ سنت سے اوراس سلسلہ میں شریعت کے حکم سے مدد حاصل نہیں کی اور شریعت کے حکم وسنتِ مطہرہ کا جس چیز میں بھی استعمال کیا جاتا ہے اُس میں برکات شامل ہوجاتی ہیں اور جس چیز میں بھی اس کو چھوڑ دیا جاتا ہے اُس میں اس کے برعکس چیز (یعنی برکت سے محرومی) حاصل ہوتی ہے (مدخل)

حضرت ملاعلی قاری رحمہ اللہ نے بعض حکماء کا یہ قول نقل فرمایا ہے کہ:

مَنْ اُعْطِىَ اَرْبَعًا لَمْ يُمْنَعْ اَرْبَعًا مَنْ اُعْطِىَ الشُّكْرَ لَمْ يُمْنَعِ الْمَزِيْدَ وَمَنْ اُعْطِىَ التَّوْبَةَ لَمْ يُمْنَعِ الْقُبُوْلَ وَمَنْ اُعْطِىَ الْاِسْتِخَارَةَ لَمْ يُمْنَعِ الْخَيْرَ وَمَنْ اُعْطِىَ الْمَشُوْرَةَ لَمْ يُمْنَعِ الصَّوَابَ (شرح مسند ابى حنيفة

Idara Ghufran

لملاعلی قاری ومرقاۃ المفاتیح، ج۸ص ۳۳۲۶، کتاب الآداب، باب التوکل والصبر، الفصل الثانی، دارالفکر، بیروت)

ترجمہ: جس شخص کو چار چیزوں کی توفیق حاصل ہوگی وہ چار نعمتوں سے محروم نہیں کیا جائے گا (۱) جس کو شکر کی توفیق حاصل ہوگی اس کو نعمتوں میں زیادتی سے محرومی نہیں ہوگی (۲) اور جس کو توبہ کی توفیق حاصل ہوگی اس کو توبہ قبول ہونے سے محروم نہیں کیا جائے گا (۳) اور جس کو استخارہ کی توفیق حاصل ہوگی اس کو خیر سے محروم نہیں کیا جائے گا (۴) اور جس کو مشورہ کی توفیق حاصل ہوگی اس کو فیصلوں کے درست ہونے سے محروم نہیں کیا جائے گا (شرح مسند ابی حنیفہ؛ مرقاۃ)

اس سے معلوم ہوا کہ استخارہ سے معاملات میں خیر اور مشورہ سے معاملات میں درستگی کی نعمت حاصل ہوتی ہے۔

اور بعض اہلِ علم حضرات سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ:

اَلْاَحْمَقُ مَنْ قَطَعَهُ الْعُجْبُ عَنِ الْاِسْتِشَارَةِ وَالْاِسْتِبْدَادُ عَنِ الْاِسْتِخَارَةِ وَكَفٰى بِمَدْحِهَا قَوْلُهٗ تَعَالٰى وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ (فیض القدیر للمناوی ج ۱، تحت رقم الحدیث ۴۲۵، المکتبۃ التجاریۃ الکبری - مصر)

ترجمہ: احمق اور بے وقوف وہ ہے جسے خود رائی مشورہ کرنے سے جدا کردے، اور اپنے آپ کو (دوسروں پر) ترجیح دینا استخارہ سے الگ کردے، اور مشورہ کرنے کی خوبی کے لئے یہی کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں مشورہ کا حکم فرمایا ہے (فیض القدیر)

اور امام ابوداؤد وغیرہ کے شیخ جلیل القدر محدث حضرت ابوبکر بن عیاش بن سالم اسدی رحمہ اللہ سے بعض حکماء کا یہ قول مروی ہے کہ:

مَنْ أُعْطِيَ الْاِسْتِخَارَةَ لَمْ يُمْنَعِ الْخِيَرَةَ، وَمَنْ أُعْطِيَ الْمَشْوَرَةَ ، لَمْ

www.idaraghufran.org

يُمْنَعِ الصَّوَابَ (المجالسة وجواهر العلم، لأبي بكر أحمد بن مروان الدينوري المالكي، تحت رقم الرواية ۵۹۵، ج۲ ص ۴۱۳، دار ابن حزم، بيروت)

ترجمہ: جس کو استخارہ (کرنے کی توفیق) عطا کی گئی، وہ خیر (اور بھلائی) سے محروم نہیں کیا جائے گا، اور جس کو مشورہ (کرنے کی توفیق) عطا کی گئی، تو وہ درستگی سے محروم نہیں کیا جائے گا (المجالسہ وجواہر العلم)

اور حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

استشارہ واستخارہ دونوں مامور بہ ہیں (یعنی مشورہ اور استخارہ دونوں کا شریعت میں حکم ہے) مگر اوّل کا امر زیادہ مؤکد ہے (یعنی مشورہ کی شریعت میں استخارہ سے زیادہ تاکید آئی ہے) (احسن الفتاویٰ ج۹ ص ۵۹، مسائلِ شتّٰی)

اس سے معلوم ہوا کہ شرعی اعتبار سے مشورہ واستخارہ دونوں بہت مبارک عمل اور خیر کے حاصل ہونے کا ذریعہ ہیں، اس لئے مؤمن کی شان یہ ہے کہ وہ قابلِ غور کام سے پہلے مشورہ واستخارہ دونوں کا اہتمام کرے۔

آج کل کیونکہ لوگوں کی عادت ایسی ہوگئی ہے کہ اولاً تو نہ مشورہ کرتے اور نہ ہی استخارہ، اور استخارہ کرتے ہیں تو مشورہ نہیں کرتے اور مشورہ کرتے ہیں تو استخارہ نہیں کرتے یا بعض چیزوں میں استخارہ کو کافی سمجھتے ہیں اور بعض چیزوں میں مشورہ کرنے کو کافی سمجھتے ہیں، حالانکہ شرعاً مشورے اور استخارے دونوں کی ضرورت ہے۔

پہلے مشورہ یا استخارہ

رہا یہ مسئلہ کہ جب مشورہ واستخارہ دونوں پر عمل کرنا مقصود ہو، اور دونوں پر عمل کرنے میں کوئی عذر بھی نہ ہو تو مشورہ پہلے کیا جائے یا استخارہ؟

اس سلسلہ میں عرض ہے کہ عام حالات میں بہت سے اہلِ علم حضرات کی تصریح کے مطابق

پہلے مشورہ کرنا چاہئے جس کی تاکید زیادہ ہے، اور مشورہ کرنے کے بعد استخارہ کرنا چاہئے۔

چنانچہ حضرت ملاعلی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

ثُمَّ الْمُسْتَحَبُّ دُعَآءُ الْاِسْتِخَارَةِ بَعْدَ تَحَقُّقِ الْمُشَاوَرَةِ فِي الْاَمْرِ الْمُهِمِّ مِنَ الْاُمُوْرِ الدِّيْنِيَّةِ وَالدُّنْيَوِيَّةِ (مرقاةُ المفاتيح، ج۹ ص ۳۳۲۶، کتاب الآداب، باب التوكل والصبر، الفصل الثانى، دار الفكر، بيروت)

ترجمہ: پھر مستحب یہ ہے کہ ہر اہم کام میں مشورہ کرنے کے بعد استخارہ کیا جائے وہ اہم کام چاہے دین کا ہو یا دنیا کا (مرقاۃ)

اور ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ:

وَمِمَّا يَنْبَغِيْ لَهُ، اَلْمُشَاوَرَةُ وَالْاِسْتِخَارَةُ فِيْ جَمِيْعِ اُمُوْرِهِ الدُّنْيَوِيَّةِ وَالْاُخْرَوِيَّةِ (انوار الحُجج فى اسرار الحِجج، ص ۶۲)

ترجمہ: اور جو چیزیں انسان کے لئے مناسب ہیں، ان میں سے مشورہ کرنا اور استخارہ کرنا ہے، دنیوی اور اخروی دونوں قسم کے کاموں میں (انوارِ حجج)

امام نووی شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

اِعْلَمْ اَنَّهُ يُسْتَحَبُّ لِمَنْ خَطَرَ بِبَالِهِ السَّفَرُ اَنْ يُّشَاوِرَ فِيْهِ مَنْ يَّعْلَمُ مِنْ حَالِهِ النَّصِيْحَةَ وَالشَّفْقَةَ وَالْخِبْرَةَ وَيَثِقُ بِدِيْنِهِ وَمَعْرِفَتِهِ، قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى "وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ" (آلِ عمران آية ۱۵۹) **وَدَلَائِلُهُ كَثِيْرَةٌ وَاِذَا شَاوَرَ وَظَهَرَ اَنَّهُ مَصْلِحَةٌ اِسْتَخَارَ اللّٰهَ سُبْحَانَهُ وَتَعَالٰى فِيْ ذٰلِكَ**

(الاذكار النووية، ج ۱ ص ۲۱۴، باب الاستخارة والاستشارة، دار الفكر، بيروت)

ترجمہ: یہ بات جان لینی چاہیے کہ جس کے دل میں سفر (وغیرہ) کا خیال پیدا ہو، اس کے لیے مستحب یہ ہے کہ وہ ایسے شخص سے مشورہ کرے، جس کی حالت سے ہمدردی اور نیک نیتی وشفقت اور اُس معاملہ سے آگاہی معلوم ہو رہی ہو، اور اس

www.idaraghufran.org

کا دین وسمجھ قابلِ اطمینان ہو، اللہ تعالیٰ کا قرآن مجید میں ارشاد ہے ''وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ''یعنی آپ لوگوں سے اپنے اہم معاملات میں مشورہ کیجیے۔
اور مشورہ کے مسنون ومستحب ہونے کے دلائل بہت ہیں، اور جب مشورہ کر چکے اور مشورہ سے ظاہر ہو جائے کہ اس کام میں بہترائی ہے تو اس کے بعد اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ سے اس کام کے متعلق استخارہ کرے (اذکار نووی)

علامہ احمد بن غنیم بن سالم مالکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

وَالْإِسْتِشَارَةُ مُقَدَّمَةٌ عَلَى الْإِسْتِخَارَةِ،قَالَهُ الْأُجْهُورِيّ، وَيَظْهَرُلِيْ اَنَّ الَّذِيْ يُرَاعٰى عِنْدَالتَّعَارُضِ مَاانْشَرَحَ لَهُ الصَّدْرُ (الفواكه الدوانى ،مقدمة الكتاب)

ترجمہ: مشورہ کرنے کا حکم استخارے پر مقدم ہے، اجھوری نے یہی بات فرمائی ہے اور میرے نزدیک یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ جب دونوں میں ٹکراؤ ہو جائے تو جس بات پر شرح صدر ہو اس کو قابلِ عمل سمجھا جائے (فواکہ الدوانی)

الموسوعۃ الفقہیہ میں ہے کہ:

قَال النَّوَوِيُّ: يُسْتَحَبُّ أَنْ يَسْتَشِيْرَ قَبْلَ الْإِسْتِخَارَةِ مَنْ يَّعْلَمُ مَنْ حَالِهِ النَّصِيْحَةَ وَالشَّفَقَةَ وَالْخِبْرَةَ، وَيَثِقُ بِدِيْنِهٖ وَمَعْرِفَتِهٖ. قَالَ تَعَالٰى: (وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ)وَإِذَا اسْتَشَارَ وَظَهَرَ أَنَّهُ مَصْلَحَةٌ، اسْتَخَارَ اللّٰهَ تَعَالٰى فِيْ ذٰلِكَ.

قَال ابْنُ حَجَرٍ الْهَيْتَمِيُّ:

حَتّٰى عِنْدَ التَّعَارُضِ (أَيْ تَقَدُّمِ الْإِسْتِشَارَةِ) لِأَنَّ الطُّمَأْنِيْنَةَ إِلٰى قَوْلِ الْمُسْتَشَارِ أَقْوٰى مِنْهَا إِلَى النَّفْسِ لِغَلَبَةِ حُظُوْظِهَا وَفَسَادِ خَوَاطِرِهَا. وَأَمَّا لَوْ كَانَتْ نَفْسُهُ مُطْمَئِنَّةً صَادِقَةً إِرَادَتُهَا مُتَخَلِّيَةً عَنْ حُظُوْظِهَا،

قَدَّمَ الْإِسْتِخَارَةَ (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳ ص ۲۴۲، ۲۴۳، مادة استخارة، دار السلاسل، الکویت)

ترجمہ: امام نووی نے فرمایا کہ مستحب یہ ہے کہ استخارہ سے پہلے مشورہ کرے اس شخص سے جس کی حالت کے بارے معلوم ہو کہ وہ ہمدردی اور شفقت اور تجربہ رکھتا ہے، اور اس کے دین اور معرفت پر اعتماد ہو، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان سے معاملہ میں مشورہ کیجئے، اور جب مشورہ کر چکے اور اس کام کے کرنے یا نہ کرنے میں مصلحت معلوم ہو، تو اللہ تعالیٰ سے اس کے بارے میں استخارہ کرے۔

علامہ ابنِ حجر ہیثمی نے فرمایا کہ جب مشورہ اور استخارہ میں باہم تعارض وٹکراؤ ہو تو مشورے کو استخارے پر مقدم رکھا جائے گا، کیونکہ مشورہ دینے والے کا قول استخارہ کے مقابلے میں نفس کے لیے زیادہ اطمینان کا باعث ہوتا ہے، اس لیے کہ نفس پر حظوظ (خواہشات) کا غلبہ ہوتا ہے اور اس کے خیالات اور سوچیں فاسد ہوتی ہیں، لیکن اگر نفس پر اطمینان ہو اور اس کا ارادہ سچا ہو، اور وہ ارادہ نفس کے حظوظ و خواہشات سے خالی ومحفوظ ہو تو پھر ایسی صورت میں استخارہ مشورہ سے پہلے کرے (موسوعۃ الفقہیہ)

خلاصہ یہ کہ مشورہ اور استخارہ دونوں ہی اہم ترین اور کامیاب ترین اعمال ہیں، مشورہ میں بندہ کا بندوں سے تعلق ہوتا ہے اور استخارہ میں بندہ کا براہِ راست اللہ ربُّ العزت سے تعلق ہوتا ہے، بلکہ اہلِ علم حضرات نے استخارہ کا مطلب خیر کے معاملے میں اللہ تعالیٰ سے مشورہ کرنا بتلایا ہے۔

لہٰذا اللہ تعالیٰ نے یہ دونوں اعمال ایسے فطرت کے مطابق عنایت فرمائے ہیں، جن کی برکت سے بندہ کا عبد اور معبود دونوں سے صحیح رشتہ قائم ہوتا ہے، اور بندہ کا دنیاوی واُخروی سلسلہ منظّم ہوتا ہے، ایک عمل سے بندہ سفلی نظام کی اصلاح سے اپنا تعلق جوڑ لیتا ہے اور دوسرے

عمل سے علوی وسماوی نظام کی اصلاح سے اپنا رشتہ قائم کرلیتا ہے اور اس طرح وہ جسمانی وروحانی، ارضی وسماوی آفات وبلیات سے محفوظ ہوکر عافیتِ دارین وفلاحِ دارین کا مستحق بن جاتا ہے۔

اور عام حالات میں جبکہ کوئی عذر نہ ہو، پہلے مشورہ کرنا مناسب ہے، اور اس کے بعد استخارہ۔

البتہ بوقتِ ضرورت استخارہ مشورہ سے پہلے بھی کرنے میں حرج نہیں ہے۔

اور جب یہ بات ہے کہ عام حالات میں پہلے مشورہ کیا جائے اس کے بعد استخارہ، نیز مشورہ کی اہمیت استخارہ سے زیادہ ہے، تو پہلے مشورہ سے متعلق فضائل ومسائل اور منکرات کا جائزہ لینے کی ضرورت ہے اور اس کے بعد استخارہ سے متعلق۔

لہٰذا ہم ان شاء اللہ تعالیٰ اس مضمون کے پہلے حصہ میں مشورہ سے متعلق معروضات پیش کریں گے، اور دوسرے حصہ میں استخارہ سے متعلق۔

پس آنے والے دونوں مضامین کو بڑی توجہ کے ساتھ ملاحظہ کرنا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ صحیح فہم اور اس کے مطابق عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

Idara Ghufran

مشورہ کے فضائل واحکام

مشورہ اور شوریٰ کے معنیٰ

مشورہ کسی قابلِ غور معاملہ میں مختلف آراء حاصل کرنے کا نام ہے۔ [1]

بعض اہلِ لغت کے بقول لفظِ مشورہ اور شُوریٰ عربی زبان میں ''شُرْتُ الْعَسْلَ شَوْرًا'' سے بنا ہے، جس کے معنیٰ ہیں، ''شہد کے چھتے میں سے شہد نکالنا''

گویا کہ مشورہ کرنے اور کرانے والے سب لوگ شہد کے چھتے کی طرح ہیں، جس سے مقصود سینوں میں چھپی ہوئی ایسی عمدہ رائے نچوڑ کر معلوم کرنا ہے جو اپنی عمدگی اور مٹھاس میں شہد کی طرح ہو اور جس طرح شہد بے شمار بیماریوں کی شفاء کا ذریعہ ہے اسی طرح مشورے سے طے شدہ اور نکلی ہوئی رائے بھی مشکلات اور مہلکات میں شفاء اور ندامت وحسرت اور پریشانی وپشیمانی سے عافیت کا ذریعہ ہے (کذافی معارف القرآن ادریسی جلد۲ صفحہ۷۹ بتغیر) [2]

---

[1] الْمُشَاوَرَةُ وَالتَّشَاوُرُ وَالِاسْتِشَارَةُ طَلَبُ الرَّأْيِ وَالتَّدْبِيرِ وَالِاسْمُ الْمَشُورَةُ بِفَتْحِ الْمِيمِ وَضَمِّ الشِّينِ هِيَ اللُّغَةُ الصَّحِيحَةُ الْفَصِيحَةُ وَالْمَشُورَةُ بِفَتْحِ الْمِيمِ وَتَسْكِينِ الشِّينِ وَفَتْحِ الْوَاوِ لُغَةٌ(طلبة الطلبة، کتاب النکاح،مادة ام ر)

[2] المشورة ان یستخلص من حلاوة الرأی وخالصه من خبایا الصدور کمایشور العسل جانیه (فیض القدیر للمناوی ،جلد۵،حرف المیم،تحت رقم الحدیث ۷۸۹۵)

وهی مشتقة من شرت العسل اذا اجتنیته فکان المستشیر یجتنی الرأی من المشیر وقیل أخذ من قولک شرت الدابة اذا اجریتها مقبلة ومدبرة لتسبر جریه وتختبر جوهرها فکان المستشیر یستخرج الرأی الذی عند المشیر وکلا الاشتقاقین متقارب معناه من الآخر(عمدة القاری جلد۱۲ صفحة ۴، کتاب البیوع،باب بیع الثمار قبل ان یبدو صلاحها)

والتشاور :استخراج الرأی، وکذلک المشاورة، والمشورة کالمعونة، وشرت العسل : استخرجته، وشرت الدابة وشورتها أی أجریتها لاستخراج جریها، والشوار :متاع البیت، لأنه یظهر للناظر، والشارة :هیئة الرجل، والإشارة :إخراج ما فی نفسک وإظهاره(تفسیر القرطبی، ج۳ص ۱۷۲ ،تحت آیت ۲۳۳ من سورة البقرة)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اور بعض حضرات نے فرمایا کہ مشورہ کے معنیٰ ’’خوبصورتی اور نکھار‘‘ یا ’’ظاہر اور واضح‘‘ ہونے کے آتے ہیں، اور مشورہ کے ذریعے کسی معاملہ کی خوبصورتی اور نکھار والی چیز سامنے آتی ہے، یا اچھا اور برا پہلو واضح ہوجاتا ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

(ش و ر) : شُرْتُ الْعَسَلَ أَشُورُهُ شَوْرًا مِنْ بَابِ قَالَ جَنَيْتُهُ وَيُقَالُ شَرِبْتُهُ وَشُرْتُ الدَّابَّةَ شَوْرًا عَرَضْتُهُ لِلْبَيْعِ بِالْإِجْرَاءِ وَنَحْوِهِ وَذَلِكَ الْمَكَانُ الَّذِى يُجْرَى فِيهِ مِشْوَارٌ بِكَسْرِ الْمِيمِ .وَأَشَارَ إلَيْهِ بِيَدِهِ إشَارَةً وَشَوَّرَ تَشْوِيرًا لَوَّحَ بِشَيْءٍ يُفْهَمُ مِنْ النُّطْقِ فَالْإِشَارَةُ تُرَادِفُ النُّطْقَ فِى فَهْمِ الْمَعْنَى كَمَا لَوْ اسْتَأْذَنَهُ فِى شَيْءٍ فَأَشَارَ بِيَدِهِ أَوْ رَأْسِهِ أَنْ يَفْعَلَ أَوْ لَا يَفْعَلَ فَيَقُومُ مَقَامَ النُّطْقِ وَشَاوَرْتُهُ فِى كَذَا وَاسْتَشَرْتُهُ رَاجَعْتُهُ لِأَرَى رَأْيَهُ فِيهِ فَأَشَارَ عَلَيَّ بِكَذَا أَرَانِى مَا عِنْدَهُ فِيهِ مِنْ الْمَصْلَحَةِ فَكَانَتْ إشَارَةً حَسَنَةً وَالِاسْمُ الْمَشُورَةُ وَفِيهَا لُغَتَانِ سُكُونُ الشِّينِ وَفَتْحُ الْوَاوِ وَالثَّانِيَةُ ضَمُّ الشِّينِ وَسُكُونُ الْوَاوِ وِزَانُ مَعُونَةٍ وَيُقَالُ هِىَ مِنْ شَارَ الدَّابَّةَ إذَا عَرَضَهَا فِى الْمِشْوَارِ وَيُقَالُ مِنْ شُرْتُ الْعَسَلَ شَبَّهَ حُسْنَ النَّصِيحَةِ بِشُرْبِ الْعَسَلِ وَتَشَاوَرَ الْقَوْمُ وَاشْتَوَرُوا وَالشُّورَى اسْمٌ مِنْهُ وَأَمْرُهُمْ شُورَى بَيْنَهُمْ مِثْلُ قَوْلِهِمْ أَمْرُهُمْ فَوْضَى بَيْنَهُمْ أَىْ لَا يَسْتَأْثِرُ أَحَدٌ بِشَيْءٍ دُونَ غَيْرِهِ .وَالشِّوَارُ مُثَلَّثٌ مَتَاعُ الْبَيْتِ وَمَتَاعُ رَحْلِ الْبَعِيرِ(المصباح المنير فى غريب الشرح الكبير، مادة ش و ر)

[1] اور اس کے اشتقاق اور وجہِ تسمیہ میں اور بھی اقوال ہیں۔

شار: أبو زيد، يقال اسْتَشَارَ أمره، إذا تَبَيَّنَ واستنار .ثعلب عن سلمة، عن الفراء :يقال :شَارَ الرجل، إذا حسنَ وجهه، وراش، إذا استغنى .الأصمعى :شَارَ الدابة وهو يشوُرُها شَوْراً، إذا عَرَضَها، ويقال للمكان الذى يشوَّرُ فيه الدَّوابّ :المِشوار .ويقال :اشتارت الإبل، إذا لبسها شىء من السمن . ويقال :جاء ت الإبل شِياراً، أى سماناً حِسَاناً .وقال عمرو بن معد يكرب :أَعَبَّاسُ لو كانَتْ شِياراً جِيَادُنَا ...بِتَثْلِيثَ مَا نَاصَبْتَ بعدى الأَحَامِسَا ويقال :ما أحسن شَوَارَ الرجل وشَارَتَه !يعنى لباسه وهيئته .ويقال :شَارَ العسل يَشُوره شَوْراً ومَشارَةً، وذلك إذا اجتناه وأخذه .أبو عبيد :شُرْتُ العسل، أخذته من موضعه .وقال الأعشى: كَأَنَّ جَنِيًّا من الزَّنْجبى ...ل باتَ بِفِيها وأَرْياً مَشورًا شمر: شرتُ العسل واشترته وأشرته، قال :وقال أبو عمرو :يقال :أَشِرْنِى على العسل، أى أعنِّى على جناه، كما تقول :أعكمنى، وأنشد قول عدى بن زيد :فى سَمَاعٍ يَأْذَنُ الشيُخُ لَهُ ...وحَديثٍ مثْلِ مَاذِىٍّ مُشارِقال :مُشارٌ، قد أُعين على أخذه .الأصمعى :أشار الرجل يُشيرُ إشارة؛ إذا أومى بيديه، وأشار يشير، إذا ما وجَّهَ الرأى .ويقال :فلان جيد المشورَة .وقال ابن السكيت :هو جيد الْمَشْوَرَةِ، والمشورة :لغتان .وقال الفراء :الْمَشُورَةُ :أصلها مَشْوَرَةَ، ثم نُقلت إلى مَشُورَة .يقال :فلان حسن الشارَة والشُّوُرَة، إذا كان حسن الهيئة، وفلان حسن الشورة، أى حسن اللباس .ويقال :فلان حسن المِشوار، وليس بقلان مِشوار، أى منظر .وقال الأصمعى :حسن المِشوار، أى مُجرَّبه حسن حين تُجرِّبُهُ .ويقال لمتاع البيت :الشَّوارُ، والشِّوار، والشُّوار، وكذلك الشَّوار والشِّوارُ لمتاع الرَّحل . وتقول :شوَّرْتُ إليه بيدى، وأشرت إليه، أى لوَّحت إليه، وأَلَحْتُ أيضا .ويقال :شرْتُ الدابة والأمة

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

مشورہ کرنا سنت اور بعض حالات میں واجب عمل ہے

قرآن وحدیث کی نصوص کے پیشِ نظر ہر ایسے معاملے میں جس میں رائے مختلف ہوسکتی ہے،

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

أشورهما شَوراً إذا قلبتهما، وكذلك شوّرتهما وأشرتُهما، وهى قليلة، وإنه لصَيِّرٌ شيِّر، أى حسن الصورة والشِّوُرَة.أبو عبيد عن أبى زيد :أبدى الله شوَارَه، يعنى مذاكيره .ويقال :فى مثل " :أشوَارَ عَروس تَرَى ! "اللحيانى :شوَّرت بالرجل، إذا خجّلته، وقد تَشَّر الرجل .والشَّوَار :الفرج، وشَوارُ المرأة :فرجها.الليث :الشوَّرَةُ :الموضع الذى يُعسِّل فيه النحل إذا دحتها .قال :والمشورة: مفعلة، اشتقّ من الإشارة، ويقال :مشورة قال :والمشيرةُ هى الإصبعِ التى يقال لها :السَّبّابة، ويقال: ما أحسن شِوار الرجل وشارته وشياره !يعنى لباسه وهيئته وحُسُنَه .وقصيدة شيِّرةٌ، أى حسناء . وشىء مشور، أى مُزَيَّن، وأنشد: كأَنَّ الجرادَ يُغَنِّيَنه ...يُبَاغِمْنَ ظَبْىَ الأَنيسِ المشورَا.
قال :والتشوير :أن تُشَوِّرَ الدابة، تنظر كيف مشوارها !أى كيف سيرتها، والمشوار :ما أبقت الدابة من علفها.قال الخليل :سألت أبا الدُّقَيْشِ عنه، فقلت نِشوار أو مشوار؟ فقال :نِشوار، وزعم أنه فارسى .أبو عبيد عن الأموى :المسُتَشير :الفحل الذى يعرف الحائل من غيرها، وأنشد :أَقْرَعْتُها كلّ مُستَشير ...وكلَّ بَكْرٍ دَاعِرٍ مِئْشِيرأبو عمرو :المستشير السمين، وكذلك المستشيط .أبو سعيد :يقال :فلان وزير فلان وشَيِّره، أى مُشاوِرُه، وجمعه شُوراء .ثعلب عن ابن الأعرابى : الشَّورة :الجمال الرائع، والشورةُ :الخجلة، والشيِّرُ :الجميلُ.وفى الحديث أن النبى صلى الله عليه رأى امرأة شيِّرَةً، عليها مناجد، أى جميلة .أبو عمرو :الشيارُ :يوم السبت. ويقال للسَّبَّابَتَيْن : المشيرتان.شمر، عن الفراء :إنه لحسن الصورة والشُّورة فى الهيئة، وإنه لحسن الشوُرَة والشوَارِ، وأخذ شَوُرَهُ وشَوَارَه، أى زينته، قال :وشرُتُه :زيَّنته، فهو مَشور(تهذيب اللغة، مادة شار)
مَعْنَاهُ :اسْتَخْرِجْ آرَاء هُمْ وَاعْلَمْ مَا عِنْدَهُمْ ، وَيُقَالُ إنَّهُ مِنْ شَارَ الْعَسَلَ وَأَنْشَدُوا :وَقَاسَمَهَا بِاللَّهِ حَقًّا لَأَنْتُمْ أَلَذُّ مِنْ السَّلْوَى إذَا مَا نَشُورُهَا قَالَ الزَّجَّاجُ :يُقَالُ شَاوَرْتُ الرَّجُلَ مُشَاوَرَةً وَشِوَارًا وَمَا يَكُونُ عَنْ ذَلِكَ اسْمُ الْمَشُورَةِ ، وَبَعْضُهُمْ يَقُولُ :الْمَشُورَةُ وَيُقَالُ فُلَانٌ حَسَنُ الصُّورَةِ وَالْمَشُورَةِ ، أَىْ : حَسَنُ الْهَيْئَةِ وَاللِّبَاسِ ، وَمَعْنَى قَوْلِهِمْ :شَاوَرْتُ فُلَانًا أَظْهَرْتُ مَا عِنْدِى وَمَا عِنْدَهُ ، وَشُرْتُ الدَّابَّةَ ، إذَا امْتَحَنْتَهَا فَعَرَفْتُ هَيْئَتَهَا فِي سَيْرِهَا ، وَشُرْتُ الْعَسَلَ إذَا أَخَذْتُهُ مِنْ مَوَاضِعِ النَّحْلِ ، وَعَسَلٌ مَشَارٌ . وَقَالَ الْأَعْشَى :كَأَنَّ الْقُرُنْفُلَ وَالزَّنْجبِيلَ بَاتَا بِفِيهَا وَأَرْيًا مَشَارَا وَالْأَرْىُ الْعَسَلُ .قَالَ الْجَوْهَرِىُّ فِى الصِّحَاحِ :أَشَارَ إلَيْهِ بِالْيَدِ أَوْمَأَ وَأَشَارَ عَلَيْهِ بِالرَّأْى ، وَشُرْتُ الْعَسَلَ وَاشْتَرْتُهَا اجْتَنَيْتُهَا وَأَشَرْتُ لُغَةٌ ، وَأَنْكَرَهَا الْأَصْمَعِىُّ وَشُرْتُ الدَّابَّةَ شَوْرًا عَرَضْتُهَا عَلَى الْبَيْعِ أَقْبَلْتُ بِهَا وَأَدْبَرْتُ ، وَالْمَكَانُ الَّذِى يُعْرَضُ فِيهِ الدَّوَابُّ مِشْوَارٌ ، يُقَالُ إيَّاكَ وَالْخُطَبَ فَإِنَّهَا مِشْوَارٌ كَثِيرُ الْعِثَارِ ، وَأَشَارَتْ الْإِبِلُ إذَا سَمِنَتْ بَعْضَ السِّمَنِ ، يُقَالُ جَاءَتْ الْإِبِلُ شِيَارًا ، أَىْ :سِمَانًا حِسَانًا ، وَقَدْ أَشَارَ الْفَرَسُ أَىْ :سَمِنَ ، وَحَسُنَ وَالْمَشُورَةُ الشُّورَى وَكَذَلِكَ الْمَشُورَةُ بِضَمِّ الشِّينِ تَقُولُ مِنْهُ شَاوَرْتُهُ فِى الْأَمْرِ وَاسْتَشَرْتُهُ

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

خواہ وہ حکم، حکومت سے متعلق ہو یا کسی دوسرے معاملے سے متعلق ہو، باہمی مشورہ لینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام کی سنت اور دنیا وآخرت میں برکات کا باعث ہے، قرآن وحدیث میں اس کی تاکید آئی ہے۔

اور جن معاملات کا تعلق عوام سے ہے جیسے حکومت کے معاملات، ان میں مشورہ لینا بعض حضرات کے نزدیک واجب ہے، اور اس میں شک نہیں کہ مشورہ کو اسلامی حکومت کے لئے اساسی اور بنیادی حیثیت حاصل ہے، حتیٰ کہ اگر مملکت وحکومت کا سربراہ وامیر مشورہ سے آزاد ہوجائے یا ایسے لوگوں سے مشورہ لے جو شرعی نقطۂ نظر سے مشورہ کے اہل نہ ہوں تو اس کو معزول کرنے کا حکم ہوجاتا ہے (معارف القرآن عثمانی جلد۲ صفحہ۲۱۹ وص۴۲۴، بتغیر) [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

بِمَعْنًى ، وَالْمُسْتَشِيرُ السَّمِينُ وَقَدْ اسْتَشَارَ الْبَعِيرُ مِثْلَ اسْتَشَارَ أَيْ :سَمِنَ ، وَالشَّوَارُ :فَرْجُ الْمَرْأَةِ وَالرَّجُلِ ، وَمِنْهُ قِيلَ شَوَّرَ بِهِ أَيْ :كَأَنَّهُ أَبْدَى عَوْرَتَهُ وَيُقَالُ أَبْدَى اللَّهُ شَوَارَهُ أَيْ عَوْرَتَهُ ، وَالشُّوَارُ ، وَالشَّارَةُ اللِّبَاسُ وَالْهَيْئَةُ ، وَشَوَّرْتُ الرَّجُلَ فَتَشَوَّرَ أَيْ :خَجَّلْتُهُ فَخَجِلَ ، وَشَوَّرَ إلَيْهِ بِيَدِهِ أَيْ :أَشَارَ . عَنْ ابْنِ السِّكِّيتِ وَهُوَ رَجُلٌ حَسَنُ الصُّورَةِ وَالشُّورَةِ ، وَإِنَّهُ لَصَيِّرٌ شَيِّرٌ ، أَيْ :حَسَنُ الصُّورَةِ وَالشَّارَةِ وَهِيَ الْهَيْئَةُ عَنْ الْفَرَّاءِ وَفُلَانٌ خَيِّرٌ شَيِّرٌ أَيْ :يَصْلُحُ لِلْمُشَاوَرَةِ . قَالَ الْجَوْهَرِيُّ :الْأَرْيُ هُوَ الْعَسَلُ وَعَمَلُ النَّحْلِ أَرْيٌ أَيْضًا ، وَقَدْ أَرَتْ النَّحْلُ تَأْرِي أَرْيًا عَمِلَتْ الْعَسَلَ وَاَللَّهُ سُبْحَانَهُ أَعْلَمُ (الآداب الشرعية، ج ۱ ص ۳۲۴، ۳۲۵، فَصْلٌ فِي الْتِزَامِ الْمَشُورَةِ فِي الْأُمُورِ كُلِّهَا)

[1] المشاورة سنة لا يستغنى عنها أحد، ولو استغنى عنها لكان النبى (صلى الله عليه وسلم) أغنى الناس عنها؛ لأن جبريل كان يأتيه بصواب الرأى من السماء ، ومع ذلك فإن الله تعالى قال: (وشاورهم فى الأمر (ولو لم يكن فى المشاورة إلا استئلاف النفوس، وإظهار المفاوضة والثقة بالمستشار لعلمه أن يبدو من الرأى ما لم يكن ظهر .وأما العزيمة والعمل فإلى الإمام لا يشركه فيه أحد؛ لقوله تعالى :(فإذا عزمت فتوكل على الله (فجعل العزيمة إليه، وجعله مشاركًا فى الرأى لغيره .وفى هذا من الفقه :جواز مشاورة غير الوزير إذا كان ممن يظن عنده الرأى والمعرفة (شرح البخارى لابن بطال، ج۵ص ۳۳۴، كتاب الجزية ،باب الجزية والموادعة مع أهل الذمة والحرب)

الامرفى "شاورهم" للندب وعن كون الامر فى شاورهم للندب دون الوجوب فهو نظير قوله تعالىٰ وامرهم شوریٰ بینهم ولم یقل احد بوجوب المشورة على الناس فيما بينهم كذالك ههنا ولو حملناعلى الوجوب فهو من خصائص النبىﷺ، قال الحافظ فى الفتح وعد كثير من الشافعية المشاورة من الخصائص واختلفوا فى وجوبها فنقل البيهقى فى المعرفة الاستحباب عن النص وبه جزم ابونصر القشيرى فى تفسيره وهو المرجح انتهىٰ (احكام القرآن للتهانوى جلد ۲ صفحه ۷۱)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

مشورہ کی اہمیت وفضیلت اورفوائد ومنافع

اہم اُمور میں مشورہ لینے کا دستور بہت پرانا ہے، اوراسلام کی آمد سے پہلے بھی اس پرعمل ہوتا رہاہے، نیز قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کوصحابۂ کرام سے مشورہ کا حکم فرمایاہے، اورایک موقعہ پرمشورہ کرنے کی عادت کو سچے مسلمانوں کی صفت بیان فرمایاہے۔

اس کے علاوہ مشورہ کی اہمیت وفضیلت اوراس کی ترغیب وتاکید پرکئی احادیث وروایات اورصحابہ وتابعین کے آثارموجود ہیں، اورفقہاء، علماء اورحکماء کی طرف سے بھی مشورہ کے متعلق بہت سی حکمتیں ومصلحتیں اورفوائد ومنافع اوراس سے متعلق مستقل ہدایات موجود ہیں۔

آگےاس کی کچھ تفصیل ذکرکی جاتی ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام اورملکۂ بلقیس کا جوواقعہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بیان فرمایا

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وَشَاوِرُهُمْ فِي الْأَمْرِ، أَنَّهُ مِنَ الْمَقْلُوبِ .وَالْمَعْنَى :وَلِيُشَاوِرُوكَ فِي الْأَمْرِ .وَذَكَرَ الْمُفَسِّرُونَ هُنَا جُمْلَةً مِمَّا وَرَدَ فِي الْمُشَاوَرَةِ مِنَ الْآيَاتِ وَالْأَحَادِيثِ وَالْآثَارِ .وَذَكَرَ ابْنُ عَطِيَّةَ:أَنَّ الشُّورَى مِنْ قَوَاعِدِ الشَّرِيعَةِ وَعَزَائِمِ الْأَحْكَامِ، وَمَنْ لَا يَسْتَشِيرُ أَهْلَ الْعِلْمِ وَالدِّينِ فَعَزْلُهُ وَاجِبٌ(تفسير البحر المحيط لابی حيان، ج۳ص ۴۰۹، تحت سورۃ آل عمران)

فَقَدْ قَالَ الْقُرْطُبِيُّ :قَالَ ابْنُ خُوَيْزِ مَنْدَادٍ :وَاجِبٌ عَلَى الْوُلَاةِ مُشَاوَرَةُ الْعُلَمَاءِ فِيمَا لَا يَعْلَمُونَ وَفِيمَا أَشْكَلَ عَلَيْهِمْ مِنْ أُمُورِ الدِّينِ وَوُجُوهِ الْجَيْشِ فِيمَا يَتَعَلَّقُ بِالْحُرُوبِ، وَوُجُوهِ النَّاسِ فِيمَا يَتَعَلَّقُ بِالْمَصَالِحِ، وَوُجُوهِ الْكُتَّابِ وَالْعُمَّالِ وَالْوُزَرَاءِ فِيمَا يَتَعَلَّقُ بِمَصَالِحِ الْعِبَادِ وَعِمَارَتِهَا انْتَهَى.

وَلَعَلَّهُ الْبِلَادُ عِوَضَ الْعِبَادِ وَهُوَ الظَّاهِرُ وَقَالَ قَبْلَهُ :قَالَ ابْنُ عَطِيَّةَ الشُّورَى مِنْ قَوَاعِدِ الدِّينِ وَعَزَائِمِ الْأَحْكَامِ ومن لا يستشر أهل العلم والدين فعزله واجب هذا مما لا اختلاف فيه انتهى فتأمله والله أعلم(مواهب الجليل فی شرح مختصر خليل، ج۳ص ۳۹۵، کتاب النکاح، باب خصائص النبی صلی الله عليه وسلم)

جوادارے (مثلاً آج کل کے دینی مدارس) عوامی تعاون سے چلتے ہیں، اوران سے عوام کی منفعت ومضرت وابستہ ہوتی ہے خواہ روحانی ہی کیوں نہ ہوجیسے علم وجہل۔ اُن کے ذمہ داروں پربھی قاضی وحکمران کی طرح مشورے کی تاکیدزیادہ ہوگی۔

ہے، اس میں بیان ہوا ہے کہ ملکۂ بلقیس کو جب حضرت سلیمان علیہ السلام کا وہ خط پہنچا جس میں انہوں نے ملکۂ بلقیس کو تبلیغ اور دعوت دی تھی تو ملکۂ بلقیس نے اس سلسلے میں اپنے اہلِ دربار سے مشورہ کیا تھا، جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اس انداز میں فرمایا ہے کہ:

قَالَتْ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَؤُا اَفْتُوْنِيْ فِيْٓ اَمْرِيْ. مَا كُنْتُ قَاطِعَةً اَمْرًا حَتّٰى تَشْهَدُوْنِ. قَالُوْا نَحْنُ اُولُوْا قُوَّةٍ وَّاُولُوْا بَاْسٍ شَدِيْدٍ وَّالْاَمْرُ اِلَيْكِ فَانْظُرِيْ مَاذَا تَاْمُرِيْنَ (سورۃ نمل آیت نمبر ۳۲ و ۳۳)

ترجمہ: ملکہ نے کہا کہ اے درباروالو! تم مجھ کو میرے اس معاملے میں رائے دو، اور میں کسی بات کا قطعی فیصلہ نہیں کرتی جب تک تم میرے پاس موجود نہ ہو۔ وہ لوگ کہنے لگے کہ ہم بڑے طاقت ور اور لڑنے والے ہیں اور (آگے اختیار تم کو ہے) لہٰذا تم ہی دیکھ لو، جو کچھ حکم دینا ہو (سورہ نمل)

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مشورے کا سلسلہ بہت پرانا ہے اور قدیم زمانے سے چلا آتا ہے۔[1]

اور اسلام میں مشورہ کی کیا اہمیت ہے اس کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے

---

[1] واستدل بالآية على استحباب المشاورة والاستعانة بالآراء في الأمور المهمة، وفي قراء ة عبد الله ما كنت قاضية أمرا قالوا استئناف مبنى على سؤال نشأ من حكاية قولها كأنه قيل :فماذا قالوا في جوابها؟ فقيل قالوا :نَحْنُ أُولُوا قُوَّةٍ في الأجساد والعدد وَأُولُوا بَأْسٍ شَدِيدٍ أي نجدة وشجاعة مفرطة وبلاء في الحرب قيل :كان أهل مشورتها ثلاثمائة واثنى عشر رجلا كل واحد على عشرة آلاف، وروى ذلك عن قتادة.

وأخرج ابن أبي حاتم عن ابن عباس قال :كان لصاحبة سليمان اثنا عشر ألف قيل تحت يد كل قيل مائة ألف، وقيل :كان تحت يدها أربعمائة ملك كل ملك على كورة تحت يد كل ملك أربعمائة ألف مقاتل ولها ثلاثمائة وزير يدبرون ملكها ولها اثنا عشر ألف قائد كل قائد تحت يده اثنا عشر ألف مقاتل، وهذه الأخبار إلى الكذب أقرب منها إلى الصدق، ولعمري إن أرض اليمن لتكاد تضيق عن العدد الذي تضمنه الخبران الأخيران، وليت شعري ما مقدار عدد رعيتها الباقين الذين تحتاج إلى هذا العسكر والقواد والوزراء لسياستهم وضبط أمورهم وتنظيم أحوالهم وَالْأَمْرُ إِلَيْكِ تسليم للأمر إليها بعد تقديم ما يدل على القوة والشجاعة حتى لا يتوهم أنه من العجز .والأمر بمعناه المعروف أو المعنى الشأن وهو مبتدأ وإِلَيْكِ متعلق بمحذوف وقع خبرا له ويقدر مؤخرا ليفيد الحصر المقصود لفهمه من السياق أي والأمر إليك موكول(تفسير روح المعاني، ج١٠ ص١٩٢، تحت سورة النمل)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ کرنے کا حکم فرمایا۔

چنانچہ ارشاد ہے کہ:

”وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ“ (آلِ عمران آیت نمبر ۱۵۹)

ترجمہ: آپ ان سے اہم کاموں میں مشاورت کیجئے (سورہ آلِ عمران)

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی مشورہ کا حکم ہے تو آپ کے بعد ایسا کون شخص ہوسکتا ہے؛ جس کو مشورہ کی ضرورت نہ ہو۔

بلکہ بعض حضرات نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مشورہ کا حکم دینے کی ایک وجہ یہ ہے کہ آپ کی امت کو مشورہ کی اہمیت اور سنت ہونے کا علم ہو، اور وہ بھی اس پر عمل کریں۔[1]

ایک موقعہ پر اللہ تعالیٰ نے سچے مسلمانوں کی صفات بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ:

” وَالَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ“

(سورہ شوریٰ آیت نمبر ۳۸، پارہ نمبر ۲۵)

ترجمہ: اور جن لوگوں نے اپنے رب کا حکم مانا اور وہ نماز کے پابند ہیں، اور ان کا ہر (اہم) کام (جس میں اللہ کی طرف سے کوئی حکم متعین نہ ہو) آپس کے مشورہ سے ہوتا ہے (سورہ شوریٰ)

---

[1] عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: لَمَّا نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ: (وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ) الْآيَةُ، قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَمَا إِنَّ اللهَ وَرَسُولَهُ غَنِيَّانِ عَنْهُمَا، وَلَكِنْ جَعَلَهَا اللهُ رَحْمَةً لِأُمَّتِي، فَمَنْ شَاوَرَ مِنْهُمْ لَمْ يَعْدَمْ رُشْدًا، وَمَنْ تَرَكَ الْمَشُورَةَ مِنْهُمْ لَمْ يَعْدَمْ عَنَاءً" "بَعْضُ هَذَا الْمَتْنِ يُرْوَى عَنِ الْحَسَنِ الْبَصْرِيِّ مِنْ قَوْلِهِ، وَهُوَ مَرْفُوعًا غَرِيبٌ (شعب الایمان للبیهقی، رقم الحديث ۷۱۳۶)

عَنِ الْحَسَنِ، فِي قَوْلِهِ عَزَّ وَجَلَّ (وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ) قَالَ: "عَلَّمَهُ اللهُ سُبْحَانَهُ أَنَّهُ مَا بِهِ إِلَيْهِمْ مِنْ حَاجَةٍ, وَلَكِنْ أَرَادَ أَنْ يَسْتَنَّ بِهِ مَنْ بَعْدَهُ" (سنن البيهقى، رقم الحديث ۲۰۳۰۴)

عَنِ الضَّحَّاكِ قَالَ: مَا أَمَرَ اللَّهُ نَبِيَّهُ صلى الله عليه وسلم بِالْمُشَاوَرَةِ إِلَّا لِمَا يَعْلَمَ فِيهَا مِنَ الْفَضْلِ، ثُمَّ تَلَا (وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ) (مصنف ابنِ ابی شيبة، رقم الحديث ۲۶۷۹۸، فِي المشورةِ من أمر بها)

www.idaraghufran.org

اس آیت کی تفسیر میں امام ابوبکر جصاص رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

وَقَوْلُهٗ تَعَالٰی " وَالَّذِیْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰی بَیْنَهُمْ" یَدُلُّ عَلٰی جَلَالَةِ مَوْقِعِ الْمَشُوْرَةِ لِذِکْرِهٖ لَهَامَعَ الْاِیْمَانِ وَاِقَامَةِ الصَّلَاةِ وَیَدُلُّ عَلٰی اِنَّامَامُوْرُوْنَ بِهَا (احکام القرآن للجصاص ،جلد۳ص ۵۱۰، سورة حمۤ عسق،دارالکتب العلمية، بيروت)

ترجمہ: اوراللہ تعالیٰ کا یہ قول کہ ’’اورجن لوگوں نے اپنے رب کا حکم مانا اوروہ نماز کے پابند ہیں، اوران کا ہر(اہم) کام (جس میں اللہ کی طرف سے کوئی حکم متعین نہ ہو) آپس کے مشورہ سے ہوتا ہے۔

اس سے مشورہ کے عمل کی عظمت معلوم ہوتی ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مشورہ کو ایمان اورنماز کے قائم کرنے کے ساتھ ذکرفرمایاہے(اورایمان ونماز کے ساتھ جس چیز کا ذکر ہو، وہ اس کے عظیمُ الشان ہونے کی علامت ہے)اورساتھ ہی یہ بات معلوم ہوئی کہ مشورہ کرنے کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندوں کوحکم ہے(احکامُ القرآن)

اورسورہ بقرہ میں ایک موقع پراللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

فَاِنْ اَرَادَا فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِّنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْهِمَا (سورہ البقرہ آیت نمبر ۲۳۳)

ترجمہ: پھر اگر ماں باپ دوسال سے کم میں (بچے کا) دودھ چھڑانا چاہیں باہمی رضامندی اورمشورے سے تو بھی ان دونوں پرکسی قسم کا گناہ نہیں (سورہ بقرہ)

اس آیت کے ضمن میں امام ابوبکر جصاص رحمہ اللہ اپنی تفسیر’’احکامُ القرآن‘‘ میں فرماتے ہیں کہ:

یَدُلُّ عَلٰی جَوَازِ الْاِجْتِهَادِ فِیْ اَحْکَامِ الْحَوَادِثِ لِاِبَاحَةِ اللهِ تَعَالٰی

لِلْوَالِدَیْنِ التَّشَاوُرَ فِیْمَا یُؤَدِّیْ اِلیٰ صَلَاحِ اَمْرِ الصَّغِیْرِ (احکام القرآن للجصاص ج ۱ ص ۵۰۰، الاختلاف فی مدۃ الرضاع، دارالکتب العلمیۃ، بیروت)

ترجمہ: اس آیت سے معلوم ہوا کہ نئے پیش آمدہ احکام میں اجتہاد کرنا جائز ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے والدین کو ایسی چیز میں مشورہ کرنے کی اجازت دی ہے، جو چھوٹے بچے کی اصلاح کا باعث ہو (احکام القرآن)

قرآن مجید کے علاوہ احادیث وروایات اور صحابہ وتابعین اور محدثین کے آثار واقوال سے بھی مشورہ کی فضیلت واہمیت معلوم ہوتی ہے۔

چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

مَا رَأَیْتُ أَحَدًا قَطُّ کَانَ أَکْثَرَ مَشُوْرَۃٍ لِأَصْحَابِہٖ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ (مسند احمد، رقم الحدیث ۱۸۹۲۸؛ مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت) [1]

ترجمہ: میں نے کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلے میں کسی کو نہیں دیکھا کہ جو اپنے اصحاب سے کثرت سے مشورہ کرتا ہو (مسند احمد)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

مَا رَأَیْتُ أَحَدًا بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ أَکْثَرَ اسْتِشَارَۃً لِلرِّجَالِ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ (مکارمُ الأخلاق للخرائطی، رقم الحدیث ۷۷۴، باب یستحب للمرء أن یحسن الاختیار بمن یشاور وأن لا یفعل شیئا إلا عن مشاورۃ)

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کو لوگوں سے اتنی کثرت سے مشورہ کرتے ہوئے نہیں دیکھا، جتنی کثرت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مشورہ فرمایا کرتے تھے (مکارمِ اخلاق)

---

[1] فی حاشیۃ مسند احمد:
إسنادہ صحیح علی شرط الشیخین.

www.idaraghufran.org

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

مَا رَأَيْتُ رَجُلاً أَكْثَرَ اسْتِشَارَةً لِلرِّجَالِ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (شرح السنة للبغوى، ج۱۳ص۲۸۸،باب المشورة وأن المستشار مؤتمن، رقم الحديث ۳۶۱۱،المكتب الاسلامى،بيروت، واللفظ لهٗ، أخلاق النبى لأبى الشيخ الأصبهانى ،ذكر كثرة مشورته لأصحابه صلى الله عليه وسلم، رقم الحديث،۷۱۴)

ترجمہ: میں نے کسی آدمی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں لوگوں سے زیادہ مشورہ کرنے والا نہیں دیکھا (شرح السنہ)

مطلب یہ ہے کہ جتنی کثرت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ سے مشورہ فرمایا کرتے تھے اتنی کثرت سے ان حضرات نے کسی اور کو مشورہ کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَاوَرَ النَّاسَ يَوْمَ بَدْرٍ (مسند احمد، رقم الحديث ۱۳۲۹۶ ،مؤسسة الرسالة،بيروت) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ بدر کے دن لوگوں سے مشورہ فرمایا (مسند احمد)

امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

وَكَانَتِ الْأَئِمَّةُ بَعْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَشِيْرُوْنَ الْأُمَنَاءَ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ فِى الْأُمُوْرِ الْمُبَاحَةِ لِيَأْخُذُوْا بِأَسْهَلِهَا، فَإِذَا وَضَحَ الْكِتَابُ أَوِ السُّنَّةُ لَمْ يَتَعَدَّوْهُ إِلٰى غَيْرِهٖ، اِقْتِدَاءً بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (بخارى، ج۹ ص۱۱۲، كتاب الاعتصام ، باب قول الله وامرهم شورى بينهم)

---

[1] فى حاشية مسند احمد: إسناده صحيح على شرط مسلم، رجاله ثقات رجال الشيخين غير حماد -وهو ابن سلمة -فمن رجال مسلم.

ترجمہ: اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرتے ہوئے، ائمہ اور حکمران، اہلِ علم امانت داروں سے جائز کاموں میں مشورہ کیا کرتے تھے تاکہ وہ کام کے سہولت والے پہلو کو اختیار کریں، اور جب قرآن سنت سے کوئی بات واضح ہوجاتی تو وہ اس سے نہیں ہٹا کرتے تھے (بخاری)

بہرحال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا باہم ایسے مسائل میں مشاورت کا طریقہ جاری رہا، جن میں کوئی نص وحکمِ شرعی نہ تھا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صحابۂ کرام اور بالخصوص خلفائے راشدین کا بھی یہی معمول رہا، بلکہ بعد میں تو ایسے شرعی احکام کی تحقیق کے لئے بھی مشورہ کا معمول رہا، جن میں قرآن وحدیث کا کوئی صریح فیصلہ نہ تھا (معارف القرآن عثمانی ج۲ص۲۲۲بتغیر)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كَتَبَ أَبُوْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ إِلٰى عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَاوَرَ فِيْ أَمْرِ الْحَرْبِ فَعَلَيْكَ بِهٖ (المعجم الكبير للطبراني، رقم الحديث ۴۶، مكتبة ابن تيمية، القاهرة) [1]

ترجمہ: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی طرف یہ لکھ کر بھیجا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنگ کے معاملہ میں مشاورت فرماتے تھے، تو آپ پر بھی ایسا کرنا ضروری ہے (طبرانی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بسندِ ضعیف مروی ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا كَانَ أُمَرَاؤُكُمْ خِيَارَكُمْ، وَأَغْنِيَاؤُكُمْ سُمَحَاءَكُمْ، وَأُمُوْرُكُمْ شُوْرٰى بَيْنَكُمْ فَظَهْرُ الْأَرْضِ

[1] قال الهيثمي:
رواه الطبراني ورجاله قد وثقوا (مجمع الزوائد، ج۵ص ۳۱۹، باب المشاورة في الحرب)

www.idaraghufran.org

خَيْرٌ لَكُمْ مِنْ بَطْنِهَا، وَإِذَا كَانَ أُمَرَاؤُكُمْ شِرَارَكُمْ وَأَغْنِيَاؤُكُمْ بُخَلاءَ كُمْ، وَأُمُوْرُكُمْ إِلٰى نِسَائِكُمْ فَبَطْنُ الْأَرْضِ خَيْرٌ لَكُمْ مِنْ ظَهْرِهَا

(ترمذی، رقم الحدیث ۲۲۶۶، ابواب الفتن، واللفظ لہ، مسند البزار، رقم الحدیث ۹۵۲۹، السنن الواردۃ فی الفتن للدانی، رقم الحدیث ۳۰۳،حلیۃ الاولیاء، ج۶ص۱۷۶) ل

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تمہارے بڑے اور حکمران تم میں بہترین لوگوں میں سے ہوں اور تمہارے مالدار تم میں سب سے سخی ہوں اور تمہارے معاملات تمہارے درمیان مشورے سے طے ہوں، تو زمین کی پشت (یعنی زندگی) تمہارے لئے اس کے پیٹ (یعنی موت) سے بہتر ہے، اور اگر تمہارے بڑے اور حکمران تم میں سے بدترین لوگوں میں سے ہوں اور تمہارے مالدار تم میں سب سے زیادہ بخیل (کنجوس) ہوں اور تمہارے معاملات عورتوں کے سپرد ہوں تو زمین کا پیٹ (یعنی موت) تمہارے لئے اس کی پشت (یعنی زندگی) سے بہتر ہے (ترمذی؛ بزار)

ل قال الترمذی:

هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ صَالِحٍ الْمُرِّيِّ، وَصَالِحٌ الْمُرِّيُّ فِي حَدِيثِهِ غَرَائِبُ يَنْفَرِدُ بِهَا لَا يُتَابَعُ عَلَيْهَا، وَهُوَ رَجُلٌ صَالِحٌ.

وقال البزار:

وَهَذَا الحديثُ لا نَعْلَمُ رَوَاهُ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ ,ولا نَعْلَمُ لَهُ طَرِيقًا غَيْرَ هَذَا الطَّرِيقِ ولا رواه ,عن الجريری إلا صالح المری وصالح كان أحد العباد المجتهدين وأحسب أن عبادته كانت تشغله عن حفظ الحديث.

وقال ابونعیم:

غَرِيبٌ مِنْ حَدِيثِ سَعِيدٍ، وَصَالِحٍ لَمْ نَكْتُبْهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُعَاوِيَةَ وَهُوَ الْجُمَحِ.

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ باہمی مشورہ کی زندگی موت سے بہتر ہے۔ ۱

حضرت سعید بن مسیّب رحمہ اللہ سے مرسلاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:

لَنْ يَّهْلِكَ امْرَؤٌ بَعْدَ مَشُوْرَةٍ (مصنف ابنِ ابی شیبة، رقم الحدیث ۲۶۷۹۶، کتاب الادب،باب فی المشورة من امربها)

ترجمہ: مشورہ کرنے کے بعد مشورہ کرنے والا ہرگز ہلاک نہیں ہوگا (ابنِ ابی شیبہ)

اور حضرت سعید بن مسیّب رحمہ اللہ سے ہی ایک مرسل حدیث میں یہ الفاظ مروی ہیں کہ:

وَمَا يَسْتَغْنِيْ رَجُلٌ عَنْ مَشُوْرَةٍ (شعب الإیمان، رقم الحدیث ۸۶۳۶) ۲

ترجمہ: اور کوئی آدمی بھی مشورہ سے مستغنی و بے نیاز نہیں (شعبُ الایمان)

یہ حدیث اگرچہ مرسل ہے، مگر مرسل حدیث کو بہت سے فقہائے کرام نے معتبر قرار دیا ہے، خاص طور پر حضرت سعید بن مسیّب جیسے جلیل القدر تابعین کی مرسل حدیث کو۔ ۳

---

۱ (وعن أبی هريرة قال :قال رسول الله -صلى الله تعالى عليه وسلم " :-إذا كان ") ولفظ الجامع :إذا كانت (أمراؤكم خياركم) أی :أتقياء كم (وأغنياؤكم سمحاء كم) أی :أسخياء كم، واحدة سمح، فكأنه جمع سميح بمعنى سمح ")وأموركم شورى بينكم ") مصدر بمعنى التشاور أی :ذوات شورى على تقدير مضاف، أو على أن المصدر بمعنى المفعول أی متشاور فيها، ومنه قوله تعالى :(وأمرهم شورى بينهم)وقد قال سبحانه عز وجل لنبيه -صلى الله عليه وسلم : (وشاورهم فی الأمر) والمعنى :ما دمتم متشاورين فی أموركم، (فظهر الأرض خير لكم من بطنها) أی :لأجل أنهم عاملون بما فی الكتاب والسنة، وطوبى لمن طال عمره وحسن عمله (وإذا كان أمراؤكم شراركم) أی :بالفسق والظلم (وأغنياؤكم بخلاء كم) أی :بقلة الرحمة والشفقة (وأموركم إلى نسائكم) أی :مفوض إلى رأيهن، والحال أنهن من ناقصات العقل والدين، وقد ورد: شاوروهن وخالفوهن، وفی معناهن كل من يكون فی مرتبة حالهن من الرجال ممن يغلب عليه حب الجاه والمال، ولم يعلم ما يتعلق بضرر الدين ووبال المال، (فبطن الأرض خير لكم من ظهرها) أی: فإن من لم يغلب خيره شره فالموت خير له (مرقاة، ج۸ص ۳۳۶۵، كتاب الآداب، باب تغير الناس)

۲ قال البیهقی:
هَذَا هُوَ الْمَحْفُوظُ مُرْسَلٌ.

۳ قال ابن حجر : والإرسال هنا لا يضر ;لأن المرسل كالضعيف الذی لم يشتد ضعفه يعمل بهما فی الفضائل .اهـ .وهذا فی مذهبه، وإلا فالمرسل حجة عند الجمهور(مرقاة المفاتیح، ج۳ص ۸۹۹، باب السنن وفضائلها)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

Idara Ghufran

حضرت سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ:

اَلرِّجَالُ ثَلاثَةٌ : رَجُلٌ عَفِيفٌ مُسْلِمٌ عَاقِلٌ يَأْتَمِرُ فِي الْأُمُوْرِ إِذَا أَقْبَلَتْ وَتَشَبَّهتْ ، فَإِذَا وَقَعَتْ خَرَجَ مِنْهَا بِرَأْيِهِ وَرَجُلٌ عَفِيفٌ مُسْلِمٌ لَيْسَ لَهُ رَأْيٌ فَإِذَا وَقَعَ الْأَمْرُ أَتَى ذَا الرَّأْيِ وَالْمَشُوْرَةِ فَشَاوَرَهُ وَاسْتَأْمَرَهُ ثُمَّ نَزَلَ عِنْدَ أَمْرِهِ ، وَرَجُلٌ حَائِرٌ بَائِرٌ لا يَأْتَمِرُ رُشْدًا وَلاَ يُطِيْعُ مُرْشِدًا (مصنف ابن أبی شيبة، رقم الحديث ۱۷۴۳۲، كتاب النكاح، باب المرأة الصالحة والسيئة الخلق، واللفظ لهٗ؛ شعب الايمان، رقم الحديث ۷۱۳۱)

ترجمہ: لوگ تین طرح کے ہوتے ہیں، ایک پاکدامن عقل مند مسلمان، جو اپنے معاملات میں مشورہ کرتا ہے، جب اُس کے سامنے کوئی معاملہ آتا ہے، اور اُس کو اشتباہ ہوتا ہے، پھر جب اس معاملہ کے ہونے کا مرحلہ آتا ہے تو وہ (مشورہ کے بعد قائم ہونے والی) اپنی رائے کے ذریعے سے اُس معاملے سے (سرخرو ہوکر) نکل جاتا ہے؛ اور دوسرا آدمی وہ ہے، جو کہ پاک دامن مسلمان ہے، لیکن وہ ذی رائے (اور عقل مند و سمجھ دار) نہیں ہے، لیکن جب کوئی معاملہ پیش آتا ہے تو وہ ذی رائے اور اہلِ مشورہ (لوگوں) کے پاس آتا ہے، پھر اُن سے مشورہ کرتا ہے،

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

قلت: المرسل حجة عند الجمهور، وكذا إذا اعتضد بشاهد عند الشافعی (مرقاة المفاتيح، ج۳ص ۹۴۸، باب الوتر)

قلت: أما المرسل فهو حجة عند الجمهور، وأما كونه ضعيفا لو صح فيصلح أن يكون مؤيدا مع أنه يعمل بالضعيف فی فضائل الأعمال، والجمهور على أنه محمول على الاستحباب بطريق أبلغ (مرقاة المفاتيح ج۳ص ۱۰۹۱، باب العتيرة)

فمراسيل سعيد بن المسيب ، ومحمد بن سيرين ، وإبراهيم النخعی عندهم صحاح (شرح علل الترمذی كاملا، جزء ۱ صفحه ۱۲۷)

وراجع للتفصيل قواعد فی علوم الحديث، صفحه ۱۳۸ و ۱۴۹ و ۱۵۰ .

www.idaraghufran.org

اور اُن سے رائے لیتا ہے، پھر رائے دینے والوں کے مشورہ کے مطابق اُس کام کو اختیار کرتا ہے؛ اور تیسرا آدمی وہ ہے، جو کہ سمجھ بوجھ نہیں رکھتا، نہ تو کسی خیر خواہ سے مشورہ کرتا، اور نہ کسی خیر خواہ (اور اچھی رائے دینے والے) کا کہنا مانتا (ابنِ ابی شیبہ)

اور حضرت حرملہ بن عمران تجیبی اپنے بعض مشائخ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ:

اَلرِّجَالُ ثَلاثَةٌ: فَرَجُلٌ تَامٌّ وَنِصْفُ رَجُلٍ وَلاَ شَيْءَ فَإِنَّمَا الرَّجُلُ التَّامُّ فَالَّذِىْ أَكْمَلَ اللّٰهُ لَهُ دِيْنَهُ وَعَقْلَهُ فَإِذَا أَرَادَ أَمْرًا لَمْ يُمْضِهِ حَتّٰى يَسْتَشِيْرَ أَهْلَ الرَّأْيِ الْأَلْبَابِ فَإِنْ وَافَقُوْهُ حَمِدَ اللّٰهَ وَأَمْضٰى رَأْيَهٗ فَلاَ يَزَالُ ذٰلِكَ مُصِيْباً مُوَفَّقاً وَالنِّصْفُ الرَّجُلُ الَّذِىْ يُكْمِلُ اللّٰهُ لَهٗ دِيْنَهٗ وَعَقْلَهٗ فَإِذَا أَرَادَ أَمْرًا لَمْ يَسْتَشِرْ فِيْهِ أَحَدًا وَقَالَ :أَيُّ النَّاسِ كُنْتُ أُطِيْعُهٗ وَأَتْرُكُ رَأْيِيْ لِرَأْيِهٖ فَمُصِيْبٌ وَمُخْطِءٌ. وَالَّذِىْ لاَ شَيْءَ الَّذِىْ لَا دِيْنَ وَلاَ عَقْلَ لَهٗ وَلاَ يَسْتَشِيْرُ فِي الْأَمْرِ فَلاَ يَزَالُ ذٰلِكَ مُخْطِياً قَالَ عَمْرُو بْنُ الْعَاصِ : إِذَا أَرَدْتُهٗ حَتّٰى أَسْتَشِيْرَ بَعْضَ خَدَمِيَّ وَمَا أُبَالِيْ يَعْرِضُ النَّاسَ عَلٰى عُقُوْلِهِمْ وَأَسْمَعُ (الجامع فى الحديث، لعبد الله بن وهب، رقم الحديث ۲۸۳، دار ابن الجوزى، الرياض)

ترجمہ: لوگ تین طرح کے ہیں، ایک تو پورا آدمی ہے، اور دوسرا آدھا آدمی ہے، اور تیسرا کچھ بھی نہیں ہے (نہ پورا اور نہ آدھا) پس پورا آدمی تو وہ ہے، جس کو اللہ تعالیٰ نے مکمل دین اور مکمل عقل عطا فرمائی ہو، پھر جب وہ کسی کام کا ارادہ کرتا ہے، تو اُس کو اہلِ رائے اور اہلِ عقل سے مشورہ کیے بغیر نہیں کرتا، پھر اگر مشورہ دینے والے اہلِ عقل کی رائے اُس کے موافق ہوتی ہے، تو وہ اللہ تعالیٰ کا شکر کرتا

ہے، اور اُس رائے پر عمل کرلیتا ہے، تو یہ آدمی ہمیشہ درستگی اور (اسباب کی) آسانی کوحاصل کرتا ہے۔

اور آدھا آدمی وہ ہے، جس کو اللہ تعالیٰ نے مکمل دین اور مکمل عقل عطا فرمائی ہو، لیکن جب وہ کسی کام کا ارادہ کرتا ہے، تو اُس (کام کے متعلق) کسی سے مشورہ نہیں کرتا، اور (یہ) کہتا ہے کہ ایسا کون آدمی ہے کہ جس کی میں اطاعت کروں، اور اپنی رائے کو اُس کی رائے کے سامنے چھوڑ دوں؟ تو یہ آدمی (کبھی) درستگی کو پاتا ہے، اور (کبھی) خطاء کو؛ اور تیسرا آدمی جو کچھ بھی نہیں ہے؛ وہ ہے کہ جس کے پاس دین (بھی کامل) نہیں اور عقل (بھی کامل) نہیں ہے، اور وہ (درپیش) معاملہ میں مشورہ بھی نہیں کرتا، تو ایسا آدمی ہمیشہ خطا میں مبتلا رہتا ہے۔

(پھر) حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں جب کوئی ارادہ کرتا ہوں تو (اس وقت تک نہیں کرتا) جب تک میں اپنے بعض خادموں سے مشورہ حاصل نہیں کرلیتا اور اپنی رائے کو لوگوں کی عقلوں پر پیش کرنے اور (اُن کی رائے) سُن لینے میں کوئی اپنی حقارت محسوس نہیں کرتا (الجامع فی الحدیث)

اور حضرت داؤد بن ابی ہند سے مروی ہے کہ جلیل القدر محدث حضرت شعبی نے فرمایا کہ:

اَلرِّجَالُ ثَلاثَةٌ: فَرَجُلٌ، وَنِصفُ رَجُلٍ، وَلَا شَيْءَ، فَأَمَّا الرَّجُلُ التَّامُّ: فَالَّذِيْ لَهُ رَأْيٌ، وَهُوَ يَسْتَشِيْرُ، وَأَمَّا نِصفُ رَجُلٍ، فَالَّذِيْ لَيْسَ لَهُ رَأْيٌ، وَهُوَ يَسْتَشِيْرُ، وَأَمَّا الَّذِيْ لَا شَيْءَ، فَالَّذِيْ لَيْسَ لَهُ رَأْيٌ، وَلَا يَسْتَشِيْرُ (السنن الكبرى للبيهقي، رقم الحديث ۲۰۳۰۷، كتاب آداب القاضي، باب مشاورة الوالي والقاضي في الأمر)

ترجمہ: لوگ تین طرح کے ہیں، ایک تو (پورا) آدمی ہے، اور دوسرا آدھا آدمی ہے، اور تیسرا جو کچھ بھی نہیں ہے (نہ پورا اور نہ آدھا) پس پورا آدمی تو وہ ہے، جو

www.idaraghufran.org

ذی رائے (وسمجھدار) ہو، اور وہ مشورہ بھی کرتا ہو، اور آدھا آدمی وہ ہے کہ ذی رائے (وسمجھدار) نہ ہو، لیکن وہ مشورہ کرتا ہو؛ اور جو آدمی کچھ بھی نہیں، وہ ہے کہ نہ تو وہ ذی رائے (وسمجھدار) ہو، اور نہ وہ مشورہ کرتا ہو (بیہقی)

حضرت عبدالملک سے مروی ہے کہ:

أَنَّ عُمَرَ كَتَبَ إِلٰى سَعْدِ بْنِ أَبِىْ وَقَّاصٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنْ : شَاوِرْ طُلَيْحَةَ وَعَمْرَو بْنَ مَعْدِىْ كَرِبَ فِىْ أَمْرِ حَرْبِكَ، وَلَا تُوَلِّهِمَا مِنَ الْأَمْرِ شَيْئًا فَإِنَّ كُلَّ صَانِعٍ هُوَ أَعْلَمُ بِصِنَاعَتِهٖ (السنن الكبرىٰ للبيهقى، رقم الحديث ۲۰۳۲۹، كتاب آداب القاضى، باب من يشاور)

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی طرف یہ لکھ کر بھیجا کہ آپ اپنے جنگی معاملات میں حضرت طُلیحہ اور عمرو بن معدی کرب سے مشورہ کیجئے، اور آپ کسی چیز میں ان سے اعراض نہ کیجئے؛ کیونکہ ہر کام (وپیشہ) کو کرنے والا اُس کام (اور پیشہ) کو زیادہ جانتا ہے (بیہقی)

اور حضرت شریح قاضی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ:

قَالَ لِىْ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ: أَنِ اقْضِ، بِمَا اسْتَبَانَ لَكَ مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ فَإِنْ لَمْ تَعْلَمْ كُلَّ كِتَابِ اللّٰهِ فَاقْضِ بِمَا اسْتَبَانَ لَكَ مِنْ قَضَاءِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنْ لَمْ تَعْلَمْ كُلَّ قَضِيَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ فَاقْضِ بِمَا اسْتَبَانَ لَكَ مِنْ أَئِمَّةِ الْمُهْتَدِيْنَ فَإِنْ لَمْ تَعْلَمْ كُلَّ مَا قَضَتْ بِهٖ أَئِمَّةُ الْمُهْتَدِيْنَ فَاجْتَهِدْ رَأْيَكَ وَاسْتَشِرْ أَهْلَ الْعِلْمِ وَالصَّلَاحِ (الفقيه والمتفقه للخطيب البغدادى، ج ۱ ص ۴۹۰، ذكر ما روى عن الصحابة والتابعين فى الحكم بالاجتهاد وطريق القياس)

ترجمہ: مجھے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ اُس چیز پر فیصلہ

www.idaraghufran.org

کیجیے، جو آپ کو اللہ کی کتاب سے ظاہر ہو؛ پھر اگر آپ کو اللہ کی کتاب میں معلوم نہ ہو، تو آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے سے جو کچھ ظاہر ہو، اُس کے مطابق فیصلہ کیجئے، پھر آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی فیصلے میں اس کا علم نہ ملے، تو آپ ائمۂ مہتدین کے فیصلے سے جو ظاہر ہو، اُس کے مطابق فیصلہ کیجئے۔ پھر اگر آپ کو ائمۂ مہتدین کے کسی فیصلے میں اس کا علم نہ ہو، تو آپ اپنی رائے میں غور وفکر کیجئے، اور اہلِ علم اور نیک لوگوں سے مشورہ کیجئے (خطیب بغدادی)

حضرت اشعث سے روایت ہے کہ:

إِذَا اخْتَلَفَ النَّاسُ فِي شَيْءٍ فَانْظُرْ كَيْفَ صَنَعَ فِيهِ عُمَرُ فَإِنَّهُ كَانَ لَا يَصْنَعُ شَيْئًا حَتَّى يَسْأَلَ وَيُشَاوِرَ (مصنف ابنِ ابی شیبة، رقم الحدیث ۲۶۷۹۹، کتاب الادب، باب فی المشورة من امربها)

ترجمہ: جب لوگ کسی چیز میں اختلاف کریں، تو آپ یہ دیکھیں کہ اس بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کیا طرزِ عمل اختیار کیا، کیونکہ وہ کوئی کام بھی نہیں کرتے تھے، جب تک کہ وہ (دوسروں سے) سوال اور مشاورت نہیں فرما لیتے تھے (ابنِ ابی شیبہ)

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ مَنْ أَرَادَ أَمْرًا فَشَاوَرَ فِيهِ، وَقَضٰى لِلّٰهِ، هُدِيَ لِأَرْشَدِ الْأُمُورِ (شعب الایمان للبیقی، ج۱۰ ص۳۹، رقم الحدیث ۷۱۳۲)[1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے کسی کام کا ارادہ کیا اور اس کام کے متعلق مشورہ کیا اور (اس کے بعد) اللہ کی رضا کے لیے اس کام کا فیصلہ کیا تو

---

[1] قال البیهقی:
لَا أَحْفَظُهُ إِلَّا بِهَذَا الْإِسْنَادِ .

www.idaraghufran.org

اللہ تعالیٰ اس کو معاملات کے صحیح راستے کی ہدایت عطا فرماتے ہیں (بیہقی)

یعنی مشورہ کی برکت سے اللہ تعالیٰ اس کا رُخ اسی طرف پھیر دیتے ہیں جو اس کے لئے انجام کار کے اعتبار سے خیر والا اور بہتر ہو (معارف القرآن عثمانی ج ۷ ص ۷۰۶ بتغیر)

اسی قسم کی حدیث حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی سند سے بھی مروی ہے۔ [1]

مگر اس روایت کو محدثین نے شدید ضعیف قرار دیا ہے۔ [2]

حضرت ایاس بن دغفل حارثی بصری سے روایت ہے کہ جلیلُ القدر تابعی حضرت حسن بصری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ:

مَا تَشَاوَرَ قَوْمٌ إِلَّا هُدُوْا لِأَرْشَدِ أَمْرِهِمْ (مصنف ابنِ ابی شیبة، رقم الحدیث ۲۶۸۰۰، کتاب الادب، باب فی المشورة من امر بها)

ترجمہ: جو لوگ بھی مشورہ کرتے ہیں، تو اُن کو اپنے معاملات کی بہترائی کی ہدایت عطا کی جاتی ہے (ابنِ ابی شیبہ)

اور حضرت سرّی بن یحییٰ سے روایت ہے کہ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ:

وَاللّٰهِ مَا اسْتَشَارَ قَوْمٌ قَطُّ إِلَّا هُدُوْا لِأَفْضَلِ مَا بِحَضْرَتِهِمْ، ثُمَّ تَلَا:

---

[1] حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ زَكَرِيَّا، ثَنَا عَمْرُو بْنُ الْحُصَيْنِ الْعُقَيْلِيُّ، ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُلَاثَةَ، عَنِ النَّضْرِ بْنِ عَرَبِيٍّ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ أَرَادَ أَمْرًا فَشَاوَرَ فِيهِ امْرَأً مُسْلِمًا وَفَّقَهُ اللَّهُ لِأَرْشَدِ أُمُورِهِ.
لَمْ يَرْوِ هَذَا الْحَدِيثَ عَنِ النَّضْرِ بْنِ عَرَبِيٍّ إِلَّا ابْنُ عُلَاثَةَ، تَفَرَّدَ بِهِ: عَمْرُو بْنُ الْحُصَيْنِ (المعجم الاوسط، رقم الحدیث ۸۳۳۳)

[2] قال الهيثمي:
رواه الطبراني في الأوسط، وفيه عمرو بن الحصين العقيلي وهو متروك (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۱۳۱۵۸، ج۸، ص۹۶، كتاب الادب، باب ماجاء في المشاورة)
و قال ابن طاهر المقدسي:
فيه محمد بن علاثة قال ابن حبان يروى الموضوعات (معرفة التذكرة، تحت رقم الرواية ۷۳۱)

www.idaraghufran.org

وَأَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ (الأدب المفرد للبخارى، رقم الرواية ۲۵۸،باب إثم من أشار على أخيه بغير رشدواللفظ لهٗ؛ الجامع لابن وهب، رقم الرواية ۲۸۱) [1]

ترجمہ: اللہ کی قسم کوئی قوم بھی کبھی مشورہ نہیں کرتی مگر اُسے اپنی ما حضر میں سے افضل ترین چیز کی ہدایت دی جاتی ہے۔

پھر حضرت حسن بصری رحمہ اللہ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

وَأَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ.

(کہ نیک لوگوں کے کام باہمی مشورہ سے ہوتے ہیں) (ادبُ المفرد)

جلیلُ القدر محدث حضرت نضر بن شُمیل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

مَا سَعِدَ أَحَدٌ بِاسْتِغْنَاءِ رَأْيٍ، وَلَا هَلَكَ امْرُؤٌ دَعَا مَشُوْرَةً (شعب الإيمان للبيهقى، ج۱۰ ص۴۲، رقم الحديث ۷۱۳۷)

ترجمہ: کوئی آدمی رائے سے بے نیاز (اور الگ تھلگ) ہوکر کامیاب نہیں ہوتا، اور کوئی آدمی مشورہ کے بعد ہلاک نہیں ہوتا (بیہقی)

اور جلیلُ القدر محدث عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن ابی حسین رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ:

يُقَالُ: مَا هَلَكَ امْرُؤٌ عَنْ مَشُوْرَةٍ، وَلَا سَعِدَ بِتَوَحُّدٍ (الجامع لابن وهب، رقم الرواية ۲۸۱،ص ۲۹۳)

ترجمہ: کہا جاتا ہے کہ کوئی آدمی مشورہ سے ہلاک نہیں ہوتا، اور کوئی آدمی تنہا رائے سے کامیاب نہیں ہوتا (الجامع ابنِ وہب)

اسی قسم کا مضمون حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کی سند سے ایک غیر معمولی ضعیف حدیث

---

[1] قال ابن حجر:
أخرج البخارى فى الأدب المفرد وبن أبى حاتم بسند قوى عن الحسن قال ما تشاور قوم قط بينهم إلا هداهم الله لأفضل ما يحضرهم وفى لفظ إلا عزم الله لهم بالرشد أو بالذى ينفع (فتح البارى، ج۱۳، ص۳۴۰، قوله باب قول الله تعالى وأمرهم شورى بينهم وشاورهم فى الأمر)

www.idaraghufran.org

میں بھی مروی ہے۔ ۱؎

مشورہ کی فضیلت واہمیت کے بارے میں اور بھی کئی روایات وآثار مروی ہیں، جن میں سے بعض سند کے لحاظ سے ضعیف یا شدید ضعیف ہیں۔ ۲؎

۱؎ أخبرنا الخصيب بن عبد الله القاضى ، ثنا الحسن بن رشيق ، ثنا محمد بن حفص الطالقانى ، ثنا صالح بن محمد الترمذى ، ثنا سليمان بن عمرو ، عن أبى حازم ، عن سهل بن سعد الساعدى ، قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : ما شقى عبد قط بمشورة ، وما سعد باستغناء برأى ، يقول الله تعالى :(وشاورهم فى الأمر) وقال تعالى (وأمرهم شورى بينهم(مسند الشهاب القضاعى،رقم الحديث ۷۲۲)

صالح بن محمد الترمذى .عن محمد بن مروان السدى وغيره .متهم ساقط.فمن بلاياه (قال) حدثنا مقاتل بن الفضل، عن مجاهد، عن ابن عباس بحديث متنه :من أكل الطين حشا الله بطنه نارا.قال ابن حبان فى تاريخ الثقات :صالح بن عبدالله الترمذى صاحب سنة وفضل، ليس بصالح بن محمد الترمذى، ذاک مرجء دجال من الدجاجلة.وقال أيضا :لا يحل كتب حديثه.كان مرجئا جهميا داعية، يبيع الخمر، ويبيح شربه، رشاهم فولوه قضاء ترمذ، فكان يؤدب من يقول :الايمان قول وعمل، حتى أنه أخذ رجلا من الصالحين من أصحاب الحديث، فجعل الحبل فى عنقه وطوف به.وكان الحميدى يقنت عليه بمكة، وإذا ذكره إسحاق بن راهويه بكى من تجريه على الله .وقال السليمانى :هو منكر الحديث، يقول بخلق القرآن .ولابى عون عصام بن الحسين فيه قصيدة طويلة منها :يفتى بشرق الارض شيخ مفتن *له قحم فى الصالحين إذا ذكر أناف على السبعين لا در دره وعجله ربى الجليل إلى سقر محلته لا يعبد الله غيره *محلة جهم عند ملتطم النهر على شط جيحون بترمذ قاضيا *مرمى بألوان الفضائح والقذر ويمدح فى هذه القصيدة صالح بن عبدالله الترمذى ويذكر فضله(ميزان الاعتدال فى نقد الرجال، تحت رقم ۳۸۲۵)

۲؎ عن سعيد بن المسيب ، عن على بن أبى طالب رضى الله عنه قال :قلت :يا رسول الله ، الأمر ينزل بنا بعدک لم ينزل به القرآن ولم نسمع منک فيه شيئا ، قال : اجمعوا له العابدين من المؤمنين واجعلوه شورى بينكم ولا تقضوا فيه برأى واحد قال أبو عمر : هذا حديث لا يعرف من حديث مالک إلا بهذا الإسناد ، ولا أصل له فى حديث مالک عندهم والله أعلم ولا فى حديث غيره ، وإبراهيم البرقى ، وسليمان بن بزيع ليسا بالقويين ولا ممن يحتج بهما ولا يعول عليهما(جامع بيان العلم وفضله لابن عبد البر، رقم الحديث ۱۰۲۲)

عَنْ عَاصِمِ بْنِ ضَمْرَةَ، عَنْ عَلِيٍّ، أَنَّهُ قَالَ لِلْحَسَنِ ابْنِهِ :يَا بُنَيَّ، سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ " :لَا مَالَ أَعْوَزُ مِنَ الْعَقْلِ، وَلَا فَقْرَ أَشَدُّ مِنَ الْجَهْلِ، وَلَا وَحْدَةَ أَشَدُّ مِنَ الْعُجْبِ، وَلَا مُظَاهَرَةَ أَوْثَقُ مِنَ الْمُشَاوَرَةِ، وَلَا عَقْلَ كَالتَّدْبِيرِ، وَلَا حَسَبَ كَحُسْنِ الْخُلُقِ، وَلَا وَرَعَ كَالْكَفِّ، وَلَا عِبَادَةَ كَالتَّفَكُّرِ، وَآفَةُ الْحَدِيثِ الْكَذِبُ، وَآفَةُ الْعِلْمِ

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

لیکن مجموعی طور پر ان سب سے مشورہ کی اہمیت وفضیلت معلوم ہوتی ہے۔ ۱؎

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

النِّسْيَانُ، وَآفَةُ الظَّرْفِ الصَّلَفُ، وَآفَةُ الْجَمَالِ الْبَغْيُ، وَآفَةُ الشَّجَاعَةِ الْفَخْرُ، يَا بُنَيَّ لَا تَسْتَخِفَّنَّ بِرَجُلٍ تَرَاهُ أَبَدًا، فَإِنْ كَانَ أَكْبَرَ مِنْكَ فَاحْسَبْ أَنَّهُ أَبُوكَ، وَإِنْ كَانَ مِثْلَكَ فَاحْسَبْ أَنَّهُ أَخُوكَ، وَإِنْ كَانَ أَصْغَرَ مِنْكَ فَاحْسَبْ أَنَّهُ ابْنُكَ .تَفَرَّدَ بِهِ هَذَا الْحَبَطِيُّ، عَنْ شُعْبَةَ وَلَيْسَ بِالْقَوِيِّ "(شعب الإيمان للبيهقي، رقم الحديث ۴۳۲۶، واللفظ لهٗ؛ المعجم الكبير للطبراني، رقم الحديث ۲۶۸۸)

قال الطبراني:

قَالَ أَبُو الْقَاسِمِ :لَمْ يَرْوِ هَذَا الْحَدِيثَ عَنْ شُعْبَةَ إِلَّا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ أَبُو رَجَاءٍ الْحَبَطِيُّ، تَفَرَّدَ بِهِ عُثْمَانُ بْنُ سَعِيدٍ الزَّيَّاتُ، وَلَا يُرْوَى عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ إِلَّا بِهَذَا الْإِسْنَادِ.

وقال الهيثمي:

رواه الطبراني، وفيه أبو رجاء الحنطي، واسمه محمد بن عبد الله، وهو كذاب (مجمع الزوائد، ج۱۰ ص۲۸۳، تحت رقم الحديث ۱۸۰۳۸، باب ما جاء في الحكمة والمروء ة)

وقال ابن حجر:

محمد بن عبد الله أبو رجاء الحبطي عن شعبة قال ابن حبان روى عن شعبة عن أبي إسحاق ما ليس من حديثه روى عنه عثمان بن سعيد الكندي الأحول فروى عثمان عنه عن شعبة عن أبي إسحاق عن الحارث عن علي رضي الله عنه سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول لا فقر أشد من الجهل ولا مال أعود من العقل ولا وحدة أوحش من العجب ولا مظاهرة أوثق من المشاورة الحديث (لسان الميزان، ج۲، ص۴۰۹)

۱؎ (رأس العقل بعد الإيمان بالله التودد إلى الناس) قال في الأصل رواه البيهقي في الشعب والعسكري والقضاعي عن أبي هريرة رضي الله عنه رفعه، ورواه أبو نعيم عن أنس وعلي، ورواه البيهقي أيضا عن علي بن زيد مرسلا، وزاد فيه وما يستغني رجل عن مشورة وأن أهل المعروف الدنيا هم أهل المعروف في الآخرة وأن أهل المنكر في الدنيا هم أهل المنكر في الآخرة، قال البيهقي إنه المحفوظ، ورواه العسكري أيضا عن ابن جذعان بلفظ ولن يهلك بدل وما يستغني وقال الغداني إن هشيما حدث به الرشيد فأمر له بعشرة آلاف درهم، ورواه العسكري أيضا عن جابر ابن عبد الله رفعه مثل الذي قبله وزاد وما سعد أحدا برأيه ولا شقي عن مشورة وإذا أراد الله بعبد خيرا فقهه في دينه وبصره عيوبه، ويعضده عند القضاعي عن سهل بن سعد مرفوعا بزيادة وما شقي عبد قط بمشورة ولا سعد باستغناء برأيه يقول الله تعالى *(وشاورهم في الأمر -وأمرهم شورى بينهم) * وللديلمي في مسنده بسند ضعيف عن عائشة مرفوعا :إن الله أمرني بمداراة الناس كما أمرني بإقامة الفرائض، وفي الباب عن أنس وابن عباس وعلي يتقوى بعضها ببعض (كشف الخفاء ومزيل الألباس، ج۱، ص۴۲۱، تحت رقم الحديث ۱۳۵۲)

Idara Ghufran

اور بہت سے علماء، حکماء اور عقلاء سے بھی مشورہ کی اہمیت اور فضیلت منقول ہے۔

چنانچہ امام ابوداؤد، امام احمد بن حنبل اور ابنِ مبارک جیسے جلیل القدر محدثین کے شیخ حضرت ابوبکر بن عیاش بن سالم اسدی رحمہ اللہ کے بارے میں مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ:

قَالَ بَعْضُ الْحُكَمَاءِ : مَنْ أُعْطِيَ أَرْبَعًا لَمْ يُمْنَعْ أَرْبَعًا: مَنْ أُعْطِيَ الشُّكْرَ لَمْ يُمْنَعِ الْمَزِيْدَ، وَمَنْ أُعْطِيَ التَّوْبَةَ لَمْ يُمْنَعِ الْقَبُوْلَ ، وَمَنْ أُعْطِيَ الْاِسْتِخَارَةَ لَمْ يُمْنَعِ الْخِيَرَةَ ، وَمَنْ أُعْطِيَ الْمَشُوْرَةَ ، لَمْ يُمْنَعِ الصَّوَابَ (المجالسة وجواهر العلم، لأبي بكر أحمد بن مروان الدينوري المالكي، ج٢ص٤١٣، تحت رقم الرواية ٥٩٥،دار ابن حزم ،بيروت)

ترجمہ: بعض حکماء نے فرمایا کہ جس کو چار چیزیں عطا کی گئیں تو وہ چار چیزوں سے محروم نہیں کیا جائے گا، جس کو شکر عطا کیا گیا، تو وہ مزید (نعمتوں کے عطا کیے جانے) سے محروم نہیں کیا جائے گا، اور جس کو توبہ (کی نعمت) عطا کی گئی، تو وہ (توبہ کے) قبول ہونے سے محروم نہیں کیا جائے گا، اور جس کو استخارہ (کرنے کی توفیق) عطا کی گئی، تو وہ خیر (اور بھلائی) سے محروم نہیں کیا جائے گا، اور جس کو مشورہ (کرنے کی توفیق) عطا کی گئی، تو وہ درستگی (اور صحیح کام) سے محروم نہیں کیا جائے گا (المجالسہ وجواہر العلم)

حضرت جعد بن مدینی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ بعض حکماء نے اپنے بیٹے کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا کہ:

وَلاَ ظَهِيرَ أَوْثَقُ مِنَ الْمَشُوْرَةِ وَلاَ وَحْدَةَ أَوْحَشُ مِنَ الْعُجُبِ (الترغيب والترهيب للأصبهاني، رقم الحديث ١٢١٦ ، باب الخاء ،باب في فضل حسن الخلق والترغيب في تحسينه)

ترجمہ: اور مشورہ سے زیادہ مضبوط کوئی مددگار نہیں ہے، اور خودرائی سے زیادہ

www.idaraghufran.org

تنہائی کی کوئی وحشت نہیں ہے (ترغیب وترہیب اصبہانی)

حضرت یحیٰ بن اکثم رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ:

أَرَادَ هَارُوْنُ الرَّشِيْدُ أَنْ يُوَلِّيَ رَجُلًا الْقَضَآءَ ، فَقَالَ لَهُ :إِنِّيْ لَا أُحْسِنُ الْقَضَاءَ وَلَا أَنَا فَقِيْهٌ. فَقَالَ لَهُ الرَّشِيْدُ : فِيْكَ ثَلَاثُ خِلَالٍ: لَكَ شَرَفٌ، وَالشَّرَفُ يَمْنَعُ صَاحِبَهُ مِنَ الدَّنَاءَةِ، وَلَكَ حِلْمٌ ، وَالْحِلْمُ يَمْنَعُ صَاحِبَهُ مِنَ الْعَجَلَةِ، وَمَنْ لَمْ يُعَجِّلْ قَلَّ خَطَؤُهُ ، وَأَنْتَ رَجُلٌ تُشَاوِرُ فِيْ أُمُوْرِكَ، وَمَنْ شَاوَرَ كَثُرَ صَوَابُهُ ، وَأَمَّا الْفِقْهُ؛ فَنَضُمُّ إِلَيْكَ مَنْ تَتَفَقَّهُ بِهِ. قَالَ يَحْيٰى :فَوُلِّيَ ؛ فَمَا وَجَدْنَا فِيْهِ مَطْعَنًا

(المجالسة وجواهر العلم لابی بكر أحمد بن مروان الدينوری المالكی رقم الرواية ۸۶۹، ج۳ص ۲۲۹، دار ابنِ حزم، بيروت)

ترجمہ: ہارون رشید نے ایک آدمی کو قاضی بنانے کا ارادہ کیا، تو اس آدمی نے ہارون رشید سے کہا کہ میں اچھا فیصلہ کرنا نہیں جانتا اور نہ میں فقیہ ہوں، تو اس کو ہارون رشید نے کہا کہ آپ میں تین خصلتیں ہیں، ایک تو آپ صاحبِ شرف آدمی ہیں، اور شرافت والے کو اس کی شرافت (درحقیقت) گری ہوئی حرکت سے منع کرتی ہے، اور دوسرے آپ حلیم اور بردبار ہیں، اور حلم و بردباری جلد بازی سے منع کرتی ہے، اور جو جلد بازی نہیں کرتا اس کی خطائیں کم ہوتی ہیں، اور تیسرے آپ اپنے معاملات میں مشورہ کرنے والے آدمی ہیں، اور جو شخص مشورہ کرتا ہے اس کے اکثر کام درست ہوتے ہیں، جہاں تک کہ فقہ کا تعلق ہے تو میں آپ کو ایسا شخص فراہم کردوں گا جس سے آپ فقہ حاصل کریں۔

حضرت یحیٰ فرماتے ہیں کہ اس آدمی کو قاضی بنا دیا گیا تو ہم نے اس میں کوئی قابلِ اعتراض بات نہیں پائی (المجالسہ وجواہر العلم)

www.idaraghufran.org

مبسوط سرخسی میں ہے کہ:

اَنَّہٗ لَایَنۡبَغِیۡ لِلۡقَاضِیۡ اَنۡ یَّتۡرُکَ الۡاِسۡتِشَارَۃَ،وَکَذَالِکَ غَیۡرُ الۡقَاضِیۡ اِذَا حَزَبَہٗ اَمۡرٌ فَالۡمَشۡوَرَۃُ تَلۡقِیۡحٌ لِلۡعُقُوۡلِ ،وَقَدۡقَالَ ﷺ (مَاھَلَکَ اِمۡرَؤٌ عَنۡ مَشۡوَرَۃٍ)(وَکَانَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ ﷺ یَسۡتَشِیۡرُ اَصۡحَابَہٗ رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡھُمۡ فِیۡ کُلِّ شَیۡئٍ حَتّٰی فِیۡ قُوۡتِ اَھۡلِہٖ وَاِدَامِھِمۡ) (المبسوط للسرخسی ج۱۶ ص۱۷۴، کتاب ادب القاضی،باب اختلاف الشھادۃ،دار المعرفۃ،بیروت)

ترجمہ: قاضی کے لئے مشورہ چھوڑ دینا ٹھیک نہیں ہے، اوراسی طرح قاضی کے علاوہ دوسرے شخص کو بھی مشورہ چھوڑنا ٹھیک نہیں ہے جبکہ کوئی سخت معاملہ پیش آئے، کیونکہ مشورہ عقلوں کی آزمائش کا ذریعہ ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مشورہ کرنے والا مشورہ کرنے کے بعد ہلاک نہیں ہوگا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ سے ہر چیز میں مشورہ فرمایا کرتے تھے، یہاں تک کہ اپنے گھروالوں کی خوراک اوران کے سالن کے متعلق بھی (مبسوط سرخسی)

مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس قسم کی بھی بڑی یا چھوٹی چیز میں ضرورت محسوس کرتے تھے اس میں حسبِ ضرورت مشورہ فرمایا کرتے تھے، خواہ وہ چیز گھریلو کھانے پکانے سے متعلق ہی کیوں نہ ہو۔

علامہ ابن الحاج رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

وَقَالَ بَعۡضُ السَّلَفِ مِنۡ حَقِّ الۡعَاقِلِ اَنۡ یُّضِیۡفَ اِلٰی رَاۡیِہٖ آرَاءَ الۡعُلَمَآءِ وَیَجۡمَعَ اِلٰی عَقۡلِہٖ عُقُوۡلَ الۡحُکَمَآءِ فَالرَّاۡیُ الۡفَذُّ رُبَمَازَلَّ وَالۡعَقۡلُ الۡفَرۡدُ رُبَمَا ضَلَّ، وَقَالَ عَلِیُّ بۡنُ اَبِیۡ طَالِبٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُ اَلۡاِسۡتِشَارَۃُ عَیۡنُ الۡھِدَایَۃِ وَقَدۡ خَاطَرَ مَنِ اسۡتَغۡنٰی بِرَاۡیِہٖ، وَقَالَ لُقۡمٰنُ لِاِبۡنِہٖ شَاوِرۡ

www.idaraghufran.org

مَنْ جَرَّبَ الْأُمُوْرَفَإِنَّهُ يُعْطِيكَ مِنْ رَأْيِهِ مَاقَامَ عَلَيْهِ بِالْغَلَاءِ وَأَنْتَ تَأْخُذُهُ مِنْهُ بِالرَّخَاءِ، وَقَالَ بَعْضُ الْبُلَغَاءِ اَلْخَطَأُمَعَ الْإِسْتِرْشَادِ اَحْمَدُمِنَ الصَّوَابِ مَعَ الْإِسْتِبْدَادِ،وَقَدْ رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ اَنَّهُ قَالَ (نَقِّحُوا عُقُوْلَكُمْ بِالْمُذَاكَرَةِ وَاسْتَعِيْنُوْا عَلٰىٓ اُمُوْرِكُمْ بِالْمُشَاوَرَةِ)

(المدخل لابن حاج ج۳ص ۱۴۱وص ۱۴۲ فصل فی المشاورۃ،دار التراث، بیروت)

ترجمہ: اور بعض سلف نے فرمایا کہ عقلمند آدمی کے ذمہ ہے کہ وہ (مشورہ کرکے) اپنی رائے کو علماء کی آراء کے ساتھ ملالے،اور اپنی عقل کی طرف حکماء (سمجھ دارلوگوں) کی عقلوں کو جمع کرلے، کیونکہ تنہا رائے بسااوقات بہک جاتی ہے، اور تنہا عقل بسااوقات گمراہ ہوجاتی ہے،اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ: مشورہ کرنا عین ہدایت ہے،اور جس شخص نے اپنی رائے کو کافی سمجھا اس نے اپنے آپ کو بڑے خطرے میں ڈال لیا، اور حضرت لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے سے فرمایا کہ جو شخص (متعلقہ) معاملات میں تجربہ رکھتا ہو، اس سے مشورہ کرو، کیونکہ وہ آپ کو اپنی رائے سے وہ چیز دے گا کہ جو قیمتی اور گراں قدر ہوگی،اور آپ اس سے خوش حالی کو پاؤ گے،اور بعض بلاغت کے ماہرین نے فرمایا کہ مشورہ کرنے کے بعد کی خطا اچھی ہے اس درستگی سے جو تنہا اپنی رائے کے بل بوتے پر ہو،اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا ’’اپنی عقلوں کو مذاکرہ کے ذریعہ صاف کرو،اور اپنے معاملات پر مشورہ کرکے مدد حاصل کرو‘‘ (مدخل)

اور محمد بن مفلح مقدسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

وَقِيلَ لِرَجُلٍ مِنْ عَبْسٍ مَا أَكْثَرَ صَوَابَكُمْ ؟ قَالَ : نَحْنُ أَلْفٌ وَفِيْنَا وَاحِدٌ حَازِمٌ وَنَحْنُ نُشَاوِرُهُ وَنُطِيْعُهُ فَصِرْنَا أَلْفَ حَازِمٍ (الآدابُ الشرعية،

ج ۱ ص ۳۲۷، فَصلٌ فِی الْتِزَامِ الْمَشُورَۃِ فِی الْأُمُورِ کُلِّھَا)

ترجمہ: اور عبس کے ایک آدمی سے کہا گیا کہ آپ کے اکثر کاموں کو درست کس نے کیا؟ تو اس نے جواب میں کہا کہ ہم ہزار آدمی ہیں اور ہم میں ایک تجربہ کار آدمی ہے اور ہم سب اس ایک تجربہ کار آدمی سے مشورہ کرتے ہیں اور ہم اس کی بات مانتے ہیں تو اس طرح سے ہم ہزار تجربہ کار آدمی ہو گئے ہیں (آداب الشرعیہ)

نیز فرماتے ہیں کہ:

وَقَالَ عَمْرُو بْنُ الْعَاصِ : مَا نَزَلَتْ بِیْ قَطُّ عَظِیْمَۃٌ فَأَبْرَمْتُھَا حَتّٰی أُشَاوِرَ عَشَرَۃً مِّنْ قُرَیْشٍ ، فَإِنْ أَصَبْتُ کَانَ الْحَظُّ لِیْ دُونَھُمْ ، وَإِنْ أَخْطَأْتُ لَمْ أَرْجِعْ عَلٰی نَفْسِیْ بِلَائِمَۃٍ ....وَقَالَ عَبْدُ الْمَلِکِ بْنُ مَرْوَانَ :لَأَنْ أُخْطِءَ وَقَدْ اسْتَشَرْتُ أَحَبُّ إِلَیَّ مِنْ أَنْ أُصِیبَ مِنْ غَیْرِ مَشُوْرَۃٍ۔ وَقَالَ قُتَیْبَۃُ بْنُ مُسْلِمٍ :الْخَطَأُ مَعَ الْجَمَاعَۃِ أَحَبُّ إِلَیَّ مِنَ الصَّوَابِ مَعَ الْفُرْقَۃِ وَإِنْ کَانَتْ الْجَمَاعَۃُ لَا تُخْطِءُ وَالْفُرْقَۃُ لَا تُصِیبُ (الآداب الشرعیۃ، ج ۱ ص ۳۲۷،۳۲۸، فَصلٌ فِی الْتِزَامِ الْمَشُورَۃِ فِی الْأُمُورِ کُلِّھَا)

ترجمہ: اور حضرت عمر بن عاص نے فرمایا کہ مجھے جب بھی کوئی بڑا واقعہ پیش آیا تو میں نے اس کو اس وقت تک انجام نہیں دیا جب تک کہ قریش کے دس لوگوں سے مشورہ نہیں کر لیا پھر اگر (مشورہ کے بعد) میں نے درست کام کیا، تو میری عزت ان کی نظروں میں رہی، اور اگر میں نے غلط کام کیا تو میں نے اپنے آپ پر ملامت نہیں کی......اور عبدالملک بن مروان کہتے ہیں کہ میں مشورہ کرنے کے بعد کوئی غلطی کروں تو یہ مجھے زیادہ پسند ہے اس سے کہ میں مشورہ کے بغیر کوئی درست کام کروں، اور قتیبہ بن مسلم فرماتے ہیں کہ جماعت کے ساتھ رہ کر غلطی کرنا مجھے

Idara Ghufran

زیادہ پسند ہے اس بات کے مقابلے میں کہ میں الگ ہوکر درست کام کروں اگر چہ جماعت غلط کام نہیں کرتی اور تنہا انسان درست کام نہیں کرتا (آدابُ الشرعیہ)

شارحِ حدیث امام مناوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

اَلْمَشْوَرَةُ عِمَادُ كُلِّ صَلاَحٍ وَبَابُ كُلِّ فَلاَحٍ وَنَجَاحٍ (فیض القدير للمناوی ج٦ ص٥٠، تحت رقم الحديث ٨٣٩١، حرف الميم)

ترجمہ: مشورہ ہر درستگی کا ستون ہے اور ہر کامیابی و آسانی کا دروازہ ہے (فیض القدیر)

اور ایک عربی شاعر کہتا ہے کہ:

اَلرَّأْیُ كَاللَّيْلِ مُسَوِّدٍ جَوَانِبُهٗ　　وَاللَّيْلُ لاَ يَنْجَلِیْ اِلَّا بِاِصْبَاحٍ

فَاضْمُمْ مَصَابِيْحَ آرَاءِ الرِّجَالِ اِلٰى　　مِصْبَاحِ رَأْيِكَ تَزْدُدْ ضَوْءُ مِصْبَاحٍ

(العقد الفريد لابن عبدربه الاندلسی، ج١، ص٦٠، المشورة، دارالكتب العلمية، بيروت، و نهاية الأرب فی فنون الأدب للنويری، ج٢، ص١٨٤)

ترجمہ: رائے اُس رات کی طرح ہے کہ جس کے ہر طرف اندھیرا اور تاریکی ہے اور رات کا اندھیرا صبح کی روشنی کے بغیر ختم نہیں ہوسکتا۔

پس تم لوگوں کی رایوں کے چراغوں کی روشنیوں کو اپنی رائے کے چراغ کی روشنی کے ساتھ ملالو تاکہ تمہارے چراغ کی روشنی بڑھ جائے (عقدُ الفرید)

مطلب یہ ہے کہ ایک چراغ کی روشنی کم ہوتی ہے اور بہت سے چراغ مل کر روشنی بہت زیادہ ہوجاتی ہے، بہت سے چراغوں کی روشنی تیز بھی ہوتی ہے، اور دُور تک بھی پہنچتی ہے، اور پھر کوئی چیز اندھیرے اور شبہ میں نہیں رہ پاتی، اسی طرح مشورے میں جب زیادہ رائے ملتی ہیں تو تیز اور دُور تک کی روشنی سے معاملے کے تمام پہلو اور دُور رَس نتائج واضح ہوجاتے ہیں۔

مگر شرط یہ ہے کہ عقل کے چراغ کو اخلاص، تقوے، اور امانت ودیانت کے تیل سے روشن

Idara Ghufran

کیا جائے، اگر اللہ نہ کرے کسی چراغ میں خود غرضی، حسد، اور پارٹی بندی کے تیل کا کوئی قطرہ بھی شامل ہوگیا تو اس چراغ میں سے سوائے دھویں کے اور کچھ نمودار نہیں ہوگا اور دھویں کے اندھیرے کے علاوہ اس کی بدبُو الگ تکلیف دہ ہوگی (معارف القرآن ادریسی جلد۲ صفحہ ۷۹، بتغیر)

ایک شخص نے بغداد کے بادشاہ عضدُ الدولہ کی تعریف میں یہ لکھا کہ:

لَهٗ وَجْهٌ فِيْهِ اَلْفُ عَيْنٍ وَفَمٌ فِيْهِ اَلْفُ لِسَانٍ

وَصَدْرٌفِيْهِ اَلْفُ قَلْبٍ

(ربیع الأبرار للزمخشری، ج۳، ص۴۵۷، الباب السابع والخمسون العقل، والفطنة، والشهامة، والرأی، والتدبیر، والتجارب، والنظر فی العواقب، مؤسسة الاعلمی، بیروت)

ترجمہ: اس کا ایک چہرہ ہے جس میں ہزار آنکھیں ہیں اور اس کا ایک منہ ہے جس میں ہزار زبانیں ہیں اور اس کا ایک سینہ ہے جس میں ہزار دل ہیں (ربیع الابرار)

مطلب یہ تھا کہ عضدالدولہ بادشاہ باوجود عقل منداور دانش مند ہونے کے تنہا اپنی رائے سے کوئی کام نہیں کرتا بلکہ ہزار عاقلوں کے مشورے سے کام کرتا ہے گویا کہ ہزار دلوں اور ہزار آنکھوں اور ہزار زبانوں سے سوچتا، دیکھتا اور بولتا ہے (معارف القرآن ادریسی جلد۲ صفحہ۸۰، بتغیر)

بعض عقلاء کا قول ہے کہ:

شَاوِرْ مَنْ جَرَّبَ الْاُمُوْرَ فَاِنَّهٗ يُعْطِيْكَ مِنْ رَأْيِهٖ مَاوَقَعَ عَلَيْهِ غَالِياً وَاَنْتَ تَأْخُذُهٗ مَجَّانًا (تفسیرقرطبی، ج۴ ص۲۵۱، تحت آیت ۱۵۹ من سورة آلِ عمران)

ترجمہ: معاملات میں تجربہ کار شخص سے مشورہ کیجیے وہ آپ کو اپنی رائے سے وہ چیز دے گا کہ جو اُس کو بہت مہنگے اور گراں قدر طریقے سے حاصل ہوئی ہوگی اور آپ اُس سے اِس کو مفت میں حاصل کرلیں گے (قرطبی)

بعض عارفین کا قول ہے کہ:

www.idaraghufran.org

اَلْاِسْتِشَارَۃُ بِمَنْزِلَۃِ تَنْبِیْہِ النَّآئِمِ اَوِ الْغَافِلِ فَاِنَّہٗ یَکُوْنُ جَازِمًا بِشَیْءٍ یَعْتَقِدُ اَنَّہٗ صَوَابٌ وَھُوَ بِخِلَافِہٖ (فیض القدیرللمناوی، ج۵ ص ۴۴۲، تحت رقم الحدیث ۷۸۹۵، حرف المیم)

ترجمہ: مشورہ طلب کرنا ایسا ہے جیسا کہ سونے والے کو جگا دینا یا غافل کو آگاہ کر دینا کیونکہ ایک شخص کسی چیز کا یقین کے ساتھ یہ اعتقاد کیے ہوئے ہوتا ہے کہ وہ درست ہے، حالانکہ وہ درست نہیں ہوتی (فیض القدیر)

مطلب یہ ہے کہ جس طرح سونے والے کو جگا دیا جائے یا غافل کو آگاہ کر دیا جائے، اسی طرح مشورہ کی برکت سے غافل شخص اپنی غفلت سے آگاہ ہو جاتا ہے۔

بعض حکماء کا قول ہے کہ:

اَلْاِسْتِشَارَۃُ عَیْنُ الْھِدَایَۃِ وَقَدْ خَاطَرَ مَنِ اسْتَغْنٰی بِرَأْیِہٖ (أدبُ الدنیا والدین، ص ۳۰۰، الباب الخامس، ادبُ النفس، الفصلُ الثالث)

ترجمہ: مشورہ کرنا خاص ہدایت ہے، اور جس شخص نے اپنی رائے کو کافی سمجھا (مشورے کی ضرورت نہ سمجھی) اُس نے اپنے آپ کو خطرے میں ڈال لیا (ادبُ الدنیا والدین)

اور بعض حکماء کا قول ہے کہ:

نِصْفُ رَأْیِکَ مَعَ أَخِیْکَ فَشَاوِرْہُ لِیَکْمُلَ لَکَ الرَّأْیُ (أدب الدنیا والدین، ص ۳۰۳، الباب الخامس، ادب النفس، الفصل الثالث فی المشورۃ)

ترجمہ: تمہاری آدھی رائے تمہارے بھائی کے ساتھ ہے، اس لیے اس سے مشورہ کرو، تاکہ آپ کی رائے مکمل ہو جائے (ادبُ الدنیا والدین)

اور بعض ادیبوں کا قول ہے کہ:

مَنِ اسْتَغْنٰی بِرَأْیِہٖ ضَلَّ وَمَنِ اکْتَفٰی بِعَقْلِہٖ زَلَّ (أدب الدنیا والدین، ص ۳۰۰،

www.idaraghufran.org

الباب الخامس ،ادب النفس ،الفصل الثالث فی المشورۃ)

ترجمہ: جس نے اپنی رائے کو کافی سمجھا، وہ راستے سے بھٹک گیا اور جس نے اپنی عقل پر اکتفا کیا وہ پھسل گیا (ادبُ الدنیا والدین)

اور بعض حکماء کا قول ہے کہ:

مَنِ اسْتَعَانَ بِذَوِی الْعُقُوْلِ فَازَ بِدَرْکِ الْمَأْمُوْلِ (أدب الدنیا والدین، ص ۳۰۱، الباب الخامس ،ادب النفس ،الفصل الثالث فی المشورۃ)

ترجمہ: جس نے عقل مندوں سے (مشورہ کرکے) تعاون حاصل کیا وہ اپنے مقصود کو پانے میں کامیاب ہوگیا (ادبُ الدنیا والدین)

مذکورہ عبارات اور حوالہ جات سے بحمداللہ تعالیٰ مشورہ کی فضیلت واہمیت اور بے شمار فوائد ومنافع معلوم ہوگئے۔

مشورہ کا مقصد اور فائدہ

گذشتہ تفصیل کے پیشِ نظر اب یہ سمجھنا مشکل نہ رہا کہ مشورہ کا مقصد یہ ہے کہ اس کی وجہ سے معاملہ کے تمام پہلو (منافع اور مضرات) سامنے آجائیں، حق واضح ہوجائے، اور مفید ومناسب پہلو متعین کرکے فیصلہ کرنے میں آسانی ہو، خواہ مشورہ دینے والوں کی رایوں میں سے کسی ایک رائے کا حق ومفید ہونا واضح ہوجائے یا سب رایوں کے سامنے آنے سے کوئی مفید صورت ذہن میں آجائے جو حق پر ہو (انفاسِ عیسیٰ صفحہ ۳۱۱، بتغیر)

چنانچہ ہدایہ میں ہے کہ:

اَلْاِسْتِشَارَۃُ لِتَحَرِّی الصَّوَابَ (ھدایۃ، ج ۱ ص ۲۴۰، کتاب الطلاق، فصل فی الامر بالید؛ وتبیین الحقائق، ج ۲ ص ۲۲۴)

ترجمہ: مشورہ اس لیے کیا جاتا ہے کہ درست رائے کو تلاش کیا جائے (ہدایہ)

www.idaraghufran.org

ابنِ عربی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

اَلشُّورٰی اُلْفَةٌ لِلْجَمَاعَةِ وَمِسْبَارٌ لِلْعُقُوْلِ وَسَبَبٌ اِلَى الصَّوَابِ (احکام القرآن لابنِ العربی، ج۴ص ۱۹۱،الآیة الرابعة، سورة الشوریٰ ،تحت قوله تعالیٰ والذین استجابوا لربهم الخ)

ترجمہ: مشورہ کا عمل جماعت میں الفت ومحبت کا ذریعہ ہے،اورعقلوں کی گہرائی معلوم کرنے کا ذریعہ ہے اوردرست راستہ کا سبب ہے (احکامُ القرآن ابنِ عربی)

اورشرحُ النیل وشفاءُ العلیل میں ہے کہ:

وَفِی الْمَشُوْرَةِ اَرْبَعُ خِصَالٍ ،اِنَّهَا سُنَّةٌ وَتُثَبِّتُ الْمَوَدَّةَ وَتُذْهِبُ الضَّغِيْنَةَ وَتَفْتَحُ الْبَابَ (شرح النیل وشفاء العلیل، الکتاب السابع عشر فی الاحکام، باب فی الامروالنهی وغیرذلک)

ترجمہ: اورمشورہ میں چارخوبیاں ہیں،ایک یہ کہ وہ سنت ہے،دوسرے یہ کہ وہ محبت ومودت کو پیدااورقائم کرتا ہے،تیسرے یہ کہ اس سے کینہ کپٹ دورہوتا ہے، چوتھے یہ کہ اس سے راستہ کھلتا ہے (شرح نیل)

مشورہ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا حکم اوررسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وصحابۂ کرام کی مضبوط ومستحکم سنت ہے،اس لیے اس میں بے شمارفوائدومنافع ہیں۔

سب سے اہم اورعظیم فائدہ تو یہی ہے کہ یہ سنت ہے اورجوعمل سنت ہوتا ہے اس میں بے شمارانواروبرکات ہوتی ہیں،دوسرے مشورہ کے ذریعہ سے آپس میں الفت ومحبت قائم ہوتی ہے، تیسرے اس کے ذریعہ سے آپس میں بغض وعداوت اورکینہ کپٹ کا ازالہ ہوتا ہے، چوتھے اس کے ذریعہ سے آسانی اورکامیابی کا راستہ کھلتا ہے،پانچویں اس کے ذریعے سے عقل کے جوہر کھلتے ہیں،چھٹے اس کے ذریعہ سے انسان راہِ راست اورکامیابی کو پالیتا ہے، ساتویں اس کی برکت سے اپنی کمزوریوں اورخامیوں کا علم ہوتا ہے،آٹھویں اس سے تجربہ کی

دولت حاصل ہوتی ہے۔

مشورہ دینے والوں میں کوئی زیادہ ہوشیار، تجربہ کار، اورصاحبِ تدبیر ہوتا ہے، اس لیے مشورہ کے ذریعہ سے مسئلہ کے تمام پہلو روشن ہو جاتے ہیں، اوراطراف وجوانب کی چھوٹی اور بڑی چیزیں نمودار ہو جاتی ہیں۔

مشورہ کس قسم کے کاموں میں کرنا چاہیے؟

یہ سمجھ لینا ضروری ہے کہ استخارہ کی طرح (جیسا کہ آگے آتا ہے) مشورہ بھی صرف انہی چیزوں میں کرنا چاہئے، جن کے بارے میں قرآن وحدیث کا کوئی واضح اور قطعی حکم موجود نہ ہو، خواہ وہ کام دین کا ہو یا دنیا کا، ورنہ جہاں کوئی قطعی اورواضح شرعی حکم موجود ہو اس میں کسی سے مشورہ کی ضرورت نہیں بلکہ جائز بھی نہیں؛ جیسا کہ کوئی شخص اس بارے میں مشورہ کرے کہ نماز پڑھے یا نہیں؟ زکاۃ ادا کرے یا نہیں؟ حج کرے یا نہیں؟

یہ مشورہ کی چیزیں نہیں، شرعی طور پر فرضِ قطعی ہیں؛ البتہ اس میں مشورہ کیا جاسکتا ہے کہ حج کرنے کے لیے کون سی سواری یا کون سے جہاز یا کس راستے سے جائے، اور کون سے ادارے کو واسطہ بنائے، اسی طرح زکاۃ کے معاملے میں یہ مشورہ کیا جاسکتا ہے کہ اس کو کہاں اور کن غریب لوگوں پر خرچ کیا جائے، کیونکہ یہ سب چیزیں شرعاً اختیاری ہیں اور ان میں شریعت کی طرف سے کوئی پابندی نہیں (معارف القرآن عثمانی جلد۲ صفحہ ۲۲۰، بتغیر) [1]

---

[1] والمراد ما لم يكن لهم فيه نص شرعي وإلا فالشورى لا معنى لها وكيف يليق بالمسلم العدول عن حكم الله عز وجل إلى آراء الرجال والله سبحانه هو الحكيم الخبير، ويؤيد ما قلنا ماأخرجه الخطيب عن علي كرم الله تعالى وجهه قال :قلت يا رسول الله الأمر ينزل بنا بعدك لم ينزل فيه قرآن ولم يسمع منك فيه شيء قال :اجمعوا له العابد من أمتي واجعلوه بينكم شورى ولا تقضوه برأي واحد(روح المعانی ، ج۱۳ ص۴۷، تحت آیت ۳۵ من سورة الشوریٰ)

وانماذكرناالنص بالتعين لامن الاحكام المنصوصة مالاتعيين فيه كتعيين السنة والطريق فى الحج فان الحج وان كان منصوصاً ولكن لاتعيين فى النص للوقت والطريق فجازت فيه المشورة بخلاف

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

خلاصہ یہ کہ اُمور دو قسم کے ہوتے ہیں؛ ایک اُمورِ منصوصہ یعنی جن کا حکم شریعت میں صراحتاً

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

الصلاة الخمس المؤقتة فانهٔ لامحل للمشورة فيه فلايشاورفى انه يصلى الفرائض الخمس ام لا ؟ (احكام القرآن للتهانوى جلد۴صفحه ۱۶۲، و۱۶۳)

وفى الذى أمر بمشاورتهم فيه قولان حكاهما القاضى أبو يعلى أحدهما أمر الدنيا خاصة (والثانى) أمر الدنيا والدين وهو أصح(الآداب الشرعية ج ا ص ۳۲۶،فصل فى معنى قوله وشاورهم فى الأمر)

ويتأكدالامر بالمشاورة فى حق ولاة الامور العامة كالسلطان والقاضى ونحوهما (الاذكارالنووية ص ۳۲۴، باب الحث على المشاورة)

واتفق الفقهاء على أن محل مشاورته صلى الله عليه وسلم لا تكون فيما ورد فيه نص؛ إذ التشاور نوع من الاجتهاد ولا اجتهاد فى مورد النص(الموسوعة الفقهية،ج۲۶ ص ۲۸۱،مادة شورىٰ)

وقال آخرون :كان مأمورا بمشاورتهم فى أمور الدين والحوادث التى لا توقيف فيها عن الله تعالى , وفى أمور الدنيا أيضا مما طريقه الرأى وغالب الظن ;وقد شاورهم يوم بدر فى الأسارى وكان ذلك من أمور الدين ,وكان صلى الله عليه وسلم إذا شاورهم فأظهروا آراء هم ارتأى معهم وعمل بما أداه إليه اجتهاده ,وكان فى ذلك ضروب من الفوائد :أحدها :إعلام الناس أن ما لا نص فيه من الحوادث فسبيل استدراك حكمه الاجتهاد وغالب الظن(احكام القرآن للجصاص ج۲ ص ۵۲، تحت آيت ۱۵۹ من سورة آلِ عمران)

ولا بد من أن تكون مشاورة النبى صلى الله عليه وسلم إياهم فيما لا نص فيه ;إذ غير جائز أن يشاورهم فى المنصوصات ,ولا يقول لهم ما رأيكم فى الظهر والعصر والزكاة وصيام رمضان؟ ولما لم يخص الله تعالى أمر الدين من أمور الدنيا فى أمره صلى الله عليه وسلم بالمشاورة وجب أن يكون ذلك فيهما جميعا ......ولا فرق بين اجتهاد الرأى فيه وبينه فى أحكام سائر الحوادث التى لا نصوص فيها ;وفى ذلك دليل على صحة القول باجتهاد الرأى فى أحكام الحوادث وعلى أن كل مجتهد مصيب وعلى أن النبى صلى الله عليه وسلم قد كان يجتهد رأيه فيما لا نص فيه(احكام القرآن للجصاص ج۲ص۵۳، تحت آيت ۱۵۹ من سورة آلِ عمران)

ترجيح القول بانهٔ ﷺ امربالمشاورة فيمالانص فيه من امورالدين والدنياجميعا : فالحق ماقاله آخرون :انه ﷺ كان ماموراً بمشاورتهم فى امورالدين والحوادث التى لاتوقيف فيه عن الله تعالىٰ ، اذغيرجائز ان يشاورهم فى المنصوصات ،ولايقول لهم: مارايكم فى الظهر والعصر والزكاة وصيام رمضان؟ وكان يشاور هم فى امورالدنيا ايضا مماطريقه الراى وغالب الظن (احكام القرآن للتهانوى جلد۲صفحه۶۶و۶۷)

ولمالم يخص الله تعالىٰ امرالدين من امورالدنيافى امره ﷺ بالمشاورة وجب ان يكون ذالك فيهماجميعاً فيمالانص فيه ((احكام القرآن للتهانوى جلد۲صفحه۶۸)

فإن أشكل عليه شاور رهطا من أهل الفقه فيه، وكذلك إن لم يكن من أهل الاجتهاد فعليه أن يشاور الفقهاء ؛ لأنه يحتاج إلى معرفة الحكم ليقضى به، وقد عجز عن إدراكه بنفسه فليرجع إلى من يعرف ذلك(المبسوط للسرخسى ج ۱۶ ص ۸۴،كتاب ادب القاضى)

www.idaraghufran.org

موجود ہے جیسے نماز، روزہ وغیرہ۔

دوسرے اُمورِ غیر منصوصہ یعنی جن کا حکم شریعت میں صراحتاً موجود نہیں۔

اُمورِ منصوصہ میں تو مشورے کی ضرورت نہیں اور اُمورِ غیر منصوصہ مشورے کے مستحق ہیں۔ ۱

پس ہر ایسے معاملہ میں جس میں رائیں مختلف ہو سکتی ہوں خواہ وہ معاملہ دین کا ہو یا دنیا کا، حکومت سے متعلق ہو یا کسی ادارے سے متعلق اور تجارت و ملازمت سے متعلق ہو یا گھریلو اور خانگی معاملات سے متعلق یا کسی دوسرے شعبہ سے متعلق، اس میں مشورہ کرنا سنت ہے۔

بہت سے فقہی معاملات میں بھی جن میں کوئی صریح نص موجود نہ ہو، ہر دور میں موجود فقہاء سے مشورہ کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔

مشورہ جس کام سے متعلق کیا جائے اس کی اہمیت ہونی چاہیے، یہ نہیں کہ ہر معمولی اور چھوٹے بڑے کام میں مشورہ لے کر بیٹھ جائیں؛ کیونکہ اس طرح کرنے کے نتیجے میں انسان کسی دوسرے کام کا نہیں رہے گا اور وقت ضائع کرنے کے علاوہ اور کچھ ہاتھ نہیں آئے گا۔ ۲

---

۱ حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

''قابلِ مشورہ وہ امور ہیں کہ جن میں شریعت یا عقل یا تجربہ کے لحاظ سے نفع اور ضرر کی جہت متعین نہ ہو، جہت متعین کرنے کے لئے مشورہ کیا جاتا ہے اور جن امور میں شریعت نے کوئی جہت متعین کر دی ہو، ان میں مشورہ جائز نہیں'' (دستورِ اسلام مع نظامِ اسلام ص ۵۳، مطبوعہ: مکتبہ عثمانیہ، علامہ اقبال ٹاؤن، لاہور)

۲ اللہ تعالیٰ کے قول ''وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ'' (آلِ عمران آیت نمبر ۱۵۹) ''میں امر سے مراد اہم کام ہے، خواہ وہ حکومت سے متعلق ہو یا غیر حکومت سے متعلق ہو۔

لفظِ امر عربی زبان میں کئی معنیٰ کے لیے آتا ہے، ایک معنیٰ عام ہیں، یعنی ہر اہم قول اور فعل اور دوسرے معنیٰ خاص ہیں یعنی حکم اور حکومت (اور اللہ تعالیٰ کی مخصوص صفت کے لیے بھی امر کا لفظ آتا ہے)

مذکورہ آیت میں لفظِ امر میں دونوں معنیٰ کا امکان ہے، اور اگر یہ کہا جائے کہ پہلے معنیٰ مراد ہیں اور اس میں دوسرے معنیٰ بھی شامل ہیں تو بھی کوئی حرج نہیں کیونکہ حکم اور حکومت کے معاملات سب ہی اہم ہیں، اس لیے امر کے معنیٰ ان آیات میں ہر اس کام کے ہیں جو خاص اہمیت رکھتا ہو خواہ حکومت سے متعلق ہو یا حکومت کے علاوہ دوسرے معاملات سے متعلق ہو (معارف القرآن عثمانی جلد ۲ صفحہ ۲۱۸، بتغیر)

وانما قیدنا بمهمات الامور لما یشیر الیه لفظ الامر بمعنی الشان کما ذکره فی الروح فلم تکن المشورة مستحبة فی غیر المهمات کالاکل والشرب وعامة سفساف الامور (احکام القرآن للتهانوی جلد ۴ صفحه ۱۶۲)

اب ہم ذیل میں چند مثالوں کے ذریعہ واضح کرتے ہیں کہ کس قسم کے کاموں میں مشورہ کرنا چاہئے اور کسی قسم کے کاموں میں نہیں کرنا چاہئے:

مثال نمبر ۱...... حاکم اپنے علاقہ میں یا مہتمم ومنتظم اپنے ادارہ میں کوئی قانون وضابطہ بنانا چاہتا ہے، جس پر شریعت نے کوئی مثبت ومنفی، قطعی حکم عائد نہیں کیا، تو اس کے لیے قانون سازی کے سلسلہ میں مشورہ واستخارہ کرنا درست ہے، لیکن جس چیز کے متعلق شریعت نے حکم واضح اور متعین کر دیا ہے، اس پر مشورہ واستخارہ کی اجازت نہیں۔

مثال نمبر ۲...... کوئی شرعی مسئلہ ایسا پیش آ گیا ہے جس کا حکم شرعی اعتبار سے واضح نہیں اور اس کا حکم متعین ومعلوم کرنا دشوار ہو رہا ہے، یا حالاتِ زمانہ اور عرف ورواج کی تبدیلی کی وجہ سے مجتہد فیہ مسئلہ میں غور وفکر کرنے کی ضرورت پڑ گئی ہے، اس سلسلہ میں شرعی وفقہی اُصولوں کی روشنی میں مستند ومتدین فقہاء وعلماء سے مشورہ اور اس کے بعد استخارہ کرنا درست ہوگا۔ ل

ل اسی طرح حالاتِ زمانہ وغیرہ کے باعث کسی مجتہد فیہ مسئلہ میں مسلکِ غیر یا قولِ مرجوح پر فتویٰ کی حاجت محسوس ہو رہی ہے، اس سلسلہ میں بھی فقہاء وعلماء سے مشورہ اور خود استخارہ کیا جا سکتا ہے۔

فإن أشكل عليه شاور رهطا من أهل الفقه فيه، وكذلك إن لم يكن من أهل الاجتهاد فعليه أن يشاور الفقهاء؛ لأنه يحتاج إلى معرفة الحكم ليقضى به، وقد عجز عن إدراكه بنفسه فليرجع إلى من يعرف ذلك (المبسوط للسرخسي ج ۱۶ ص ۸۴، كتاب ادب القاضي)

وإذا كان في البلد قوم من أهل الفقه شاورهم في ذلك؛ لأن القاضي لا يكون أفطن في نفسه من رسول الله عليه السلام، ورسول الله صلى الله عليه وسلم أمر بالمشاورة، قال الله تعالى: (وشاورهم) وقال عليه السلام: من العزم أن تستشير ذا رأى ثم تطيعه، وقال عليه السلام: المستشير يصيب أو قال: كاد أن يصيب. وشاور رسول الله صلى الله عليه وسلم أبا بكر، وعمر رضي الله عنهما في شيء، فسكتا مهابة منه فقال عليه السلام: قولا فإني فيما لم يوح إلي مثلكما. ولأن بالمشاورة تجتمع الآراء، وظهور الحق عند اجتماع الآراء أَبْيَنُ، ولهذا قيل: في المشاورة تلقيح العقول، فإذا شاورهم، واتفق رأيه ورأيهم على شيء، حكم به؛ لأنه لما اتفق رأيه ورأيهم صار ذلك كالإجماع، والإجماع من جملة الحجج، وإن وقع الاختلاف بين هؤلاء الذين شاورهم، نظر إلى أقرب الأقاويل عنده من الحق، وأمضى على ذلك باجتهاده، إذا كان من أهل الاجتهاد، ولا يعتبر في ذلك كبر السن، ألا ترى أن عمر رضي الله عنه كان شاور ابن عباس رضي الله عنهما،

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

مثال نمبر ۳...... کن صورتوں میں انسان کو نکاح کرنا فرض یا واجب ہوجاتا ہے، کس صورت میں سنت ہوتا ہے، اور کن صورتوں میں ناجائز وحرام ہوتا ہے، اس کی تفصیل شریعت نے بیان کردی ہے، لہٰذا اس بارے میں مشورہ واستخارہ کرنا درست نہ ہوگا کہ مجھے نکاح کرنا چاہئے یا نہیں کرنا چاہئے، بلکہ اپنی حالت کے مطابق اس کا حکم شریعت سے معلوم کرنا چاہئے، البتہ کسی خاص جگہ نکاح کا ارادہ ہو اور اس کو نکاح کرنا شریعت کی طرف سے جائز بھی ہو، اس

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وكان يقول له :غص يا غوّاص ، وكان يأخذ بقوله وعمر كان أكبر سناً منه، وكذلك لا يعتبر كثرة العدد، فالواحد قد يوفق للصواب ما لا يوفق الجماعة، ولأجل ذلك قبلنا شهادة الواحد على رؤية الهلال، إذا كانت السماء متغيمة، وينبغى أن يكون ههنا قول أبى حنيفة رحمه الله، أما على قول محمد رحمه الله يعتبر كثرة العدد على ما مر قبل هذا، وإن لم يقع اجتهاده على شيء ، وبقيت الحادثة مختلفة ومشكلة عليه، كتب إلى فقهاء غير المصر الذى هو فيه، فالمشاورة بالكتاب سنة قديمة فى الحوادث الشرعية.

وروى عن ابن مسعود وأبى موسى الأشعرى رضى الله عنهما أنهما كانا يكتبان إلى عمر رضى الله عنه يستشيرانه، وعمر كان يكتب إلى ابن مسعود رضى الله عنه يستشيره، وكان ابن سماعة يكتب إلى محمد رحمه الله، وهذا لأن المشورة من الغائب بالكتاب بمنزلة المشورة من الحاضر بالخطاب، فإن اتفق الذين كتب إليهم القاضى على شيء ورأى القاضى يوافق رأيهم، وهو من أهل الرأى والاجتهاد، مضى ذلك برأيه، وإن اختلفوا أيضاً فيما بينهم نظر إلى أقرب الأقوال عنده من الحق، إذا كان من أهل الاجتهاد، وإن لم يكن القاضى من أهل الاجتهاد فى هذه الصورة، وقد وقع الاختلاف بين أهل الفقه، أخذ بقول من هو أفقه وأورع عنده كذا هنا، لأنه بمنزلة العامى والعامى إذا استفتى فى حادثة، وقد وقع الاختلاف فيما بين الفقهاء ، أخذ بقول من هو أفقه عنده، كذا هنا، وإن كان القاضى شاور قوماً من أهل الفقه، فاتفقوا على شيء ، ورأى القاضى بخلاف رأيهم، لا ينبغى للقاضى أن يترك رأى نفسه، ويقضى برأيهم، لأن عنده أن هؤلاء على الخطأ، ولا متابعة فى الخطأ، فإن قيل :إذا كان لا يأخذ برأيهم فأى فائدة فى المشورة.

قلنا :احتمال انضمام رأى غيره إلى رأيه فيقوى بذلك رأيه إلى هذا أشار عبيدة السلمانى حين قال على :اتفق رأى ورأى عمر فى أمهات الأولاد، أن لا يبعن، ثم رأيت بعد ذلك أن يبعن فقال عمر رضى الله عنه :رأيك مع رأى عمر خير من رأيك وحده .أشار إلى أن عند اجتماع الرأيين يحدث زيادة قوة، وإن شاور القاضى رجلاً واحداً كفى، ولكن مشاورة الفقهاء أحوط، فإن شاور ذلك الرجل إلى شيء ، ورأى القاضى بخلاف رأيه، فالقاضى لا يترك رأى نفسه، لما قلنا، فإن اتهم القاضى رأيه لما إن ذلك الرجل أفضل وافقه عنده، لم يذكر هذه المسألة ههنا (المحيط البرهانى، ج۸، ص۱۲، و۱۳، كتاب القضاء، الفصل الثالث :فى ترتيب الدلائل للعمل بها)

www.idaraghufran.org

کے متعلق مشورہ واستخارہ کیا جاسکتا ہے کہ فلاں جگہ میرا نکاح یا میری فلاں اولاد کا نکاح مناسب ہے یا نہیں؟

کیونکہ شریعت نے کسی خاص جگہ نکاح کرنے کا حکم نہیں دیا، اور نہ ہی منع کیا ہے، البتہ شریعت کی طرف سے جن رشتوں سے نکاح کرنا حرام وناجائز ہے جیسے بہن، پھوپھی، خالہ، رضاعی (یعنی دودھ کے رشتہ والی) بہن وغیرہ، ان سے نکاح کرنے کے لئے مشورہ واستخارہ کرنا جائز نہیں۔

مثال نمبر۴ ...... میاں بیوی میں اختلاف ہے، اور ایک ساتھ رہ کر حقوق کی ادائیگی دشوار ہو رہی ہے، اور اصلاح وافہام وتفہیم کی ممکنہ کوششیں بھی ناکام ہو چکی ہیں، تو اس صورت میں شرعی مسئلہ معلوم کرنے کے بعد شوہر کو طلاق دینے کے لیے یا بیوی کو شوہر سے خلع حاصل کرنے کے لیے مشورہ واستخارہ کرنا درست ہے۔

مثال نمبر۵ ...... دین کا علم حاصل کرنے کے لئے مشورہ واستخارہ نہیں کیا جائے گا، کیونکہ دین کا علم حاصل کرنے کو شریعت نے پہلے سے خیر اور عبادت کا کام قرار دے دیا ہے، لیکن اگر علم حاصل کرنے کے ذرائع یا مقامات (مثلاً دینی مدارس) مختلف ومتعدد ہیں اور کسی ایک کی دوسرے پر ترجیح بھی معلوم نہیں ہو رہی تو ان کی ترجیح وتعیین کے لئے مشورہ واستخارہ کرنا درست ہے۔

مثال نمبر۶ ...... کسی شخص کو گاڑی یا مکان، دوکان وغیرہ کی ضرورت ہے اور وہ اپنی ضرورت کے لئے گاڑی، مکان، دوکان وغیرہ خریدنا چاہتا ہے تو اس کے لئے یہ مشورہ واستخارہ کرنا جائز ہے کہ یہ یا فلاں گاڑی، مکان، دوکان وغیرہ کا خریدنا میرے لئے بہتر ہے یا نہیں؟

مثال نمبر۷ ...... زکاۃ کی ادائیگی کے لئے مشورہ واستخارہ کرنا درست نہیں، کیونکہ زکاۃ کی ادائیگی اور فرضیت وغیرہ کے احکام شریعت نے طے کر دیئے ہیں، البتہ اگر غریب، ضرورت مند زکاۃ کے صحیح مستحق اور زکاۃ کے مصرف ایک سے زیادہ ہیں اور شریعت نے کسی ایک کو

Idara Ghufran

دوسرے پر ترجیح بھی نہیں دی، وہاں یہ مشورہ واستخارہ کرنا درست ہے کہ فلاں شخص یا فلاں دینی ادارہ کو زکاۃ دینا زیادہ بہتر ہے یا فلاں کو۔

مثال نمبر۸ ...... حج کرنے نہ کرنے کے متعلق مشورہ واستخارہ کرنا درست نہیں، کیونکہ حج کس پر فرض ہے اور کس پر نہیں، یہ احکام شریعت نے واضح اور متعین کر دیئے ہیں، البتہ اس سلسلہ میں مشورہ واستخارہ کرنا درست ہے کہ مجھے حج کے لیے فلاں راستہ سے جانا مناسب ہوگا یا فلاں راستہ سے مناسب ہوگا، حج کی درخواست فلاں ادارہ اور فلاں جگہ سے دینا مناسب ہوگا یا فلاں جگہ سے مناسب ہوگا؟ فلاں رفقاء اور ساتھیوں کے ساتھ مناسب ہوگا، یا فلاں کے ساتھ؟

یہی حکم اس صورت میں بھی ہے جبکہ کوئی شخص کسی جائز غرض سے حج کے علاوہ کوئی اور سفر کرنا چاہتا ہے تو وہ کون سے دن وتاریخ میں سفر کرے اور کس راستے اور کس ذریعہ سے سفر کرے اور کن رفقاء کے ساتھ سفر کرے؟ ان چیزوں کے لیے بھی مشورہ واستخارہ کرنا جائز ہے۔

مثال نمبر۹ ...... امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے کے لئے مشورہ واستخارہ کرنا درست نہیں، کیونکہ اس کے احکام بھی شریعت کی طرف سے طے شدہ ہیں، البتہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے طریقے وانداز اور مناسب وقت کے لئے مشورہ واستخارہ کرنا جائز ہے، اسی طرح اگر کسی موقعہ پر کسی شخص کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے کے نتیجہ میں اس کی طرف سے نقصان پہنچنے نہ پہنچنے کا احتمال ہے تو اس کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے کے لئے مشورہ واستخارہ کرنا جائز ہے۔[1]

---

[1] وكذلك يحسن أن يستخار فى النهى عن المنكر كشخص متمرد عات يخشى بنهيه حصول ضرر عظيم عام أو خاص، وإن كان جاء فى الحديث :(إن أفضل الجهاد كلمة حق عند سلطان جائر) ، لكن إن خشى ضررا عاما للمسلمين فلا ينكر، وإن خشى على نفسه فله الإنكار، ولكن يسقط الوجوب(عمدة القارى، ج۷ص ۲۲۴،كتاب التهجد،باب ما جاء فى التطوع مثنى مثنى)

www.idaraghufran.org

مثال نمبر ۱۰...... بیماری کے موقعہ پر علاج معالجہ شریعت سے ثابت اور سنت ہے، اس کے لئے مشورہ واستخارہ کی ضرورت نہیں، البتہ علاج کس معالج سے یا کون سے علاج کے طریقہ سے مناسب ہوگا اور کون سے معالج وطریقہ سے مناسب نہ ہوگا، اس کے لئے مشورہ واستخارہ کرنا درست ہے۔

اسی طرح اگر علاج کا کوئی خاص طریقہ مثلاً آپریشن تجویز کیا گیا ہے، لیکن اس میں مریض کی جان کو بھی خطرہ ہے، اس علاج کو اختیار کرنے نہ کرنے کے لئے مشورہ واستخارہ کرنا درست ہوگا۔

مثال نمبر ۱۱...... روزی کمانے نہ کمانے کے متعلق اور بیوی بچوں کے حقوق کی ادائیگی کرنے نہ کرنے کے متعلق مشورہ واستخارہ کرنا درست نہیں، کیونکہ شریعت نے اس کے احکام متعین کردیئے اور بتلادیئے ہیں، اسی طرح روزی اور آمدنی کے حلال وحرام اور جائز وناجائز ہونے کے متعلق بھی مشورہ واستخارہ کرنا درست نہیں، کیونکہ حلال وحرام اور جائز وناجائز ہونے کے احکام بھی شریعت کی طرف سے طے ہیں اور وہ شریعت سے معلوم کئے جاسکتے ہیں۔

البتہ کسی آمدنی کے جائز وحلال طے ہونے کے بعد یہ مشورہ واستخارہ کرنا درست ہے کہ مجھے یہ کام کرنا چاہئے یا نہیں، اسی طرح فلاں جگہ ملازمت (جو کہ شرعاً جائز بھی ہو) میرے حق میں مناسب ہے یا نہیں، اس سلسلہ میں مشورہ واستخارہ کرنے میں حرج نہیں ہے۔

مزید مثالیں اگلے حصے میں استخارہ کے مضمون میں ملاحظہ فرمائیں۔

مشورہ کِن لوگوں سے کرنا چاہئے اور کِن سے نہیں؟

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

قُلْتُ :يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، إِنْ نَزَلَ بِنَا أَمْرٌ لَيْسَ فِيهِ بَيَانٌ :أَمْرٌ وَلَا نَهْيٌ،

www.idaraghufran.org

فَمَا تَأْمُرُنَا؟ قَالَ :تُشَاوِرُوْنَ الْفُقَهَآءَ وَالْعَابِدِيْنَ، وَلَا تُمْضُوا فِيْهِ رَأْىَ خَاصَّةٍ (المعجم الأوسط، رقم الحديث ۱۶۱۸ ،دارالحرمين، القاهرة) [1]

ترجمہ: میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول اگر ہمارے سامنے کوئی ایسا واقعہ پیش آجائے کہ جس کے بارے میں شریعت کا کوئی مثبت ومنفی حکم نہ ہو تو آپ ہمیں ایسے موقعہ پر کیا حکم دیتے ہیں؟ (کہ ہم اس موقعہ پر کیا کریں؟) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (اس کے جواب میں) فرمایا کہ تم فقہاء اور عابدین سے اس سلسلہ میں مشورہ کرو اور (دوسروں کی رائے لیے بغیر) تنہا اپنی رائے سے اس سلسلہ میں کوئی فیصلہ نہ کرو (طبرانی)

فائدہ: اس حدیث شریف سے ایک بات تو یہ معلوم ہوئی کہ مشورہ صرف دنیاوی معاملات میں نہیں بلکہ جن شرعی احکام میں قرآن وسنت کا صاف حکم نہ ہو، ان احکام میں بھی فقہاء وعابدین سے باہمی مشورہ مسنون ہے۔

اور دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ مشورہ ایسے لوگوں سے لینا چاہیے جو موجودہ لوگوں میں دین کی سمجھ رکھتے ہوں اور عبادت گذار ہوں۔

حضرت محمد بن شہاب زہری رحمہ اللہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:

وَاسْتَشِرْ فِيْ أَمْرِكَ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ اللّٰهَ (مصنف ابنِ ابی شيبة، رقم الحديث ۲۶۰۴۱ ،كتاب الادب، باب ما يؤمر به الرجل فی مجلسه)

---

[1] قال الطبرانی:
لَمْ يَرْوِ هَذَا الْحَدِيثَ عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ صَالِحٍ إِلَّا نُوحٌ.
وقال الهيثمی:
رواه الطبرانی فی الأوسط، ورجاله موثقون من أهل الصحيح (مجمع الزوائد، ج ۱ ص ۱۷۸ ، تحت رقم الحديث ۸۳۴، باب فی الإجماع)
اس روایت میں ولید بن صالح پر جناب ناصر الدین البانی صاحب نے مجہول ہونے کا حکم لگایا ہے، جو ہمیں درست معلوم نہیں ہوسکا، کیونکہ ابنِ حبان نے ان کو ثقات میں شمار کیا ہے، اور امام بخاری نے تاریخِ کبیر میں اور ابنِ ابی حاتم نے جرح وتعدیل میں ان کا ذکر بغیر جرح کے کیا ہے، اور کسی معتبر ومستند شخصیت کی طرف سے ہمیں ان پر جرح نہیں مل سکی۔

Idara Ghufran

ترجمہ: آپ اپنے معاملے میں ان لوگوں سے مشورہ کیجئے، جو اللہ سے ڈرتے ہیں

(ابنِ ابی شیبہ)

فائدہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد اور سندوں کے ساتھ بھی مروی ہے۔ ۱

اور حضرت شریح قاضی رحمہ اللہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:

وَاسْتَشِرْ اَهْلَ الْعِلْمِ وَالصَّلَاحِ (الفقيه والمتفقه للخطيب البغدادى، ج ا ص ۴۰۹ ،دارابن الجوزى، السعودية)

ترجمہ: اور آپ اہلِ علم اور نیک لوگوں سے مشورہ کیجئے (خطیب بغدادی)

فائدہ: قرآنِ مجید میں اہلِ علم کی صفت اللہ تعالیٰ کی خشیت اور خوف بیان کی گئی ہے۔ ۲

اور نیک ہونے کے مفہوم میں عبادت گزار ہونا بھی داخل ہے، اس لئے اس روایت کا حاصل ونتیجہ بھی پہلی روایت سے مختلف نہیں۔

حضرت سعید بن مسیّب رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ میرے بعض دوست جو رسول اللہ صلی اللہ

---

۱ أخبرنا عبد الرحمن بن يزيد، أخبرني بعض أشياخنا، عن عمر بن الخطاب قال: لا تعرض بما لا يعنيك، واعتزل عدوك، واحتفظ من خليلك إلا الأمين، فإن الأمين ليس شيء من القوم يعدله، ولا أمين إلا من يخشى الله، ولا تصحب الفاجر فيحملك على الفجور، ولا تفش إليه سرك، وشاور في أمرك الذين يخشون الله تعالى(الزهد والرقائق لابن المبارك، رقم الرواية ١٣٨١)

عَنْ وَدِيعَةَ الْأَنْصَارِيِّ، قَالَ :قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ :احْفَظْ صَدِيقَكَ وَاحْذَرْ عَدُوَّكَ إِلَّا الْأَمِينَ مِنَ الْقَوْمِ ,وَلَا أَمِينَ إِلَّا مَنْ يَخْشَى اللهَ ,وَإِيَّاكَ أَنْ تَصْحَبَ الْفَاجِرَ لِتَتَعَلَّمَ مِنْ فُجُورِهِ ,وَلَا تُطْلِعْهُ عَلَى سِرِّكَ فَيَفْضَحَكَ ,وَشَاوِرْ فِي أَمْرِكَ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ اللهَ (حلية الأولياء وطبقات الأصفياء، ج٧، ص٢٦٨)

نا ابْنُ جَابِرٍ ,حَدَّثَنِي بَعْضُ أَشْيَاخِنَا ,عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ ,قَالَ " :لَا تَعْرِضْ فِيمَا لَا يَعْنِيكَ ,وَاعْتَزِلْ عَدُوَّكَ ,وَاحْتَفِظْ مِنْ خَلِيلِكَ إِلَّا الْأَمِينَ ,وَإِنَّ الْأَمِينَ لَيْسَ مِنَ الْقَوْمِ أَحَدٌ يَعْدِلُهُ ,وَلَا أَمِينَ إِلَّا مَنْ خَشِيَ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ ,وَلَا تَصْحَبِ الْفَاجِرَ كَيْ يَحْمِلَكَ عَلَى الْفُجُورِ ,وَلَا تُفْشِ إِلَيْهِ سِرَّكَ ,وَشَاوِرْ فِي أَمْرِكَ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ (شعب الإيمان، رقم الرواية ٨٩٩٥)

۲ فی قوله تعالیٰ:

انما يخشى الله من عباده العلماء (سورة فاطر، رقم الآية ٢٨)

علیہ وسلم کے صحابہ کرام میں سے تھے، انہوں نے مجھے یہ لکھا کہ:

وَاعْتَزِلْ عَدُوَّکَ، وَاحْذَرْ صَدِيْقَکَ إِلَّا الْأَمِيْنَ، وَلَا أَمِيْنَ إِلَّا مَنْ خَشِيَ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ، وَشَاوِرْ فِيْ أَمْرِکَ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ (شعب الايمان للبيهقي، ج۱۰ ص۵۶۲، رقم الرواية ۷۹۹۲، فصل في ترک الغضب وفي کظم الغيظ والعفو عند القدرة)

ترجمہ: اور اپنے دشمن سے بچ کر رہیے، اور اپنے دوست سے بھی احتیاط کیجئے سوائے امانت دار دوست کے، اور اللہ عزوجل سے ڈرنے والے کے علاوہ کوئی امانت دار نہیں ہوسکتا، اور اپنے معاملے میں اُن لوگوں سے مشورہ کیجئے جو اپنے رب سے غیب پر (یقین رکھتے ہوئے) ڈرتے ہیں (بیہقی)

فائدہ: اس روایت سے معلوم ہوا کہ امانت دار بھی وہی ہوتا ہے، جس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی خشیت اور ڈر ہو، اور ایسے ہی شخص سے مشورہ کرنا چاہیے۔

حضرت مالک بن انس رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ایک خبر دینے والے نے مجھے خبر دی کہ:

أَنَّ ابْنَ عُمَرَ قَالَ -وَهُوَ يُوْصِيْ رَجُلاً: لَا تَعْتَرِضْ فِيْمَا لَا يَعْنِيْکَ وَاعْتَزِلْ عَدُوَّکَ وَاحْذَرْ خَلِيْلَکَ إِلَّا الْأَمِيْنَ وَلَا أَمِيْنَ إِلَّا مَنْ خَشِيَ اللّٰهَ وَلَا تَصْحَبْ فَاجِرًا کَيْ تَتَعَلَّمَ مِنْ فُجُوْرِهٖ وَلَا تُفْشِ إِلَيْهِ سِرَّکَ وَاسْتَشِرْ فِيْ أَمْرِکَ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ اللّٰهَ عَزَّ وَ جَلَّ (موطأ امام محمد، رقم الرواية ۹۲۲)

ترجمہ: حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا کہ جس کام میں آپ کا کوئی فائدہ وابستہ نہ ہو، اُس کی طرف توجہ نہ کیجئے؛ اور اپنے دشمن سے بچ کر رہیے؛ اور اپنے دوست سے بھی احتیاط کیجئے، سوائے امانت دار دوست کے؛ اور اللہ عزوجل سے ڈرنے والے کے علاوہ کوئی امانت دار نہیں

www.idaraghufran.org

ہوسکتا؛ اور فاجر (فاسق ونافرمان) آدمی کی صحبت اختیار نہ کیجئے کہ کبھی آپ کو اُس کے فجور (اور نافرمانیوں) کا علم ہوجائے (جو کہ فتنہ کا باعث بنے) اور اپنے راز کو اُس پر ظاہر نہ کیجئے، اور اپنے معاملے میں اُن لوگوں سے مشورہ کیجئے جو اللہ عزوجل سے ڈرتے ہیں (موطا امام محمد)

اس روایت کا مطلب بھی پہلی روایت کے مطابق ہے۔

حضرت موسیٰ بن طلحہ سے مروی ہے کہ اُن کے والد حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ:

لَا تُشَاوِرُ بَخِيلًا فِيُ صِلَةٍ ، وَلَا جَبَّانًا فِيُ حَرَبٍ ، وَلَا شَابًّا فِيُ جَارِيَةٍ

(مكارم الأخلاق للخرائطي، رقم الرواية ۷۲۹، باب يستحب للمرء أن يحسن الاختيار بمن يشاور وأن لا يفعل شيئا إلا عن مشاورة)

ترجمہ: بخیل آدمی سے صلہ (یعنی رشتہ داروں اور ضرورت مندوں کا مالی تعاون) کرنے کے بارے میں مشورہ نہ کیجئے، اور نہ ہی جنگ کے بارے میں بزدل سے (مشورہ) کیجئے؛ اور نہ ہی نوجوان آدمی سے باندی (کے بارے) میں مشورہ کیجئے (مکارمِ اخلاق)

اس روایت کا مطلب یہ ہے کہ جس قسم کے معاملات میں مشورہ کیا جائے، مشورہ دینے والے میں اُن معاملات کی اہلیت وصلاحیت اور تجربہ ومہارت کو دیکھنا چاہئے۔

ان سب روایات کا حاصل یہ ہے کہ جن لوگوں سے مشورہ کیا جائے ان میں بنیادی طور پر دو چیزیں ہونی چاہئیں، ایک صاحبِ عقل ورائے یعنی متعلقہ معاملے سے شرعاً وتجرباً آگاہ ہونا، دوسرے عبادت گزار اور نیک نیت ہونا، جس کا خلاصہ ہے ذی رائے اور متقی ہونا اور اگر شرعی مسئلہ ہے تو فقیہ ہونا بھی لازم ہے (معارف القرآن عثمانی جلد۲ صفحہ ۲۲۰، بتغیر) [1]

متعدد فقہاء واہلِ علم حضرات نے مشورہ طلب کیے جانے والے لوگوں کے متعلق اسی قسم کی

---

[1] وينبغى أن يكون المستشار عاقلا كما ينبغى أن يكون عابدا (روح المعانى، سورة الشّورى، جزء ۱۳، صفحه ۴۷)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

صفات بیان فرمائی ہیں، جن میں سے بعض صفات اُصولی ہیں، اور بعض اُن اُصولی صفات سے ہی اخذ کی گئی ہیں۔

چنانچہ امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

وَصِفَةُ الْمُسْتَشَارِ فِیْ أُمُوْرِ الدُّنْیَا أَنْ یَّکُوْنَ عَاقِلًا مُجَرَّبًا وَادًّا فِی الْمُسْتَشِیْرِ (تفسیر القرطبی، سورۃ آل عمران)

ترجمہ: اور جس سے دنیا کے معاملات میں مشورہ طلب کیا جائے اس میں یہ صفت ہونی چاہیے کہ وہ عاقل، تجربہ کار اور مشورہ لینے والے کا ہمدرد وخیرخواہ ہو (قرطبی)

اور امام مناوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

لَا یُشَاوِرُ إِلَّا أَمِیْنًا حَاذِقًا نَاصِحًا مُجَرِّبًا ثَابِتَ الْجَأْشِ غَیْرَ مُعْجِبٍ بِنَفْسِهٖ وَلَا مُتَلَوِّنٍ فِیْ رَأْیِهٖ وَلَا کَاذِبٍ فِیْ مَقَالِهٖ فَمَنْ کَذَبَ لِسَانُهٗ کَذَبَ رَأْیُهٗ، وَیَجِبُ کَوْنُهٗ فَارِغَ الْبَالِ وَقْتَ الْإِسْتِشَارَةِ (فیض القدیر شرح الجامع الصغیر، حرف الهمزة)

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

اعلم ان من الحزم لكل ذى لب ان لايبرم امراً ولايمضى عزما الا بمشورة ذى الرأى الناصح ومطالعة ذى العقل الراجح (ادب الدنيا والدين، للماوردى الشافعى، الفصل الثالث فى المشورة)

واعلم انه يستحب لمن هم بامر ان يشاور فيه من يثق بدينه وخبرته وحذقه ونصيحته وورعه وشفقته ويستحب ان يشاور جماعة بالصفة المذكورة ويستكثر منهم ويعرفهم مقصوده من ذالك الامر (الاذكار النووية ،باب الحث على المشاورة)

وربما شح فى الرأى لعداوة او حسد فورى او مكر فاحذر العدو ولاتثق بحسود (ادب الدنيا والدين، الباب الخامس أدب النفس ،الفصل الثالث فى المشورة)

مَرَّ حَارِثَةُ بْنُ زَيْدٍ بِالْأَحْنَفِ بْنِ قَيْسٍ فَقَالَ :لَوْلَا أَنَّكَ عَجْلَانُ لَشَاوَرْتُكَ فِي بَعْضِ الْأَمْرِ قَالَ :يَا حَارِثَةُ أَجَلْ كَانُوا لَا يُشَاوِرُونَ الْجَائِعَ حَتَّى يَشْبَعَ ، وَالْعَطْشَانَ حَتَّى يُنْقَعَ ، وَالْأَسِيرَ حَتَّى يُطْلَقَ ، وَالْمُضِلَّ حَتَّى يَجِدَ ، وَالرَّاغِبَ حَتَّى يُمْنَحَ وَكَانَ يُقَالُ اسْتَشِرْ عَدُوَّكَ الْعَاقِلَ ، وَلَا تَسْتَشِرْ صَدِيقَكَ الْأَحْمَقَ ، فَإِنَّ الْعَاقِلَ يَتَّقِي عَلَى رَأْيِهِ الزَّلَلَ كَمَا يَتَّقِي الْوَرِعُ عَلَى دِينِهِ الْحَرَجَ ، وَكَانَ يُقَالُ لَا تُدْخِلْ فِي رَأْيِكَ بَخِيلًا فَيُقَصِّرَ فِعْلَكَ ، وَلَا جَبَانًا فَيُخَوِّفَكَ مَا لَا يُخَافُ ، وَلَا حَرِيصًا فَيُبْعِدَكَ عَمَّا لَا يُرْجَى (الآداب الشرعية، فَصْلٌ فِي الْتِزَامِ الْمَشُورَةِ فِي الْأُمُورِ كُلِّهَا)

www.idaraghufran.org

ترجمہ: آپ امانت دار، ماہر، خیر خواہ، تجربہ کار اور باہمت شخص سے مشورہ کیجئے، جو خود پسندی اور بے وزن رائے کا مالک نہ ہو، اور نہ جھوٹ بولتا ہو، کیونکہ جس کی زبان جھوٹی ہوتی ہے، اس کی رائے بھی جھوٹی ہوتی ہے؛ اور رائے طلب کرنے کے وقت اس کا فارغُ الذہن ہونا بھی ضروری ہے (فیض القدیر)

اور بعض اہلِ علم حضرات نے مزید تشریح وتوضیح کرتے ہوئے فرمایا کہ جن لوگوں سے مشورہ کیا جائے ان میں مندرجہ ذیل پانچ خصلتیں اور پانچ صفتیں ہونی چاہئیں:

(۱)......مشورہ دہندہ عقل کامل اور متعلقہ معاملہ میں تجربہ رکھتا ہو:

کیونکہ جس کی عقل کامل نہ ہوگی بلکہ ناقص ہوگی جیسے عورت، یا کم عقل شخص یا جو شخص متعلقہ معاملہ سے (خواہ دینی ہو یا دنیاوی) کم علم، ناواقف اور اناڑی ہوگا تو اس کی رائے میں وزن نہ ہوگا۔

(۲)......مشورہ دہندہ دیندار و متقی ہو:

اس لیے کہ دینداری اور تقویٰ وپرہیزگاری ہی صلاح وفلاح کا ستون ہے، اور اس کی برکت سے انسان کو خاص نور وبصیرت حاصل ہوتی ہے، اور رائے میں پختگی آتی ہے؛ اور اس کے برعکس بددین شخص کی رائے پر نہ تو امانت دیانت کا بھروسہ کیا جاسکتا اور نہ ہی خیانت سے محفوظ ہونے کا اعتماد کیا جاسکتا اور نہ ہی اس کو نور وبصیرت حاصل ہوتی۔

(۳)......مشورہ دہندہ مشورہ طلب کرنے والے کا ہمدرد اور خیر خواہ ہو اور اس کا دل مشورہ لینے والے کی طرف سے حسد، کینہ اور بُغض وعداوت سے پاک ہو: کیونکہ وہ ہمدردی اور خیر خواہی کی وجہ سے بہتر اور مفید مشورہ دیتا ہے، اور اس کے برعکس دشمن، حاسد اور کینہ ور اپنی بدخصلتی کی وجہ سے مضر اور نقصان دہ مشورہ دیتا ہے۔

www.idaraghufran.org

جیسا کہ آج کل کی مروّجہ اسمبلیوں کے افراد میں باہم حسد اور عداوت ہوتی ہے، اس لیے اس قسم کی مجلس مجلسِ مشاورت کے بجائے مجلسِ منازعت ومخاصمت بن جاتی ہے۔ [1]

(۴)...... مشورہ دینے کے وقت مشورہ دہندہ رنج وغم اور ذہنی الجھن وافکار اور پریشانی سے فارغ ہو؛ کیونکہ جس کے دل ودماغ پر افکار کا ہجوم یا رنج وغم کا غلبہ ہوتا ہے، اس کی رائے میں سلامتی ودرستگی نہیں ہوتی اور اس کی طبیعت یکسو نہیں ہوتی اور وہ اس کے نتیجہ میں غلط رائے قائم کر بیٹھتا ہے۔

(۵)...... ایسا معاملہ نہ ہو کہ جس میں مشورہ دینے والے کی اپنی ذاتی غرض اور نفسانی خواہش شامل ہو؛ کیونکہ ایسی صورت میں مشورہ دہندہ کی رائے میں خودغرضی شامل ہوجاتی ہے اور اس کی رائے مشورہ لینے والے کے حق میں فاسد ہوجاتی ہے۔

اسی لیے فارسی کا یہ مقولہ مشہور ہے کہ "چوں غرض آمد ہنر پوشیدہ شد"

یعنی جب غرض آجاتی ہے تو ہنر پوشیدہ ہوجاتا ہے (کذافی "المدخل" لابنِ حاج جلد۴ صفحہ۴۲ وصفحہ۴۳، وادبُ الدنیاوالدین ،الباب الخامس ،ادبُ النفس ؛ومعارفُ القرآن ادریسی جلد۲صفحہ۸۱،۸۲) [2]

---

[1] وینبغی ان یسلم اهل الشوریٰ من حسد اوتنافس فیمنعهم من تسلیم الصواب لصاحبہٖ (أدب الدنیاوالدین ، الباب الخامس ،ادب النفس ،الفصل الثالث فی المشورة)

[2] فاذاعزم علی المشاورة ارتاد لها من اهلهامن اسکتملت فیه خمس خصال ،احداهنّ عقل کامل مع تجربة سابقةفانه بکثرة التجارب تصح الروایة ......والخصلةُ الثانیةان یکون ذادین وتقی فان ذالک عمادکل صلاح وباب کل نجاح ومن غلب علیه الدین فهومأمون السریرة موفق العزیمة............ والخصلّة الثالثة ان یکون ناصحا ودودا فان النصح والمودة یصرفان الفکرة ویمحصان الرأی وقال بعض الحکماء لاتشاور الاالحازم غیرالحسودواللبیب غیرالحقودوایاک ومشاورة النساء فان رأیهن الی الأفن وعزمهن الی الوهن .وقال بعض الادباء مشورة المشفق الحازم ظفر ومشورة غیرالحازم خطر.......... والخصلّة الرابعة ان یکون سلیم الفکرمن هم قاطع

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

پس اگر مشورہ دینے والے مذکورہ تمام صفات کے عامل وحامل میسر آجائیں تو بہت ہی اچھا ہے، ورنہ جتنی صفات بھی میسر آجائیں، غنیمت سمجھتے ہوئے اور نقصانات سے حفاظت کا سامان کرتے ہوئے مشورہ کی سنت پر عمل پیرا ہونا چاہیے۔ **لِاَنَّہٗ مَالَا یُدْرَکُ کُلُّہٗ لَا یُتْرَکُ کُلُّہٗ .**

جولوگ کسی معاملے میں رائے دینے کے قابل ہوں خواہ عمر یا مرتبہ میں چھوٹے ہی ہوں ان کو مشورہ میں شریک کرنا چاہئے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ مشورہ کرنے کی صورت میں مختلف آراء سامنے آجاتی ہیں پھر ان رایوں میں سے کسی مناسب رائے کو اختیار کر لینا آسان ہوجاتا ہے۔

بعض مرتبہ بڑے کی نظر سے وہ پہلو اور گوشے اوجھل رہ جاتے ہیں جو چھوٹوں کی سمجھ میں آجاتے ہیں اور تمام گوشے و پہلو سامنے آنے سے کسی ایک اچھے، مناسب اور مفید پہلو کو اختیار کرنے میں سہولت وبصیرت حاصل ہوجاتی ہے (تفسیر انوار البیان جلد ۲ صفحہ ۱۸۱، بتغیر) [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وغم شاغل فان من عارضت فکرتہ شوائب الھموم لم یسلم لہ رأی ولم یستقم لہ خاطر وقدقیل فی منثور الحکم بتردادالفکر ینجاب لک العکر والخصلۃ الخامسۃ ان لایکون لہ فی الامر المستشار فیہ غرض یتابعہ ولاھوًی یساعدہ فان الاغراض جاذبۃ والھوٰی صاد والرأی اذاعارضہ الھواء وجاذبتہ الاغراض فسد............فاذااستکملت ھٰذہ الخصال الخمس فی رجل کان اھلاللمشورۃ ومعدناًللرأی فلاتعدل عن استشارتہٖ اعتماداًعلی ماتوھمہ من فضل رأیک وثقۃ لماتستشعرہ من صحۃ رویتک فان رأی غیرذی الحاجۃ اسلم وھومن الصواب اقرب لخلوص الفکروخلو الخاطر مع عدم الھوی وارتفاع الشھوۃ (المدخل لابنِ حاج جلد ۴ صفحہ ۴۲ وصفحہ ۴۳، فصل فی المشورۃ، کذافی أدب الدنیاوالدین، الباب الخامس، ادب النفس، الفصل الثالث فی المشورۃ)

[1] وفیہ فضل المشورۃ وأن الکبیر لا نقص علیہ فی مشاورۃ من ھو دونہ وأن المفضول قد یکون أمیرا علی الأفضل (فتح الباری، لا بن حجر، ج ۶، ص ۲۶۶، قولہ الجزیۃ والموادعۃ مع أھل الذمۃ والحرب)

وعن النبی ﷺ قال من نزل بہ امرفشاورفیہ من ھودونہ تواضعاعزم لہ علی الرشد (الآداب الشرعیۃ جلد ۱ صفحہ ۲۷۱، فصل فی التزام المشورۃ فی الامور کلھا)

www.idaraghufran.org

خواتین چونکہ دین اور عقل میں ناقص شمار کی گئی ہیں، ان میں کامل رائے اور کامل دین کی صفت نہیں پائی جاتی، اس لیے شریعتِ مطہرہ کا مزاج یہ ہے کہ ان سے عام معاملات واُمور میں بغیر ضرورت ومجبوری کے مشورہ نہ کیا جائے۔

اور اگر خواتین سے کبھی مشورہ کی ضرورت ہی آپڑے یا کوئی معاملہ عورت سے متعلق ہو تو بے شک ان سے مشورہ کی اجازت ہے، گناہ نہیں؛ لیکن اس صورت میں بھی صرف ان کی رائے پر اعتبار واعتماد کرکے فیصلہ نہ کیا جائے، بلکہ خود سے اچھی طرح غور وفکر اور استخارہ کے بعد فیصلہ کیا جائے، کیونکہ خواتین کی اندھا دھند اتباع سے انسان ملامت وشرمندگی میں مبتلا ہوجاتا ہے، جبکہ مشورہ کا ایک اہم فائدہ ہی ملامت وشرمندگی سے بچنا ہے، بلکہ بعض حضرات نے تو یہاں تک بھی فرمایا کہ عورت سے مشورہ کرنے کے بعد ان کی رائے کے خلاف فیصلہ کیا جائے، کیونکہ ان کی رائے ودین ناقص ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ کامل رائے اس رائے کے مدِ مقابل ہے (کذا فی معارف القرآن ادریسی جلد۲ صفحہ۸۱، دستورِ اسلام صفحہ۵۶) [1]

اور اس بات کا تجربہ ومشاہدہ بھی ہے کہ جو لوگ ہر کام میں خواہ خواتین سے متعلق ہو یا نہ ہو، خواتین سے مشاورت اور ان کی اتباع بلکہ ان کی ہر کام میں خوشنودی کے عادی ہوتے

---

[1] وفيه دليل على انه انما يستشار اولى الرأى الكامل ويحترز عن مشورة ناقصات العقل عن النسوان (المبسوط للسرخسى، ج۱۶، باب اختلاف الشهادة)

قال الماوردى: فيتعين على العاقل أن يسترشد إخوان الصدق الذين هم ضياء القلوب ومزايا المحاسن والعيوب على ما ينبهونه عليه من مساويه التى صرفه حسن الظن عنها فإنهم أمكن نظرا وأسلم فكرا ويجعل ما ينبهونه عليه من مساويه عوضا عن تصديق المدح فيه. وقال بعض الكاملين حكمة الأمر بالاستشارة أن صاحب الواقعة لا ينفك عن هوى يحجبه عن الرشد فيسترشد عاقلا كامل العقل حازم الرأى لا هوى عنده. واعتبر فيمن يستشار كمال العقل ومن لازمه الدين فلا ثقة برأى من ليس كذلك.

وعلم من ذلك أنه لا يستشير امرأة كيف وقد أخبر المصطفى صلى الله عليه وسلم بنقص عقلها وفى خبر سيأتى طاعة النساء ندامة فإن لم يجد من يستشيره شاورها وخالفها فقد روى العسكرى عن عمر رضى الله عنه خالفوا النساء فإن فى خلافهن البركة وفى إفهام الحديث تحذير عظيم من العمل برأى من لم تكمل رتبته فى العقل وعدم التعويل على ما يقول أو يفعل (فيض القدير للمناوى، ج ۱، ص ۴۸۹، تحت رقم الحديث ۹۷۵، حرف الهمزة)

Idara Ghufran

ہیں، ان کے اکثر فیصلے غلط ہی ثابت ہوتے ہیں اور ایسے لوگ عموماً ملامت و ناکامی کا ہی سامنا کرتے اور ترقی وفلاح سے محروم رہتے ہیں۔ ١

مشورہ کتنے افراد سے کیا جائے؟

ضروری نہیں کہ مشورہ کے لئے کافی لوگوں کو جمع کیا جائے، یا بڑی جماعت سے مشورہ کیا جائے، بلکہ اس کا دار ومدار ضرورت اور موقع کی مناسبت اور مشورہ کے اہل لوگوں کے میسر آنے، نیز متعلقہ معاملہ کی نوعیت پر ہے، بعض معاملات میں صرف ایک شخص سے بھی مشورہ کافی ہوسکتا ہے۔

نیز اپنے گھر کے معاملہ فہم اور مشورہ کی اہلیت رکھنے والے اشخاص وافراد سے بھی مشورہ کیا جاسکتا ہے۔

البتہ بعض اہلِ علم حضرات نے عام حالات میں مشورہ میں کم از کم تین افراد کے شریک ہونے کو بہتر قرار دیا ہے۔ ٢

---

١ حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

حکماء اور عقلاء کی ایک نصیحت سراپا حکمت مشہور ہے۔

لَا تَسْتَشِيْرُوا الْقُعُوْدَ مَعَ النِّسَاءِ

یعنی جو شخص عورتوں کے ساتھ زیادہ نشست وبرخاست رکھتا ہو، اس سے ہرگز مشورہ نہ لو، اس کا مشورہ قابلِ اعتبار نہیں...... فوجی افسروں کے پاس بیٹھنے سے دل میں بہادری اور شجاعت کا جذبہ پیدا ہوتا ہے اور دانشمندوں کے پاس بیٹھنے سے عقل اور دانائی میں اضافہ ہوتا ہے اور عورتوں اور ہیجڑوں میں بیٹھنے سے زنانہ پن آجاتا ہے............ مرد کی رائے بھی مرد ہے اور نابالغ کی رائے بھی نابالغ ہے اور عورتوں کی رائے بھی عورت ہے اور عورت کی طرح ضعیف اور ناتواں ہے (دستورِ اسلام مع نظامِ اسلام صفحہ ٦٧، ٦٨)

٢ أقل ما لا بد منه فی المشاورة التی یکون الغرض منها تمهید مصلحة ثلاثة، حتی یکون الاثنان کالمتنازعین فی النفی والإثبات، والثالث کالمتوسط الحاکم بینهما، فحینئذ تکمل تلک المشورة ویتم ذلک الغرض، وهکذا فی کل جمع اجتمعوا للمشاورة، فلا بد فیهم من واحد یکون حکما مقبول القول، فلهذا السبب لا بد وأن تکون أرباب المشاورة عددهم فردا، فذکر سبحانه الفردین الأولین واکتفی بذکرهما تنبیها علی الباقی (التفسیر الکبیر، للرازی، تحت سورة المجادلة، رقم الآیة ٥٨)

www.idaraghufran.org

اور اگر کسی ادارہ یا شعبہ کے پہلے سے کچھ ارکانِ شوریٰ متعین ہوں تو اس ادارہ کے ضابطہ کے مطابق ارکانِ شوریٰ سے مشورہ کرنا چاہیے۔

مشورہ کا طریقہ

مشورہ زبانی طور پر کرنا بھی درست ہے اور تحریری طور پر بھی، بلکہ تحریری مشورے کا طریقہ بہت قدیم اور پُرانے زمانے سے چلا آ رہا ہے۔ [1]

اور مشورہ اجتماعی انداز میں کرنا بھی درست ہے اور ایک ایک شخص سے فرداً فرداً کرنا بھی۔

پھر زبانی مشورہ کا ایک طریقہ تو یہ ہے کہ جن جن لوگوں سے مشورہ کرنا ہو اُن میں سے ہر ایک سے جداگانہ اور علیٰحدہ علیٰحدہ مشورہ کرے، تاکہ ہر شخص پوری قوت اور ہمت کے ساتھ دل کھول کر اپنی رائے دے سکے۔

اور دوسرا طریقہ یہ ہے کہ مشورہ کے لیے باقاعدہ مجلس (میٹنگ) منعقد کرے، اور مشورہ دینے والوں کو ایک جگہ جمع کر کے متعلقہ معاملہ کو پیش کرے اور سب سے رائے حاصل کرے تاکہ مجلس میں ہر شخص اپنی رائے کو بلا تردُّد اور بلا تکلف ظاہر کر دے اور معاملے کے تمام پہلو روشن ہو کر سامنے آ جائیں۔

اور اگر معاملہ زیادہ اہم ہو تو پہلے الگ الگ اور پھر اجتماعی انداز میں مشورہ کرنا زیادہ بہتر ہے۔

اور تحریری مشورہ کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ ہر ایک سے تحریری رائے حاصل کرے، پھر اُن سب پر غور کر لے اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس تحریر کی روشنی میں باقاعدہ مجلس منعقد کر کے مناقشہ

---

[1] فالمشاورة بالكتاب سنة قديمة في الحوادث الشرعية.
وروى عن ابن مسعود وأبي موسى الأشعري رضي الله عنهما أنهما كانا يكتبان إلى عمر رضي الله عنه يستشيرانه، وعمر كان يكتب إلى ابن مسعود رضي الله عنه يستشيره، وكان ابن سماعة يكتب إلى محمد رحمه الله، وهذا لأن المشورة من الغائب بالكتاب بمنزلة المشورة من الحاضر بالخطاب (المحيط البرهاني في الفقه النعماني، ج۸، ص ۱۲، كتاب القضاء، الفصل الثالث: في ترتيب الدلائل للعمل بها)

اور بحث کی جائے (مستفاد از: ''دستورِ اسلام مع نظامِ اسلام'' صفحہ ۵۸، ۵۹) ۱؎

۱؎ اہلِ فارس مشاورت کے لیے انعقادِ مجلس کو پسند کرتے تھے، اور اہلِ فارس کے علاوہ دوسری قوم میں تنہائی اور خلوت میں جدا جدا مشورہ کرنے کو پسند کرتے تھے۔

امام ابوالحسن ماوردی ان دونوں مذہبوں کو نقل کر کے فیصلہ فرماتے ہیں کہ علی الاطلاق حکم لگانا مناسب نہیں، بلکہ سب سے اول یہ دیکھنا چاہیے کہ مشورہ کس قسم کی بات میں ہے، اگر وہ بات معلوم اور معین ہے لیکن تردد اس میں ہے کہ وہ حق اور صواب ہے یا باطل اور خطا ہے تو اس کے لیے بحالت اجتماعی مشورہ کرنا مفید اور انفع ہے تاکہ مجمع عام میں رد وقدح ہو کر اس کا حسن وقبح واضح ہو جائے اور حق وباطل کا فرق مناظرہ (مناقشہ) سے خوب واضح ہوتا ہے اور اگر مشورہ ایسے امر میں ہے جو ایسا مبہم اور مشکل ہے کہ اس حل کے طریقے بھی معلوم نہیں ہوئے اور اس میں جس قدر احتمالات اور امکانات ہیں وہ ابھی تک معین اور متشخص نہیں تو ایسی صورت میں ہر شخص کو جداگانہ غور وفکر کا موقع دیا جائے تاکہ خلوت وتنہائی میں زورِ فکر لگا کر اس کے احتمالات اور امکانات کو کرید کرید کر نکالا جاسکے اور یہ بات مجمعِ عام میں حاصل نہیں ہو سکتی۔

خلاصہ یہ کہ بعض حالات میں مشورہ کے لیے انعقادِ مجلس بہتر ہے اور بعض حالات میں ہر ایک سے جدا جدا مشورہ کرنا بہتر ہے۔ یہ امام ابوالحسن ماوردی کا فیصلہ ہے کہ کس حالت میں کس طرح مشورہ بہتر ہے؟ یہ نہایت عمدہ فیصلہ ہے؛ امیر جس طریقے کو مناسب سمجھے اس کو اختیار کرے اور سب سے بہتر طریقہ یہ ہے کہ اول جداگانہ رائیں حاصل کر لی جائیں اور پھر مجلسِ شوریٰ میں پیش کر کے ان پر بحث مباحثہ کر کے ایک جانب کو معین کر لیا جائے (ماخوذ از دستورِ اسلام مع نظامِ اسلام'' صفحہ ۵۹، بتغیر)

فاذا استشار الجماعة فقد اختلف اهل الرأى فى اجتماعهم عليه وانفراد كل واحد منهم به.

فمذهب الفرس ان الاولى اجتماعهم على الارتياء واجالة الفكر ليذكر كل واحدمنهم ماقدحه خاطره ،وانتجه فكره حتى اذا كان فيه قدح عورض ،اوتوجه عليه رد نوقض ،كالجدل الذى تكون فيه المناظرة ،وتقع فيه المنازعة والمشاجرة ،فانه لايبقى فيه مع اجتماع القرائح عليه خلل الاظهر،ولا زلل ألاابان .وذهب غيرهم من أصناف الأمم الى أن الاولى استسرار كل واحد بالمشورة ليجيل كل واحد منهم فكره فى الرأى طمعا فى الحظوة بالصواب ،فان القرائح أذا انفردت استكدهاالفكر واستفرغها الاجتهاد،واذا اجتمعت فوضت وكان الاول من بدائهامتبوعا.ولكل واحدمن المذهبين وجه ،ووجه الثانى أظهر.

والذى أراه فى الأولى غيرهذين المذهبين على الاطلاق ،ولكن ينظرفى الشورى فان كانت فى حال واحدة هل هى صواب ام خطأ كان اجتماعهم عليها اولىٰ؛لان ماتردد بين أمرين فالمراد منه الاعتراض على فساده،اوظهور الحجة فى صلاحه . وهذامع الاجتماع أبلغ ، وعندالمناظرة أوضح،وان كانت الشورى فى خطب قداستبهم صوابه ،واستعجم جوابه، من أمور خافية وأحوال غامضة لم يحصرها عدد ولم يجمعها تقسيم ولا عرف لهاجواب يكشف عن خطئه وصوابه.

فالأولى فى مثله انفراد كل واحد بفكره،وخلوه بخاطره ،ليجتهدفى الجواب ثم يقع الكشف عنه أخطأ هوأم صواب ،فيكون الاجتهاد فى الجواب منفردا والكشف عن الصواب مجتمعاً؛ لان الانفراد فى الاجتهاد اصح ،والاجتماع على المناظرة أبلغ،فهكذا هٰذا (أدب الدنياوالدين ، الباب الخامس ،ادب النفس ،الفصل الثالث فى المشورة)

www.idaraghufran.org

مشورہ لینے والے کے لئے چند ہدایات وآداب

(۱)...... جیسا کہ پہلے گزر چکا کہ مشورہ طلب کرنے کی غرض یہ ہونی چاہئے کہ اس سنت پرعمل کی برکت سے معاملہ کے تمام پہلو(منافع اور مضرات) سامنے آجائیں اور مفید ومناسب پہلو متعین کرکے فیصلہ کرنے میں آسانی ہو۔

اس لیے مشورہ لینے میں کوئی عار محسوس نہ کرے اور یہ تصور نہ کرے کہ مشورہ لینے کی وجہ سے دوسروں کی نظروں میں میری وقعت کم ہوجائے گی۔ [۱]

(۲)...... اگر مشورہ کی کوئی مجلس منعقد یا طے کرنی ہو، اور اُس مجلس کے لئے کسی کو امیر مقرر اور طے کرنا ہو، تو امیر ایسے شخص کو مقرر و طے کرنا چاہیے جو دوسرے موجودہ افراد کے مقابلہ میں عقل دیانت وعدالت کے لحاظ سے بہتر ہو، اور اس میں اس درجے کا اخلاص وتقویٰ ہو کہ جس کی زبان سے بھی حق ظاہر ہو، اس کو قبول کرنے اور اپنی رائے کے غلط ظاہر ہونے کے بعد اس سے رجوع کرنے میں کوئی شرم وعار محسوس نہ کرے۔

(۳)...... مشورہ طلب کرنے والے کو چاہئے کہ جن لوگوں سے مشورہ طلب کرے اُن کے سامنے متعلقہ معاملہ کو اچھی طرح واضح کرکے اور کھول کر بیان کرے تا کہ مشورہ دینے والے کو اس معاملہ کے تمام پہلوؤں پر نظر کرکے رائے قائم کرنے کا موقعہ ملے اگر معاملہ کو مُبہم اور گول مول بیان کیا گیا یا اپنی غرض اور مقصود کو مخفی اور پوشیدہ رکھا گیا تو مشورہ دینے والا صحیح رائے قائم نہیں کرسکے گا۔ [۲]

---

[۱] ولاینبغی ان یتصور فی نفسه انه ان شاور فی أمره ظهر للناس ضعف رأیه وفسادرویته ،حتی افتقر الی رأی غیره .فان هذه معاذیر النوکی ولیس یراد الرأی للمباهاة به وانما یراد للانتفاع بنتیجته والتحرز من الخطأ عند زلَلِه.وکیف یکون عارا ماأدی الی صواب وصدعن خطأٍ (ادب الدنیا والدین، الباب الخامس أدب النفس ،الفصل الثالث فی المشورة)

[۲] ویبین لهم مافیه من مصلحة ومفسدة، ان علم شیئا من ذالک ویتأکدالامر بالمشاورة فی حق ولاة الامورالعامة کالسلطان والقاضی ونحوهما (الاذکارالنوویة ،باب الحث علی المشاورة)

Iqra Ghufran

(۴)...... اگر کوئی مشورہ دینے والا ایسی رائے دے جو مشورہ طلب کرنے والے کی سمجھ اور خواہش کے خلاف ہو تو اس کو ٹھنڈے دل سے سننا چاہئے کسی خیال یا وہم کی بنیاد پر اس کی طرف سے بدظن نہ ہونا چاہیے ورنہ فائدہ حاصل نہ ہوگا۔

(۵)...... کوئی مشورہ دینے والا اگر چھوٹا یا کم وقعت ہو تو اس کو مشورہ کے رد کرنے کا سبب نہ سمجھے، دانشمندی و خیر خواہی کی بات اگر کسی چھوٹے اور گمنام سے بھی ملے تو قابلِ غور و فکر اور قابلِ قدر ہے۔

(۶)...... مشورہ لینے والے کو چاہئے کہ مشورہ دینے والے کی رائے اور اس کے تمام گوشوں و پہلوؤں کو غور سے سنے اور مقصود کو سمجھنے کی کوشش کرے۔

(۷)...... اگر کسی مشورہ دینے والے کی بات ایک مرتبہ سمجھ میں نہ آئے تو دوبارہ وضاحت کے ساتھ کہنے کا موقعہ فراہم کرے۔

(۸)...... مشورہ دینے والے کو اپنا خیر خواہ و ہمدرد سمجھے اور اس کے ساتھ نرمی و ملاطفت اور خوش اخلاقی سے پیش آئے۔

(۹)...... اپنے قول و فعل سے کوئی ایسی حرکت ظاہر نہ کرے جس سے دوسرے کی دل شکنی یا دوسرے کی حوصلہ شکنی ہو یا بدظنی اور بے جا طرف داری وغیرہ کی تہمت کا موقعہ ملے۔

مشورہ دینے والوں کے لئے چند ہدایات وآداب

(۱)...... جس سے مشورہ کیا جائے ان کے ذمہ لازم ہے کہ وہی رائے دے جسے اپنی دیانت سے اپنے اور اللہ کے درمیان صحیح اور مشورہ طلب کرنے والے کے حق میں بہتر اور مفید سمجھتا ہو، شریعت نے اس کی بہت تاکید کی ہے۔

چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ:

اَلْمُسْتَشَارُ مُؤْتَمَنٌ (ترمذی، رقم الحدیث ۲۸۲۲) [۱]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس سے مشورہ طلب کیا جائے وہ امانت دار ہے (ترمذی)

فائدہ: اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جس انسان سے مشورہ طلب کیا جائے، وہ انسان مشورہ طلب کیے جانے والے معاملے میں مشورہ طلب کرنے والے کا امین ہوتا ہے، اور اچھی رائے اُس کے پاس مشورہ طلب کرنے والے کی امانت ہوتی ہے، جو مشورہ طلب کرنے والے کے حوالے کرنا اس کی ذمہ داری ہے۔

لہٰذا مشورہ طلب کرنے والے کی مصلحت اور فائدہ کو چھپانا دراصل اس کے ساتھ خیانت کرنا ہے جو کہ جائز نہیں اور گناہ ہے۔ [۲]

یہ حدیث حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا، حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت علی، حضرت ابو مسعود انصاری، حضرت جابر بن سمرہ، حضرت ابنِ عباس، حضرت عبداللہ بن زبیر، حضرت نعمان بن بشیر، حضرت مغیرہ بن شعبہ اور حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہم وغیرہ کی سند سے بھی مروی ہے۔ [۳]

---

[۱] قال الترمذی:
هَـذَا حَـدِيـثٌ حَسَـنٌ، وَقَدْ رَوَى غَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ شَيْبَانَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ النَّحْوِيِّ، وَشَيْبَانُ هُوَ صَاحِبُ كِتَابٍ وَهُوَ صَحِيحُ الحَدِيثِ، وَيُكْنَى أَبَا مُعَاوِيَةَ.

[۲] ومعناه أن المستشار أمين فيما يسأل من الأمور، فلا ينبغى أن يخون المستشير بكتمان مصلحته (مرقاة، تحت رقم الحديث ۵۰۶۱، كتاب الآداب، باب الحذر والتأنى فى الأمور)

[۳] عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، قَالَتْ :قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :المُسْتَشَارُ مُؤْتَمَنٌ وَفِي البَابِ عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ، وَأَبِي هُرَيْرَةَ، وَابْنِ عُمَرَ :هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ مِنْ حَدِيثِ أُمِّ سَلَمَةَ (ترمذی، رقم الحديث ۲۸۲۳)

عن عمر بن الخطاب، رضى الله عنه قال :قال رسول الله ﷺ: المستشار مؤتمن، والمسلم أخو المسلم لا يعيبه ولا يخونه (أمالى ابن بشران، تحت رقم الحديث ۱۰۰)

عن أبى بكر، رضى الله عنه، أن النبى صلى الله عليه وسلم قال : المستشار مؤتمن (أمثال الحديث لأبى الشيخ الأصبهانى، رقم الحديث ۲۸؛ الكنى والأسماء للدولابى، رقم الحديث ۴۰۴)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اوراسی وجہ سے بعض حضرات نے اس حدیث کومتواتر قرار دیا ہے۔ ۱؎

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

عن علي ، رضی الله عنه ، قال :سمعت النبی صلی الله علیه وسلم یقول : المستشار مؤتمن (أمثال الحدیث لأبی الشیخ الأصبهانی، رقم الحدیث ۲۶)

عَنْ أَبِی مَسْعُودٍ، قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ :الْمُسْتَشَارُ مُؤْتَمَنٌ(سنن ابن ماجه، رقم الحدیث ۳۷۴۶؛ سنن الدارمی، رقم الحدیث ۲۴۹۳)

عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ، وَغَیْرِهِ قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ :الْمُسْتَشَارُ مُؤْتَمَنٌ (المعجم الکبیر للطبرانی، رقم الحدیث ۱۸۷۹)

عَنْ سَمُرَةَ، قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ :الْمُسْتَشَارُ مُؤْتَمَنٌ(المعجم الکبیر للطبرانی، رقم الحدیث ۶۹۱۴)

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ :الْمُسْتَشَارُ مُؤْتَمَنٌ(المعجم الکبیر للطبرانی، رقم الحدیث ۱۲۱۶۲)

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الزُّبَیْرِ، قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ :الْمُسْتَشَارُ مُؤْتَمَنٌ(المعجم الکبیر للطبرانی، رقم الحدیث ۳۰۲)

قال الهیثمی:

رواه الطبرانی، ورجاله رجال الصحیح، ورواه البزار (مجمع الزوائد، تحت رقم الحدیث ۱۳۱۶۳، باب ما جاء فی المشاورة)

عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِیرٍ، رَضِیَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّی اللَّهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ": الْمُسْتَشَارُ مُؤْتَمَنٌ(شرح مشکل الآثار، رقم الحدیث ۴۲۹۵)

عنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّی اللَّهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الْمُسْتَشَارُ مُؤْتَمَنٌ (الکامل فی ضعفاء الرجال، ج۲،ص ۲۲۳ ،بَکَّار بْن عَبد الله بْن سِیرِین)

عَنْ أَبِی سَعِید الْخُدْرِیِّ قَال رَسُول اللهِ صَلَّی اللَّهُ عَلَیهِ وَسلَّمَ الْمُسْتَشَارُ مؤتمن(الکامل فی ضعفاء الرجال، ج۴،ص ۷۷،رشدین بْن سعد، وَهو بن أبی رشدین، وأَبُو رشدین اسمه سعد، یُکَنَّى أبا الحجاج المِهْری مصری)

عن المغیرة بن شعبة ، رضی الله عنه ، أن النبی صلی الله علیه وسلم قال : المستشار مؤتمن(أمثال الحدیث لأبی الشیخ الأصبهانی، رقم الحدیث ۳۰)

عن جابر بن عبد الله ، أن النبی صلی الله علیه وسلم قال : المستشار مؤتمن(معجم الشیوخ لابن جمیع الصیداوی، رقم الحدیث ۳۵)

۱؎ (المستشار مؤتمن) -أورده فیها أیضاً من حدیث أبی هریرة وأم سلمة وابن عمر وأبی مسعود وعلی وجابر ابن سمرة وسمرة بن جندب والنعمان بن بشیر وأبی الهیثم بن التیهان وابن الزبیر وابن عباس أحد عشر نفساً.

(قلت) ورد أیضاً من حدیث عمر بن الخطاب وسفینة وعائشة وأبی سلمة ونقل أیضاً فی شرح المواهب عن السیوطی أنه متواتر وکذا صرح بتواتره فی التیسیر (نظم المتناثر من الحدیث المتواتر للکتانی، ج ۱ ، ص ۱۸۴ ، تحت رقم الحدیث ۲۱۷)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

وَمَنْ أَشَارَ عَلٰى أَخِيهِ بِأَمْرٍ يَعْلَمُ أَنَّ الرُّشْدَ فِيْ غَيْرِهٖ فَقَدْ خَانَهٗ

(مستدرک حاکم، رقم الحدیث ۳۵۰، واللفظ لہٗ؛ ابوداؤد، رقم الحدیث ۳۶۵۷؛ شرح مشکل الآثار، رقم الحدیث ۴۱۰؛ سنن کبریٰ بیہقی، رقم الحدیث ۲۰۳۵۳؛ جامع بیان العلم وفضلہ، رقم الحدیث ۱۶۲۵) [۱]

ترجمہ: اور جس نے اپنے (مسلمان) بھائی کو کسی کام کے متعلق ایسا مشورہ دیا کہ جس کو وہ سمجھتا ہے کہ مشورہ لینے والے کی بہتری دوسری رائے میں تھی (جو اس نے پیش نہیں کی) تو اس نے اپنے (مسلمان) بھائی کے ساتھ خیانت کی (حاکم؛ ابوداؤد وغیرہ)

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ:

مَنِ اسْتَشَارَ أَخَاهُ فَأَشَارَ عَلَيْهِ بِغَيْرِ رُشْدٍ فَقَدْ خَانَهٗ (شرح مشکل الآثار، رقم الحدیث ۴۲۹۶، باب بیان مشکل ما روی عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من قولہ: المستشار مؤتمن)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے اپنے (مسلمان) بھائی سے مشورہ طلب کیا، پھر اُس نے اُس کو غلط مشورہ دیا، تو اُس نے اپنے (مسلمان) بھائی کے ساتھ خیانت کی (شرح مشکل الآثار)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ مشورہ دینے والے پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ مشورہ طلب کرنے والے کو وہ رائے دے، جس کو وہ دیانت داری کے ساتھ اپنے دل دماغ سے درست

---

[۱] قال الحاکم:
هٰذَا حَدِيْثٌ قَدِ احْتَجَّ الشَّيْخَانِ بِرُوَاتِهٖ غَيْرِ هٰذَا، وَقَدْ وَثَّقَهٗ بَكْرُ بْنُ عَمْرٍو الْمَعَافِرِيُّ وَهُوَ أَحَدُ أَئِمَّةِ أَهْلِ مِصْرَ وَالْحَاجَةُ بِنَا إِلٰى لَفْظَةِ التَّثَبُّتِ فِي الْفُتْيَا شَدِيْدَةٌ.

www.idaraghufran.org

سمجھتا ہو، ورنہ وہ خیانت کے گناہ اور وبال میں مبتلا ہوگا۔ ۱

رہا یہ کہ مشورہ دینے والا کس طرح کا مشورہ دے کر اس بھاری امانت کی ذمہ داری سے سبکدوش ہوسکتا اور خیانت کرنے سے بچ سکتا ہے، تو اس کا حل حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث میں بیان کیا گیا ہے، جس کے الفاظ یہ ہیں کہ:

اَلْمُسْتَشَارُ مُؤْتَمَنٌ، فَإِذَا اسْتُشِيرَ فَلْيُشِرْ بِمَا هُوَ صَانِعٌ لِنَفْسِهٖ (المعجم الاوسط للطبرانی، رقم الحدیث ۲۱۹۵)

ترجمہ: جب کسی سے مشورہ طلب کیا جائے تو وہ مشورہ دے جیسے وہ اپنے لئے اختیار کرتا اگر وہ خود اس معاملہ میں مبتلا ہوتا جس میں کہ (اِس وقت) مشورہ لینے والا مبتلا ہے (طبرانی)

اگرچہ اس حدیث کی سند پر بعض محدثین کا کلام ہے۔ ۲

لیکن اس حدیث کا مضمون شریعت کے اُصولوں کے مطابق ہے، کیونکہ اولاً تو دوسرے کو بہتر مشورہ دینے کا شریعت نے حکم دیا ہے، اور غلط مشورہ دینے کو گناہ اور منع قرار دیا ہے۔

---

۱ قَالَ أَبُو جَعْفَرٍ:

فَأَخْبَرَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي هَذَا الْحَدِيثِ أَنَّ مَنِ اسْتَشَارَ أَخَاهُ، فَأَشَارَ عَلَيْهِ بِخِلَافِ الرُّشْدِ فَقَدْ خَانَهُ، وَتَحْتَ هَذَا الْكَلَامِ أَنَّهُ إِذَا أَشَارَ عَلَيْهِ بِالرُّشْدِ كَانَ مِنْهُ ضِدُّ الْخِيَانَةِ وَهِيَ الْمُنَاصَحَةُ، وَكَانَ مَنْ كَانَ فِيهِ الْخِيَانَةُ مُسْتَحِقًّا لِلْعِقَابِ عَلَيْهَا، وَمَنْ كَانَتْ مِنْهُ الْأَمَانَةُ مُسْتَحِقًّا لِلثَّوَابِ عَلَيْهَا، فَبَانَ بِمَا ذَكَرْنَا مَا الْمُرَادُ بِالْأَمَانَةِ الْمَذْكُورَةِ فِي الْحَدِيثِ الَّذِي بَدَأْنَا بِذِكْرِهِ فِي هَذَا الْبَابِ، وَاللهُ الْمَحْمُودُ عَلَى ذَلِكَ، وَإِيَّاهُ نَسْأَلُهُ التَّوْفِيقَ (شرح مشكل الآثار، بَابُ بَيَانِ مُشْكِلِ مَا رُوِيَ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ قَوْلِهِ " :الْمُسْتَشَارُ مُؤْتَمَنٌ)

۲ قال الطبرانی:

لَمْ يَرْوِهِ إِلَّا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَنْبَسَةَ، وَهُوَ حَدِيثٌ غَرِيبٌ "

وقال الهيثمی:

رواه الطبرانی فی الأوسط عن شيخه أحمد بن زهير، عن عبد الرحمن بن عنبسة البصری ولم أعرفهما، وبقية رجاله ثقات (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۱۳۱۵۹، باب ما جاء فی المشاورة)

www.idaraghufran.org

دوسرے مؤمن بھائی کے لیے اسی چیز کو پسند کرنے کا حکم ہے جو انسان اپنے لیے شرعاً وعقلاً پسند کرے۔

چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

لَا یُؤْمِنُ أَحَدُکُمْ، حَتّٰی یُحِبَّ لِأَخِیْهِ مَا یُحِبُّ لِنَفْسِهٖ (بخاری، رقم الحدیث ۱۳، باب: من الإیمان أن یحب لأخیه ما یحب لنفسه، واللفظ لهٗ؛ مسلم، رقم الحدیث ۴۵)

ترجمہ: تم میں سے کوئی اس وقت تک (کامل) مومن نہیں ہوسکتا، جب تک کہ اپنے بھائی کے لئے اُس چیز کو پسند نہ کرے، جو (شرعاً وعقلاً) اپنے لئے پسند کرتا ہے (بخاری ومسلم)

اس لیے مشورہ دینے والے کو چاہیے کہ مشورہ لینے والے کی خیرخواہی، ہمدردی اور اخلاص میں کوئی کمی نہ چھوڑے، اور سوچے کہ جس نے اپنے معاملے کے لیے میری رائے اور مشورہ پر اعتماد کیا ہے اس کو سچی نیت کے ساتھ اچھا اور مفید مشورہ دینا چاہیے۔

(۲)......مشورہ دینے والے کو چاہئے کہ مشورہ دینے سے پہلے کم از کم ایک مرتبہ سورہ اَلَمْ نَشْرَحْ اور یہ دُعائیہ آیات پڑھ لے:

رَبِّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ. وَیَسِّرْلِیْ اَمْرِیْ. وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِیْ. یَفْقَهُوْا قَوْلِیْ (سورہ طٰہٰ)

یا اسی قسم کی کوئی اور دعا پڑھ لے۔

مثلاً یہ دعا کہ:

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِیْ فِیْ قَلْبِیْ نُوْرًا، وَفِیْ لِسَانِیْ نُوْرًا، وَفِیْ سَمْعِیْ نُوْرًا، وَفِیْ بَصَرِیْ نُوْرًا، وَمِنْ فَوْقِیْ نُوْرًا، وَمِنْ تَحْتِیْ نُوْرًا، وَعَنْ یَمِیْنِیْ نُوْرًا، وَعَنْ شِمَالِیْ نُوْرًا، وَمِنْ بَیْنِ یَدَیَّ نُوْرًا، وَمِنْ خَلْفِیْ نُوْرًا،

Idara Ghufran

وَاجْعَلْ فِيْ نَفْسِيْ نُوْرًا، وَأَعْظِمْ لِيْ نُوْرًا. [1]

(۳)......مشورہ دینے والا مشورے کے دوران اپنے آپ کو خالی الذہن کرلے اور اپنی توجہات کو دوسری چیزوں کی طرف سے ہٹالے اور پوری دل جمعی کے ساتھ مشورے کے عمل میں شریک ہو۔ [2]

(۴)......مشورہ دینے والے کی یہ بھی ذمہ داری ہے کہ وہ مشورے کے ضمن میں زیرِ بحث آنے والی رازداری کی بات کسی دوسرے غیر متعلقہ شخص پر ظاہر نہ کرے، کیونکہ مشورہ دینے والا امانت دار ہوتا ہے اور مجلس کی رازداری کی باتیں غیر متعلقہ شخص پر ظاہر کرنا جائز نہیں۔

چنانچہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

مَنْ حَدَّثَ فِيْ مَجْلِسٍ بِحَدِيْثٍ، فَالْتَفَتَ، فَهِيَ أَمَانَةٌ (مسند احمد، رقم الحديث ۱۴۴۷۴) [3]

ترجمہ: جس نے کسی مجلس میں کوئی بات کی، پھر وہ (اس مجلس سے) ہٹ گیا، تو اُس کی یہ (مجلس کی بات) امانت ہوتی ہے (مسند احمد)

(۵)......مشورہ دینے والا صرف اپنے مفاد وغرض کی خاطر دوسرے کو نقصان میں مبتلا نہ کرے اگرچہ مشورہ لینے والے سے اس کی عداوت ودشمنی ہی کیوں نہ ہو۔ [4]

---

[1] اے اللہ! میرے دل میں نور کردیجئے، اور میری زبان میں بھی نور کردیجئے، اور میرے کان میں بھی نور کردیجئے، اور میری آنکھ میں بھی نور کردیجئے، اور میرے اوپر سے بھی نور کردیجئے، اور میرے نیچے سے بھی نور کردیجئے، اور میرے دائیں سے بھی نور کردیجئے، اور میرے بائیں سے بھی نور کردیجئے، اور میرے سامنے سے بھی نور کردیجئے، اور میرے پیچھے سے بھی نور کردیجئے، اور میرے اندر بھی نور کردیجئے، اور مجھے عظیم نور عطا فرمادیجئے (مسلم، رقم الحدیث ۷۶۳، باب الدعاء فی صلاۃ اللیل وقیامہ)

[2] ويجب كونه فارغ البال وقت الاستشارة (فيض القدير ج ۱، ص ۲۷۵، تحت رقم الحديث ۴۲۵)

[3] في حاشية مسند احمد:
حسن لغيره، وهذا إسناد حسن في الشواهد.

[4] ولاعذر لمن استشاره عدو او صديق ان يكتم رأيا وقد استرشدولاان يخون وقد اؤتمن (ادب الدنيا والدين، الباب الخامس أدب النفس، الفصل الثالث في المشورة)

www.idaraghufran.org

(۶)...... اپنی رائے کو دوسرے کی رائے سے اعلیٰ اور کسی دوسرے کی رائے کو حقیر نہ سمجھے اور نہ ہی دوسرے کی رائے کو ہیچ اور کمتر ظاہر کرے، البتہ اگر دوسرے کی رائے میں کوئی نقصان اور کمی وکوتاہی محسوس کرے تو خوش اسلوبی اور دوسرے کے جذبات کی رعایت کے ساتھ مثبت انداز میں اس کا اظہار کر دے اور دوسرا شخص بھی فراخ دلی کے ساتھ اس کی رائے کو سنے اور اس کی وجہ سے کم ظرفی اور احساسِ کمتری میں مبتلا نہ ہو۔ [1]

(۷)...... بلا ضرورت مشورہ دینے میں خود سے سبقت وپیش قدمی نہ کرے یعنی جب تک اس سے مشورہ طلب نہ کیا جائے خود اقدام کر کے مشورہ نہ دے، بلکہ کوشش کرے کہ اپنے سے زیادہ عقل وتجربہ کاروں کی رائے پہلے سامنے آئے، تاکہ ان کی رائے سُن کر بہتر رائے قائم کرنے کا موقع مل جائے۔

رائے کے اظہار میں جلد بازی کا انجام سوائے ندامت وخجالت یا رائے کی کمزوری ظاہر ہونے کے اور کچھ نہیں۔

البتہ درمیان میں کوئی بات ضروری سمجھے تو مناسب انداز میں پیش کر دے (دستورِ اسلام مع نظامِ اسلام صفحہ ۵۸؛ مطبوعہ: مکتبہ عثمانیہ، علامہ اقبال ٹاؤن، لاہور)

(۸)...... محض اپنی علمیت جتلانے اور دوسروں کو نیچا وکمتر ظاہر کرنے کے لئے اپنی رائے میں طوالت اور الفاظ میں بناوٹ پیدا نہ کرے۔

(۹)...... اپنا مشورہ خوب صاف اور واضح کر کے بیان کرے، گول مول انداز اختیار نہ کرے (دستورِ اسلام مع نظامِ اسلام صفحہ ۵۷، بتغیر)

(۱۰)...... اجتماعی مشورہ ہو تو مشورے کی مجلس میں شریک دوسرے لوگوں سے ہمدردی کا معاملہ کرے۔

اور مشورہ طلب کرنے والے سمیت سب کی طرف سے اپنے دل کو حسد اور کینہ سے پاک

---

[1] وربما ابطرته المشاورة فاعجب برأيه فاحذره فی المشاورة فليس للمعجب رأی صحيح ولارؤية سليمة (ادب الدنيا والدين، الباب الخامس أدب النفس، الفصل الثالث فی المشورة)

www.idaraghufran.org

صاف کرلے۔ [1]

(۱۱)...... دوسرے مشورہ دینے والوں کے مشورے اور اُن کی رائے ودلائل کو غور سے سُنے اور اُن کی طرف پوری توجہ کرے، ممکن ہے کہ دوسرے کی رائے کا اپنی رائے سے بہتر اور حق ہونا معلوم ہوجائے؛ اور یہ بات مجلس کے آداب کے بھی خلاف ہے کہ دوسرا شخص اپنی رائے پیش کررہا ہو اور یہ اُس کی طرف متوجہ نہ ہو (دستورِ اسلام مع نظامِ اسلام صفحہ ۵۷ بتغیر)

(۱۲)...... دل میں یہ پختہ ارادہ کرلے کہ جس کی زبان سے حق ظاہر ہوگا، اس کو قبول کروں گا خواہ وہ دوسرا اپنا مخالف ہی کیوں نہ ہو، اصل عزت حق کی اتباع میں ہے، بات بنانے اور حق سے اعراض کرنے میں نہیں (ایضاً صفحہ ۵۷ بتغیر)

(۱۳)...... اگر مشورہ کی مجلس کا کوئی امیر ہو اور یہ اُس معاملہ میں امیر کا تابع ہو، تو امیرِ مجلس کا دِل سے ادب واحترام اور اس کی طرف سے صادر وجاری شُدہ فیصلہ کی دل سے قدر کرے؛ اور اگر اس معاملہ میں دوسرے کا ماتحت ہے تو اس کی اتباع بھی کرے۔

(۱۴)...... یہ بات سمجھ لینے کی ہے کہ اختلاف اسی وقت تک جائز ہے، جب تک مشورہ کا درجہ ہے، مگر فیصلے اور نفاذ کے بعد صاحبِ معاملہ وصاحبِ اختیار سے اختلاف کرنا یا ماتحت اور رعایا کو اپنے حاکم وسربراہ کے (فیصلے کے عملاً) خلاف کرنا برا ہے۔ فیصلے اور نفاذ کے بعد تو امیر وسربراہ کی اطاعت ہی ہے (ملفوظات حکیم الامت جلد ۲ صفحہ ۸۲، ماخوذ از تحفۃ العلماء جلد ۱ صفحہ ۴۸، بتغیر)

(۱۵)...... اگر مشورہ دینے والے کی رائے کے مطابق فیصلہ ہوجائے تو شکر کرے اور اس کی وجہ سے تکبر یا عُجب واِتراہٹ میں مبتلا نہ ہو اور اپنی رائے کے خلاف فیصلہ ہو تو صبر کرے اور اپنے مشورہ دینے کو ضائع نہ سمجھے بلکہ یہ سوچے کہ جو اپنا کام اور فریضہ تھا وہ ادا ہوگیا اور سنت کا اجر وثواب حاصل ہوگیا۔ [2]

---

[1] وینبغی ان یسلم اھل الشوریٰ من حسد اوتنافس فیمنعھم من تسلیم الصواب لصاحبہ (أدب الدنیاوالدین ، الباب الخامس ،ادب النفس ،الفصل الثالث فی المشورۃ)

[2] المشورۃ لیست للتقلید بل للتنبہ والاستحضار(احکام القرآن للتھانوی جلد ۲ صفحہ ۷۱)

مشورہ کے بعد فیصلہ کا طریقہ

مشورہ کرنے والے کو چاہیے کہ مشورے کے بعد فیصلہ کرنے میں جلد بازی سے کام نہ لے بلکہ تمام آراء پر پوری امانت ودیانت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے سامنے جواب دہی کا دل میں استحضار کرکے غور وفکر کرلے، اور پوری احتیاط سے کام لے۔

اور موقعہ ہو تو دو رکعت پڑھ کر استخارہ کی دعا کے بعد فیصلہ کرے، نماز کا موقعہ نہ ہو تو استخارہ کی دعا پر اکتفاء کرے (جس کا تفصیلی ذکر اگلے حصہ میں آتا ہے) اور اس کے بعد فیصلہ کرے

(دستورِ اسلام مع نظامِ اسلام صفحہ ۶۰، بتغیر واضافہ)

یہ بات سمجھ لینی چاہیے کہ مشورہ لینے والے صاحبِ معاملہ وصاحبِ اختیار کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ اکثریت کا یا کسی ایک کا مشورہ مانے، باوجود مشورہ لینے کے اسے اپنی (سمجھ کے مطابق جو رائے صحیح ہو اس پر) عمل کرنے کا اختیار ہے (خواہ دوسرے کی سمجھ کے مطابق وہ رائے مناسب نہ ہو) البتہ اپنا اطمینان حاصل کرنے کے لئے جس طرح دوسرے دلائل پر نظر کرے گا، اسی طرح اکثر تجربہ کار و پختہ کار مشورہ دینے والوں کا کسی ایک چیز پر متفق ہونا بھی بعض اوقات فیصلہ کرنے کے لئے اطمینان کا سبب بن سکتا ہے، اور اُسے ایسے تجربہ کار لوگوں کی رائے پر عمل درآمد کرنے پر نیک نیتی کے ساتھ غور کرنا چاہیے۔ [1]

مسئلہ یہ ہے کہ اگر مجلسِ شوریٰ میں اختلاف ہوجائے تو اس کا فیصلہ امیر کی رائے پر ہے، وہ

---

[1] حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تفسیر معارف القرآن میں فرماتے ہیں کہ:
قرآن وحدیث اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کے تعامل سے یہ امر ثابت نہیں ہوتا کہ اختلافِ رائے کی صورت میں امیر اکثریتِ رائے کے فیصلہ کا پابند ومجبور ہے بلکہ قرآنِ کریم کے بعض اشارات اور حدیث اور تعاملِ صحابہ کی تصریحات سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اختلافِ رائے کی صورت میں امیر اپنی صواب دید کے مطابق کسی ایک صورت کو اختیار کرسکتا ہے۔ خواہ اکثریت کے مطابق ہو یا اقلیت کے، البتہ امیر اپنا اطمینان حاصل کرنے کے لئے جس طرح دوسرے دلائل پر نظر کرے گا، اسی طرح اکثریت کا ایک چیز پر متفق ہونا بھی بعض اوقات اس کے لیے سببِ اطمینان بن سکتا ہے۔

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اپنی خداداد فہم وفراست سے اور اپنی ذاتی امانت ودیانت سے جس رائے کو باعتبار دلیل کے قوی اور مفید سمجھے، اس کو نافذ کرے (دستورِ اسلام مع نظامِ اسلام صفحہ ۶۳)

اس لیے فیصلہ کرنے والے کو اپنے فیصلے اور ترجیح کی بنیاد دلیل کی قوت پر رکھنی چاہیے، رائے دینے والوں کی کثرت پر نہیں۔ کیونکہ رائے کے درست اور مفید ہونے کا تعلق کثرت سے نہیں ہے اور صرف کثرتِ آراء حق اور درستگی کا معیار نہیں۔ ؎۱

البتہ اگر رایوں کے اختلاف کے وقت کبھی دلیل سے فیصلہ نہ ہوسکے یعنی کسی طرف کی دلیل

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

آیتِ مذکورہ میں غور فرمایئے، اس میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مشورہ کا حکم دینے کے بعد فرمایا گیا ہے۔

فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ.

یعنی مشورہ کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی جانب کو طے کرکے عزم کرلیں تو پھر اللہ پر بھروسہ کیجیے۔

اس میں ''عَزَمْتَ'' کے لفظ میں عزم یعنی نفاذِ حکم کا پختہ ارادہ صرف آنحضرت ﷺ کی طرف منسوب کیا گیا''عَزَمْتُمْ'' نہیں فرمایا جس سے عزم وتنفیذ میں صحابہ کی شرکت معلوم ہوتی، اس کے اشارہ سے ثابت ہوتا ہے کہ مشورہ لینے کے بعد نفاذ اور عزم صرف امیر کا معتبر ہے (معارف القرآن عثمانی جلد۲ صفحہ ۲۲۵)

اور حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

مشورہ کے بارے میں خلفائے راشدین کا بھی یہی طریقہ رہا کہ جب کوئی مہم مسئلہ پیش آتا جس میں حکمِ شرعی واضح اور منصوص نہ ہوتا تو مہاجرین وانصار کو بلاتے اور مشورہ کرتے اور طرفین کے دلائل سُنتے؛ اگر ایک مرتبہ میں حق واضح نہ ہوتا تو دوبارہ اور سہ بارہ مشورہ کرتے، یہاں تک کہ جب نورِ بصیرت سے ان کو کسی جانب میں حق نظر آجاتا اور شرحِ صدر ہوجاتا کہ یہی امر باعتبار دلیل کے قوی ہے اور باعتبار ثمرہ کے مفید اور نافع ہے تو اسی کے مطابق حکم صادر فرمادیتے اور قلت اور کثرت کی طرف نظر نہ فرماتے اور نہ رایوں کو شمار کرتے (دستورِ اسلام مع نظامِ اسلام صفحہ ۶۳)

؎۱ امداد الفتاویٰ میں رائے کے ترجیح اور قوی ہونے کی توضیح اس طرح کی گئی ہے کہ:

اگر اہلِ شوریٰ میں اختلاف ہوجائے تو جس جانب صدر کی رائے ہو، قطع نظر اقلیت یا اکثریت سے، اس کو ترجیح ہوگی اور اگر اہلِ شوریٰ اور صدر میں اختلاف ہوجاوے تو احتیاط کے پہلو کو ترجیح دی جاوے گی یعنی اگر متنازع فیہ ایک رائے میں نافع محض غیر محتمل الضرر ہو اور دوسری رائے میں نہ نافع ہو نہ مضر؛ تو نافع والی رائے کو ترجیح ہوگی اور اس کام کو کرلیا جاوے گا۔ اور اگر ایک رائے میں مضر ہو اور دوسری رائے میں نافع مگر غیر ضروری تو مضر والی کو ترجیح ہوگی اور اس کام کو ترک کردیا جائے گا اور اگر ایک رائے میں مضر ہو اور دوسری رائے میں نافع اور ضروری، اور صرف یہ اختلاف اہم واشد ہے تو صدر کی رائے کو ترجیح ہوگی (امداد الفتاویٰ جلد۴ صفحہ ۵۷۴، ۵۷۵)

کے قوی اور ضعیف ہونے کا تعین نہ ہو سکے تو ایسی صورت میں فیصلہ کرنے والے کے لیے رائے دینے والوں کی اکثریت کو دلیل کی قوت کی ایک علامت اور نشانی (نہ کہ عینِ دلیل) سمجھتے ہوئے اور اس پر اپنا اطمینان حاصل کرتے ہوئے فیصلہ کرنا جائز ودرست ہے، اور یہ اسی صورت میں ممکن ہے جبکہ مشورہ دینے والے ہوشیار، سمجھ دار، تجربہ کار، پختہ کار اور امانت ودیانت اور فہم وفراست دار ہوں۔ اور کسی طرف کی دلیل کے قوی نہ ہونے اور دلائل میں اشتباہ کے وقت کثرتِ رائے کو قوتِ دلیل کی علامت ونشانی سمجھ کر جو فیصلہ کیا جاتا ہے، اس میں ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ اس کی وجہ سے ظاہری نزاع ختم ہو جاتا ہے اور جانب داری کی تہمت سے حفاظت رہتی ہے۔ لیکن اس صورت میں بھی یہی کہا جائے گا کہ فیصلہ دلیل کی قوت پر ہوا ہے، رائے کی کثرت پر نہیں کیونکہ اس صورت میں کثرتِ آراء کو قوتِ دلیل کی علامت ونشانی سمجھا گیا ہے۔

نہ یہ کہ عامۃُ الناس، جہلاء وعلماء، تجربہ کار وناتجربہ کار، امانت دار وخیانت دار، مرد وعورت سب کو برابر کرکے اور دلیل کی قوت سے صرفِ نظر کرکے اور بقول شخصے ع

گدھے گھوڑے برابر کرکے

نِری کثرتِ رائے کو حق وباطل کا معیار قرار دیا جائے اور اوپر سے فیصلہ کرنے والے کو اس پر مجبور بھی کیا جائے۔ جیسا کہ آج کل کی مروّجہ جمہوریت کا حال ہے۔ جس کے بارے میں علامہ اقبال مرحوم نے خوب کہا ہے کہ ؎

جمہوریت وہ طرزِ حکومت ہے کہ جس میں بندوں کو گنا کرتے ہیں تولا نہیں کرتے

اس سلسلے میں چند مستند اہلِ علم حضرات کے حوالہ جات ذیل میں ملاحظہ ہوں:

محدث امام نووی رحمہ اللہ صحیح مسلم کی شرح میں فرماتے ہیں کہ:

یَنۡبَغِیۡ لِلۡمُتَشَاوِرِیۡنَ اَنۡ یَّقُوۡلَ کُلٌّ مِّنۡھُمۡ مَاعِنۡدَہٗ ثُمَّ صَاحِبُ الۡاَمۡرِ یَفۡعَلُ مَاظَھَرَتۡ لَہٗ مَصۡلِحَۃٌ (نووی شرح مسلم ،کتاب الصلاۃ،باب بدء الاذان)

www.idaraghufran.org

ترجمہ: ہر مشورہ دینے والے کی ذمہ داری ہے کہ وہی رائے دے جو اُس کے نزدیک صحیح اور حق ہو، اس کے بعد صاحبِ معاملہ کو اختیار ہے کہ جس پہلو میں مصلحت اور درستگی دیکھے، اس کو اختیار کرے (نووی شرح مسلم)

امام قرطبی رحمہ اللہ تفسیر احکامُ القرآن میں فرماتے ہیں کہ:

وَالشُّوْرٰی مَبْنِيَّةٌ عَلٰی اِخْتِلَافِ الْآرَآءِ، وَالْمُسْتَشِيْرُ يَنْظُرُفِیْ ذٰلِکَ الْخِلَافِ، وَيَنْظُرُاَقْرَبَهَا قَوْلًااِلَی الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِاِنْ اَمْكَنَهٗ.

فَاِذَااَرْشَدَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی اِلٰی مَاشَاءَ مِنْهُ عَزَمَ عَلَيْهِ وَاَنْفَذَهٗ مُتَوَكِّلًاعَلَيْهِ، اِذْ هٰذِهٖ غَايَةُ الْاِجْتِهَادِالْمَطْلُوْبِ وَبِهٰذَااَمَرَاللّٰهُ تَعَالٰی نَبِيَّهٗ فِیْ هٰذِهِ الْآيَةِ (تفسیر قرطبی ج۵، درذیل سورہ آل عمران آیت ۱۵۹)

ترجمہ: اور شوریٰ رایوں کے اختلاف پر مبنی ہوتی ہے، اور مشورہ لینے والا اس اختلاف میں غور کرے، اور ممکنہ حد تک کتاب وسنت کے قریب ترین رائے کو دیکھے۔

اور جب اللہ تعالیٰ اس کی اس چیز کی طرف راہنمائی فرمادیں جو اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں تو وہ اس کام کے کرنے کا عزم کرے اور اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے ہوئے اس کام کو نافذ کرے، اس لئے کہ مطلوب اجتہاد کی یہی انتہا ہے اور اسی کا اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اپنے نبی کو حکم دیا ہے (قرطبی)

اس کے علاوہ کئی اہلِ علم وفقہاء حضرات نے یہی تفصیل بیان فرمائی ہے۔ [1]

[1] فلابد من ان تكون لمشاورته اياهم فائدة تستفادبهاوان يكون للنبی صلی اللہ علیہ وسلم معهم طريق من الارتئاء والاجتهاد، فجائز حينئذ ان توافق آراؤهم رأی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وجائز ان يوافق رأی بعضهم رأيه وجائز ان يخالف رأی جميعهم فعمل صلی اللہ علیہ وسلم حينئذ برأيه ،ويكون فيه دلالة علی انهم لم يكونوامعنفين فی اجتهادهم بل كانواماجورين فيه لفعلهم مأمروا به ،ويكون عليهم حينئذ ترک آرائهم واتباع

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اور حضرت مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی صاحب بلندشہری رحمہ اللہ تفسیر انوارُ البیان میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

یہ بات سمجھ لینا چاہیے کہ مشورہ لینے والے کے لئے خواہ امیرُ المؤمنین ہی ہو؛ یہ ضروری نہیں ہے کہ سب کا یا کسی ایک کا مشورہ مانے، باوجود مشورہ لینے کے اسے اپنی (سمجھ کے مطابق دیانت داری کے ساتھ صحیح) رائے پر عمل کرنے کا پورا پورا اختیار ہے

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

رأى النبیﷺ (احکام القرآن للجصاص جلد۲ ،سورة آلِ عمران ،باب الاستعانة باهل الذمة)
ویدل علی انه قدکان یجتهدرأیه معهم ویعمل بمایغلب فی رأیه فیمالانص فیه قوله تعالیٰ فی نسق ذکرالمشاورة "فاذاعزمت فتوکل علی الله "(احکام القرآن للجصاص جلد۲ ،سورة آلِ عمران، باب الاستعانة باهل الذمة)
وان اختلفوا علی الامیرفرأی بعضهم رأیا ورأی بعضهم رأیا غیره لم یمل مع اکثرهم ولکن ینظرفیمااختلفوا فیه ،فمارأه صواباً قضی به وانفذ،وکذالک ینبغی للقاضی ان یفعل ذالک اختلف علیه المشاورون من الفقهاء وقد تقدم قریباً(معین الحکام ،صفحه۳۳، فصل فی جمع الفقهاء للنظرفی حکم القاضی)
المشورة لیست للتقلید بل للتنبه والاستحضار: وفیه ایضاً:قال الشافعی :أنمایؤمرالحاکم بالمشورة لکون المشیرینبهه علی مایغفل عنه ،ویدله علی مالایستحضره من الدلیل،لالتقلیده فیمایقوله المشیر،فان الله لم یجعل هذالاحدبعدرسول اللهﷺ انتهیٰ.
وهذاصریح فی عدم وجوب المشاورة ،وفی عدم وجوب تقلید المشیرین فالقول بوجوب الأخذ بالأکثرمن آراء أهل المشورة من عجائب هذاالدهرالذی هوزمان الابتداع والاختراع فی کل شئ، فلاحول ولاقوة الابالله العلی العظیم،فان ذالک لم یکن من دأب السلف قط(احکام القرآن للتهانوی جلد۲صفحه ۷۱)
انماتعتبرکثرة العددمرجحاً فیمایتعلق بالروایة دون مایتعلق بالدرایة: وهذاصریح فی أنه لاعبرة بکثرة العددفی الترجیح فیماهومحل المشورة والرأی ،وانمااعتبرهامحمدمرجحاً فیمایتعلق بالروایة دون مایتعلق بالدرایة ،فتنبه، لذالک فان اکثرالناس عن هذاغافلون. ومن اطلع علی مشاورة الصحابة فیمابینهم لم یشک قط فی أنهم کانواقدیأخذون بقول الواحدویردون به أقوال الأکثرین من الجماعة ،وکانوامرة یردون أقوال الجمیع ....فهذاأبوبکر الصدیق رضی الله عنه عمل برأیه وحده فی بعث أسامة وفی قتال أهل الردة مع مخالفة جمهورالصحابة فی ذالک ،فرد آراء هم ،وأمربعث أسامة بالرحیل وقاتل أهل الردة،وأطاعه فی ذالک الصحابة کلهم .وهذاهو مقتضی الاطلاق فی قوله تعالیٰ :فاذاعزمت فتوکل علی الله ،لم یقل :فأذاعزمتم أوعزم أکثرکم أو نحوه فافهم(احکام القرآن للتهانوی جلد۲صفحه ۷۳)

(خواہ دوسرے کی سمجھ کے مطابق وہ رائے مناسب نہ ہو) حق بات یہ ہے کہ جب مشورہ لینے والا بھی مخلص ہو اور مشورہ دینے والے بھی مخلص ہوں اور ہر ایک کو اللہ (جل شانہٗ) کی رضا (اور سنت پر عمل پیرا ہونا) مقصود ہو تو کسی وقت بھی بدمزگی پیدا ہونے کا موقع نہیں رہتا۔ آپس میں ضدّ اضِدّی اور یہ اعتراض کہ میری رائے پر عمل کیوں نہ کیا اور امیر (مشورہ لینے والے) کی شکایت کہ وہ آمرِ مطلق (ہٹ دھرم) ہے، مشورہ کر کے بھی اپنی رائے پر عمل کرتا ہے، یہ سب باتیں جب ہی ہوتی ہیں جب امیر اور مامور میں اخلاص نہ ہو اور آپس میں اعتماد نہ ہو اور امارت کے اصول پر امیر و مامور کو چلنے کا ارادہ نہ ہو، نفسانی اور دنیاوی چیزوں (فاسد اغراض) نے دِلوں میں جگہ پکڑ رکھی ہو، اگر امیر کے انتخاب میں اللہ کی رضا مندی کا دھیان رکھا ہو اور متقی آدمی کو امیر بنایا ہو جس کے علم وعمل اور اخلاص پر اعتماد ہو، جو دنیادار نہ ہو، عہدے کا طالب نہ ہو، تو اس صورت میں امیر کا اپنی رائے پر عمل کرنا ناگوار نہ ہوگا، انتخاب تو غلط کریں اور پھر امیر کے خلاف احتجاج کرنے، جلوس نکالنے کے جاہلانہ طریقوں سے امیر کو ہٹانے کی کوشش کریں، ان دونوں باتوں میں کوئی جوڑ نہیں کھاتا۔

(تفسیر انوار البیان جلد ۲ صفحہ ۱۸۳ در ذیل سورۂ آلِ عمران، مطبوعہ: ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ، ملتان)

آخر میں حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی صاحب رحمہ اللہ کی اس سلسلہ میں معتدل وجامع تحقیق ذکر کی جاتی ہے، فرماتے ہیں:

مشاورت کے لیے اختلافِ رائے ضروری ہے، اب قابلِ غور یہ امر ہے کہ اختلافِ رائے کی صورت میں فیصلہ کی کیا صورت ہوگی؟ ایسی صورت میں کس رائے کو قابلِ عمل اور قابلِ قبول قرار دیا جائے اور کس رائے کو رد کیا جائے؟

احتمالِ عقلی صرف دو ہیں (۱) قوتِ دلیل (۲) اور کثرتِ آراء۔

(اِن میں سے) کہ کس کو ترجیح دی جائے۔

لیکن جب عقل کے ترازو میں تولتے ہیں تو روزِ روشن کی طرح یہ واضح ہو جاتا ہے کہ اصل ترجیح اور فیصلہ کا دارومدار قوتِ دلیل پر ہے، کثرتِ رائے کوئی ذاتہٖ صحت اور صواب میں امورِ فیصلہ اور ترجیح میں کوئی دخل نہیں، البتہ اشتباہ کی حالت میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ کثرتِ رائے قوتِ دلیل کی ایک علامت اور نشانی ہے، کثرتِ رائے کو حسنِ ظن کی بناء پر قوتِ دلیل کی نشانی کہا جاسکتا ہے، عین دلیل نہیں کہا جاسکتا۔

جاننا چاہیے کہ کثرتِ رائے قوتِ دلیل کی علامت اس جگہ ہے کہ مشورہ دینے والے ایسے ہوشیار اور سمجھدار اور تجربہ کار اور پختہ کار اور دیانت دار اور امانت دار ہوں اور لوگوں کو ان کی عقل اور ان کی فہم وفراست اور امانت ودیانت پر اعتماد ہو، ایسے لوگوں کی کثرتِ رائے تو قوتِ دلیل کی علامت ہے اور باقی حمقاء اور جہلاء اور نادان اور ناتجربہ کار اور خودغرض افراد کی رائے کا نہ کوئی اعتبار ہے اور نہ کوئی وقعت اور نہ ان کی قلت اور کثرت کی کوئی حقیقت ہے اور نہ کوئی اس کا وزن ہے، گفتگو عقلاء کی قلت اور کثرت میں ہے اور بلادلیل محض کثرتِ رائے ایک شوروغوغا ہے، خاص کر جس کثرت کے نیچے خودغرضی اور چالاکی مضمر ہو تو ایسی کثرت قلت کی ہم پلہ ہی نہیں بلکہ عدم (نہ ہونے) کے ہم وزن ہے۔

موجودزمانہ کی اسمبلیوں میں اگرچہ عقل اور امانت اور دیانت شرط نہیں مگر شریعتِ مطہرہ کی نظر میں تو فیصلہ کا دارومدار قوتِ دلیل پر ہے اور اگر عقلاء میں بھی اختلاف ہو اور دلائل میں بھی اختلاف ہو اور فیصلہ کن دلائل سامنے نہ ہوں تو پھر ایسی صورت میں عقلاء کی کثرتِ رائے پر فیصلہ کردیا جائے گا اور عقلاء کی کثرت قوتِ دلیل کی علامت سمجھی جائے گی اور یہ سمجھا جائے گا کہ اصل فیصلہ قوتِ دلیل پر ہوا جو عین مقتضائے عقل ہے اور دلیل کی قوت کو عددی کثرت پر ترجیح دی جائے

گی مگر شرط یہ ہے کہ وہ عقلاء ایسے عقلاء ہوں کہ ملک کے عقلاء بھی ان کو عقلاء اورقابلِ اتباع سمجھتے ہوں اوران کی رائے اورطریقہ پر چلنے کو اپنے لیے باعثِ فخراورموجبِ فلاح جانتے ہوں اگرچہ وہ کسی اسمبلی کے ممبر نہ ہوں.................

اور درحقیقت کسی رائے کے صائب اورمفید ہونے کا قلت اورکثرت سے کوئی تعلق نہیں بلکہ بسااوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ کثرتِ رائے اکثر غیرمفید بلکہ مضر جانب پر ہوا کرتی ہے، باتفاقِ عقلاء دنیا میں اچھی چیزیں کم ہیں اور بری زیادہ ہیں ،اگر باعتبارِ عقل کے مردم شماری کی جائے تو دنیا میں جاہلوں اور بیوقوفوں اورخودغرضوں کی ایسی غالب اکثریت نظر آئے گی کہ بمشکل ہزار میں ایک سمجھ داراورامانت دار ملے گا کیونکہ خاص کراس زمانہ میں عقل اورفراست اورامانت اوردیانت کا قحط ہے،اور بیوقوفی اورخودغرضی اورچالاکی کی ارزانی اورفراوانی ہے، لہٰذا کثرتِ رائے کا فیصلہ اکثر حماقت اوربے وقوفی اورخودغرضی کے فیصلہ کے مرادف اورہم معنیٰ ہوگا اوربہ قاعدہ اکثریت اس زمانہ کی جمہوریت حماقت اور جہالت کی جمہوریت ہوگی ،معلوم ہوا کہ محض کثرتِ رائے حق اورصواب کا معیار نہیں اورقلت وکثرت کو عقلاً حق اورباطل ہونے میں کوئی دخل نہیں؛ بسااوقات ایک زِیرک اور ماہر اورتجربہ کار انسان کی تنہاء رائے ایسے سینکڑوں انسانوں کے مقابلہ میں قابلِ ترجیح ہوتی ہے،جن کو مہارت اورتجربہ نہیں،البتہ کثرتِ رائے کا ایک فائدہ یہ ہے کہ اس سے بظاہر نزاع ختم ہوجاتا ہے اورکسی کو یہ کہنے کی گنجائش نہیں رہتی کہ امیرِ مملکت نے فلاں فریق کی جانب داری کی، کثرتِ رائے کی مثال قرعہ جیسی ہے کہ قرعہ سے ایک حد تک نزاع ختم ہوجاتا ہے مگر وضوحِ حق اور ظہورِ حقیقت کو اس سے کوئی تعلق نہیں ؛معلوم ہوا کہ اصل دارومدار قوتِ دلیل پر ہے (دستورِ اسلام مع نظامِ اسلام صفحہ ۶۰ و ۶۱)

پس اگر اسمبلی میں ایسا مسئلہ پیش ہو جس کا حکم کتاب وسنت میں صراحتاً موجود نہ ہو اور ارکانِ شوریٰ کی رائیں اس میں مختلف ہوں تو امیر مملکت کو چاہیے کہ جس جانب میں سمجھداروں اور دیانتداروں کی کثرت ہو، اس کے موافق فیصلہ کرے اور عقل کا تقاضا بھی یہی ہے کہ عاقلوں کی کثرت پر نظر کی جائے اور عقل سے قطع نظر کر کے محض کثرتِ عددی پر نظر کرنا یہ بے عقلی کی دلیل ہے اور اگر طرفین کے دلائلِ عقلیہ متعارض ہوں اور مختلف ہوں اور ہر طرف عقلی دلیل بھی ہو، مگر وہ فیصلہ کُن نہ ہو تو ایسی صورت میں امیرِ مملکت اپنی صوابدید سے جس جانب کو دیانتاً دلیل کے اعتبار سے قوی سمجھے؛ اللہ پر بھروسہ کر کے اس کے موافق فیصلہ کر دے۔

اور یہ جب ہی ممکن ہے کہ امیرِ مملکت اپنے دل کو خودغرضی اور جنبہ داری سے پاک کر لے اور دل سے اس بات کا عزم بالجزم کر لے کہ جس جانب حق ہوگا اس کو قبول کروں گا اور اسی کے موافق فیصلہ کروں گا اور اگر خدانخواستہ امیرِ مملکت کے دل میں بھی کوئی غرض مضمر ہے تو پھر وہ بھی خودغرضوں کے گروہ کا ایک فرد ہے اور خودغرض کا فیصلہ عقلاً وشرعاً معتبر نہیں اور امیدِ واثق بلکہ یقینِ کامل ہے کہ اگر امیرِ مملکت صاحبِ فہم وفراست ہو اور امانت اور دیانت اس کا نصب العین ہو تو مجلسِ شوریٰ کے تمام ارکان موافق اور مخالف سب اس کے فیصلہ کے سامنے سرِ تسلیم خم کریں گے اور دل سے اس کے فیصلہ کو قبول کریں گے اور حق کے اتباع ہی میں دین ودنیا کی عزت ہے اور اسی میں خیر وبرکت ہے، امیرِ مملکت کو چاہیے کہ خودغرضوں کا معین اور مددگار نہ بنے۔

رَبِّ بِمَآ اَنۡعَمۡتَ عَلَیَّ فَلَنۡ اَکُوۡنَ ظَہِیۡرًا لِّلۡمُجۡرِمِیۡنَ (سورۃ قصص آیت نمبر ۱۷) (دستورِ اسلام مع نظامِ اسلام صفحہ ۶۴)

بحمداللہ تعالیٰ مشورہ سے متعلق مضمون مکمل ہوا۔

آگے ان شاء اللہ تعالیٰ استخارہ سے متعلق فضائل واحکام ذکر کیے جائیں گے۔

www.idaraghufran.org

استخارہ کے فضائل واحکام

مشورہ کے ساتھ دوسری چیز استخارہ ہے، جس کے بارے میں یہ بات گزر چکی ہے کہ استخارہ عام حالات میں مشورہ کے بعد کرنا مناسب ہے، اور پہلے کرنا بھی جائز ہے۔

لہٰذا مشورہ کے بعد استخارہ کے فضائل واحکام کا ذکر کیا جاتا ہے۔

استخارہ کی مشہور حدیث

استخارہ کے بارے میں کئی صحابۂ کرام سے احادیث مروی ہیں، جن میں سے سند کے اعتبار سے زیادہ قوی اور مشہور حدیث حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی ہے۔

چنانچہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَلِّمُنَا الْاِسْتِخَارَةَ فِي الْأُمُوْرِ كُلِّهَا كَمَا يُعَلِّمُنَا السُّوْرَةَ مِنَ الْقُرْآنِ.

يَقُوْلُ: إِذَا هَمَّ أَحَدُكُمْ بِالْأَمْرِ، فَلْيَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ مِنْ غَيْرِ الْفَرِيْضَةِ، ثُمَّ لِيَقُلْ:

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْتَخِيْرُكَ بِعِلْمِكَ وَاَسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ، وَاَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ الْعَظِيْمِ، فَاِنَّكَ تَقْدِرُ وَلَا اَقْدِرُ وَتَعْلَمُ وَلَا اَعْلَمُ، وَاَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ، اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ خَيْرٌ لِّيْ فِيْ دِيْنِيْ وَمَعَاشِيْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِيْ، اَوْقَالَ عَاجِلِ اَمْرِيْ وَآجِلِهٖ فَاقْدِرْهُ لِيْ، وَيَسِّرْهُ لِيْ، ثُمَّ بَارِكْ لِيْ فِيْهِ، وَاِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَ الْاَمْرَ شَرٌّلِّيْ فِيْ دِيْنِيْ وَمَعَاشِيْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِيْ، اَوْقَالَ فِيْ

عَاجِلِ اَمْرِیْ، وَآجِلِهٖ، فَاصْرِفْهُ عَنِّیْ وَاصْرِفْنِیْ عَنْهُ وَاقْدِرْلِیَ الْخَیْرَ حَیْثُ کَانَ ثُمَّ اَرْضِنِیْ.

قَالَ وَیُسَمِّیْ حَاجَتَهٗ (بخاری، کتاب التھجد، باب ما جاء فی التطوع مثنی مثنی، واللفظ لهٗ؛ و رقم الحدیث ۶۳۸۲، سنن کبریٰ نسائی، رقم الحدیث ۵۵۵۱، ؛ ترمذی، رقم الحدیث ۴۸۰؛ ابوداؤد، رقم الحدیث ۱۵۳۸؛ ابنِ ماجه، رقم الحدیث ۱۳۸۳) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو تمام کاموں میں استخارہ (اس طرح اہتمام وتاکید کے ساتھ) سکھایا کرتے تھے، جس طرح (اہتمام وتاکید کے ساتھ) ہم کو قرآن (مجید) کی سورت سکھلایا کرتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ:

جب تم میں سے کوئی کسی کام کو کرنا چاہے تو دو رکعت فرضوں کے علاوہ (یعنی نفل نماز) پڑھے، پھر یوں کہے کہ:

''یا اللہ! میں آپ کے علم کے واسطہ اور ذریعہ سے آپ سے خیر چاہتا ہوں، اور میں آپ کی قدرت کے واسطہ اور ذریعہ سے آپ سے قدرت وطاقت چاہتا ہوں، اور میں آپ سے آپ کے عظیم فضل کا سوال کرتا ہوں، کیونکہ آپ قادر ہیں اور میں قادر نہیں (بلکہ محتاج ہوں) اور آپ علم رکھتے ہیں اور میں علم نہیں رکھتا اور آپ علّامُ الغیوب (یعنی غیب کا کُلّی اور پوری طرح علم رکھنے والے) ہیں (کہ کس چیز میں خیر ہے اور کس چیز میں شر ہے)

---

[1] قال الترمذی:

وَفِی البَابِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ، وَأَبِی أَیُّوبَ :حَدِیثُ جَابِرٍ حَدِیثٌ حَسَنٌ صَحِیحٌ غَرِیبٌ لَا نَعْرِفُهٗ إِلَّا مِنْ حَدِیثِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِی المَوَالِ وَهُوَ شَیْخٌ مَدِینِیٌّ ثِقَةٌ، رَوَی عَنْهُ سُفْیَانُ حَدِیثًا، وَقَدْ رَوَی عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ غَیْرُ وَاحِدٍ مِنَ الْأَئِمَّةِ.

www.idaraghufran.org

یااللہ! اگرآپ کے علم میں یہ کام (جس کو اس وقت میں کرنے ،نہ کرنے کے متعلق درخواست ودعا کررہا ہوں) میرے حق میں خیراور بھلائی والا ہے، میرے دین کے لیے بھی خیراور بھلائی والا ہے، میری معاش اور دنیا کے لئے بھی خیراور بھلائی والا ہےاور میرے انجام کار کے لئے بھی خیراور بھلائی والا ہے،'' یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ'' میرے لئے فی الحال بھی خیراور بھلائی والا ہے، اور بالمآل (آئندہ دنیاوآخرت) کے لئے بھی خیراور بھلائی والا ہے،تو اس کو میرے لئے مقدّ ر اور تجویز فرمادیجئے، اوراس کو میرے لیے آسان بھی فرمادیجئے، اور پھراس میں میرے لیے (ہرطرح کی) برکت بھی پیدا فرمادیجئے۔

اوراگرآپ کے علم میں یہ کام (جس کو اس وقت میں کرنے ،نہ کرنے کے متعلق درخواست ودعا کررہا ہوں) میرے حق میں شراور برائی والا ہے، میرے دین کے لئے بھی شراور برائی والا ہے، میری معاش اور دنیا کے لئے بھی شراور برائی والا ہے، اور میرے انجام کار کے لئے بھی شراور برائی والا ہے'' یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ'' میرے لئے فی الحال بھی شراور برائی والا ہےاور بالمآل (آئندہ دنیا وآخرت) کے لئے بھی شراور برائی والا ہے،تو ہٹادیجئے (اور دور کردیجئے) اس کو مجھ سے ،اور ہٹادیجئے (اور دور کردیجئے) مجھے اس سے، اور (اس کے بدلے میں) مقدّ ر (اورنصیب وتجویز) کردیجئے میرے لئے خیراور بھلائی، جہاں کہیں بھی ہواور پھر مجھے (اس پر راضی اور مطمئن) بھی کردیجئے۔

راوی کہتے ہیں کہ (یہ دعا کرتے وقت) اپنی ضرورت کو متعین کرلینا چاہئے (بخاری، ترمذی،نسائی،ابوداؤد، وغیرہ)

فائدہ: استخارہ کی حدیث کچھ الفاظ کے فرق کے ساتھ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے علاوہ حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت ابوسعید خدری، اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہم کی سندوں

www.idaraghufran.org

سے بھی مروی ہے۔ ؎

؎ قَالَ عَبْدُ اللهِ :إِذَا أَرَادَ أَحَدُكُمُ الْحَاجَةَ فَلْيَقُلِ :اللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْتَخِيرُكَ بِعِلْمِكَ وَأَسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ وَأَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ فَإِنَّكَ تَقْدِرُ ، وَلَا أَقْدِرُ وَتَعْلَمُ ، وَلَا أَعْلَمُ وَأَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ اللّٰهُمَّ إِنْ كَانَ هٰذَا الْأَمْرُ الَّذِي أَرَدْتُه خَيْرًا لِي فِي دِينِي وَمَعِيشَتِي وَخَيْرِ عَاقِبَتِي فَيَسِّرْهُ لِي وَبَارِكْ لِي فِيهِ ، وَإِنْ كَانَ غَيْرُ ذٰلِكَ خَيْرًا فَقَدِّرْ لِيَ الْخَيْرَ حَيْثُمَا كَانَ ، ثُمَّ رَضِّنِي بِمَا قَضَيْتَ (مصنف ابن أبي شيبة، رقم الحديث ۳۰۰۱۵، الرّجل يريد الحاجة ما يدعو به ؟)

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ :كُنَّا نُعَلَّمُ الِاسْتِخَارَةَ كَمَا نُعَلَّمُ السُّورَةَ مِنَ الْقُرْآنِ فَإِذَا أَرَادَ أَحَدُكُمْ أَمْرًا فَلْيَقُلْ " :اللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْتَخِيرُكَ بِعِلْمِكَ، وَأَسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ، وَأَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ الْوَاسِعِ، إِنَّكَ تَقْدِرُ وَلَا أَقْدِرُ، وَتَعْلَمُ وَلَا أَعْلَمُ، وَأَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ، اللّٰهُمَّ إِنْ كَانَ هٰذَا الْأَمْرُ الَّذِي أُرِيدَ وَتُسَمِّيهِ خَيْرًا فِي دِينِي، وَخَيْرًا لِي فِي أَمْرِ دُنْيَايَ، وَخَيْرًا لِي فِي عَاقِبَةِ أَمْرِي، فَيَسِّرْهُ لِي ـ أَحْسَبُهُ قَالَ :فَبَارِكْ لِي فِيهِ، وَإِنْ كَانَ شَرًّا لِي فِي أَمْرِ دِينِي، وَشَرًّا لِي فِي أَمْرِ دُنْيَايَ، وَشَرًّا لِي فِي عَاقِبَةِ ـ أَحْسَبُهُ، قَالَ :أَمْرِي، فَاصْرِفْهُ عَنِّي وَيَسِّرْ لِيَ الْخَيْرَ، وَاقْضِ لِي بِهِ، وَارْضِنِي بِهِ (مسند البزار، رقم الحديث ۱۸۳۵، مسند عبد الله بن مسعود رضي الله عنه، بقية حديث زر)

عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ :عَلَّمَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الِاسْتِخَارَةَ فَقَالَ " :إِذَا أَرَادَ أَحَدُكُمْ أَمْرًا فَلْيَقُلِ :اللهُمَّ إِنِّي أَسْتَخِيرُكَ بِعِلْمِكَ، وَأَسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ، وَأَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ؛ فَإِنَّكَ تَعْلَمُ وَلَا أَعْلَمُ، وَتَقْدِرُ وَلَا أَقْدِرُ، وَأَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ، فَإِنْ كَانَ هٰذَا الَّذِي أُرِيدُ خَيْرًا فِي دِينِي وَعَاقِبَةِ أَمْرِي، فَيَسِّرْهُ لِي، وَإِنْ كَانَ غَيْرُ ذٰلِكَ خَيْرًا لِي فَاقْدِرْ لِيَ الْخَيْرَ حَيْثُ كَانَ، يَقُولُ ذٰلِكَ ثُمَّ يَعْزِمُ (المعجم الكبير للطبراني، رقم الحديث ۱۰۰۱۲، باب من روى عن ابن مسعود أنه لم يكن مع النبي صلى الله عليه وسلم ليلة الجن)

قال الهيثمي:

رواه البزار بأسانيد، والطبراني في الثلاثة، وأكثر أسانيد البزار حسنة (مجمع الزوائد، باب دعاء الاستخارة)

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ :سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ :إِذَا أَرَادَ أَحَدُكُمْ أَمْرًا فَلْيَقُلِ :اللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْتَخِيرُكَ بِعِلْمِكَ، وَأَسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ، وَأَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ الْعَظِيمِ، فَإِنَّكَ تَقْدِرُ وَلَا أَقْدِرُ، وَتَعْلَمُ وَلَا أَعْلَمُ، وَأَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ، اللّٰهُمَّ إِنْ كَانَ كَذَا وَكَذَا لِلْأَمْرِ الَّذِي يُرِيدُ خَيْرًا لِي فِي دِينِي وَمَعِيشَتِي وَعَاقِبَةِ أَمْرِي، فَاقْدُرْهُ لِي وَيَسِّرْهُ لِي وَأَعِنِّي عَلَيْهِ، وَإِنْ كَانَ كَذَا وَكَذَا لِلْأَمْرِ الَّذِي يُرِيدُ شَرًّا لِي فِي دِينِي وَمَعِيشَتِي وَعَاقِبَةِ أَمْرِي، فَاصْرِفْهُ عَنِّي، ثُمَّ اقْدُرْ لِيَ الْخَيْرَ أَيْنَمَا كَانَ، لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ (ابن حبان، رقم الحديث ۸۸۵، ذكر الأمر بالاستخارة إذا أراد المرء أمرا قبل الدخول عليه)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

حدیثِ استخارہ کی توضیح وتشریح

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث استخارہ کی مشہور حدیث ہے جس میں استخارہ کی دو رکعت نفل نماز اور اس کے بعد دعا کا ذکر ہے، اور کیونکہ یہ حدیث بہت سی قیمتی نصیحتوں اور فائدوں پر مشتمل ہے، اس لئے پہلے مذکورہ حدیث کے الفاظوں اور جملوں کی الگ الگ توضیح وتشریح کی جاتی ہے۔

اس حدیث میں سب سے پہلے یہ فرمایا گیا کہ:

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

فی حاشیة ابن حبان: إسناده حسن، عیسی بن عبد اللہ بن مالک، وثقه المؤلف، وروی عنه جمع وباقی رجاله ثقات، وأخرجه البزار(۳۱۸۵) ۴/۵۶من طریق عبید اللہ بن سعد بن إبراهیم، عن یعقوب بن إبراهیم بهذا الإسناد. وأورده السیوطی فی "الجامع الکبیر ۱/۳۸ "، وزاد نسبته الی أبی یعلی، والبیهقی فی الشعب، والضیاء فی المختارة. وذکره الهیثمی فی "مجمع الزوائد۲/۲۸۱ "وقال " :رواه أبو یعلی، ورجاله موثقون، ورواه الطبرانی فی الأوسط بنحوه " وما عزاه الهیثمی للبزار. ویشهد له حدیث أبی هریرة وحدیث جابر الآتیان.

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :إِذَا أَرَادَ أَحَدُكُمْ أَمْرًا فَلْيَقُلِ : اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْتَخِيرُكَ بِعِلْمِكَ، وَأَسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ، وَأَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ الْعَظِيمِ، فَإِنَّكَ تَقْدِرُ وَلَا أَقْدِرُ، وَتَعْلَمُ وَلَا أَعْلَمُ، وَأَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ، اللَّهُمَّ إِنْ كَانَ كَذَا وَكَذَا خَيْرًا لِي فِي دِينِي، وَخَيْرًا لِي فِي مَعِيشَتِي، وَخَيْرًا لِي فِي عَاقِبَةِ أَمْرِي، فَاقْدُرْهُ لِي وَبَارِكْ لِي فِيهِ، وَإِنْ كَانَ غَيْرُ ذَلِكَ خَيْرًا لِي، فَاقْدُرْ لِيَ الْخَيْرَ حَيْثُ مَا كَانَ، وَرَضِّنِي بِقَدَرِكَ (صحیح ابن حبان رقم الحدیث ۸۸۶، ذکر خبر ثان یصرح بصحة ما ذکرناه، الدعاء للطبرانی رقم الحدیث ۱۳۰۶)

عَنْ أَيُّوبَ بْنِ خَالِدِ بْنِ أَبِي أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيِّ، حَدَّثَهُ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ أَبِي أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيِّ، صَاحِبِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهُ " :اكْتُمِ الْخِطْبَةَ ، ثُمَّ تَوَضَّأْ فَأَحْسِنْ وُضُوءَكَ، وَصَلِّ مَا كَتَبَ اللهُ لَكَ، ثُمَّ احْمَدْ رَبَّكَ وَمَجِّدْهُ، ثُمَّ قُلْ :اللهُمَّ إِنَّكَ تَقْدِرُ وَلَا أَقْدِرُ، وَتَعْلَمُ وَلَا أَعْلَمُ أَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ، فَإِنْ رَأَيْتَ لِي فِي فُلَانَةَ، تُسَمِّيهَا بِاسْمِهَا، خَيْرًا فِي دِينِي وَدُنْيَايَ وَآخِرَتِي، وَإِنْ كَانَ غَيْرُهَا خَيْرًا لِي مِنْهَا فِي دِينِي وَدُنْيَايَ وَآخِرَتِي، فَاقْضِ لِي بِهَا "أَوْ قَالَ " :فَاقْدِرْهَا لِي (مسند احمد رقم الحدیث ۲۳۵۹۶، حدیث أبی أیوب الأنصاری)

فی حاشیة مسند احمد: صحیح لغیره.

www.idaraghufran.org

كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صلى الله عليه وسلم يُعَلِّمُنَا الْإِسْتِخَارَةَ فِي الْأُمُوْرِ كُلِّهَا كَمَا يُعَلِّمُنَا السُّوْرَةَ مِنَ الْقُرْآنِ .

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو تمام کاموں میں استخارہ (اس طرح اہتمام وتاکید کے ساتھ) سکھایا کرتے تھے، جس طرح (اہتمام وتاکید کے ساتھ) ہم کو قرآن (مجید) کی سورت سکھلایا کرتے تھے۔

تشریح وتوضیح:...... اس جملہ سے استخارہ کی اہمیت معلوم ہوئی کہ جس طرح قرآن مجید کی سورت کا سیکھنا اہم اور ہر مسلمان کی شان ہے، اور جس طرح قرآن مجید کی سورت برکت واحترام کی چیز ہے۔

اسی طرح استخارہ بھی برکت واحترام والا عمل ہے۔

اور جس طرح قرآن مجید میں کسی تبدیلی اور کمی زیادتی کی اجازت نہیں اور کسی تاویل کا احتمال نہیں، اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان فرمودہ استخارہ کے مبارک کلمات میں بھی کسی قسم کی تبدیلی اور کمی زیادتی نہیں کرنی چاہیے، اور اس مبارک استخارہ کو چھوڑ کر کسی اور چیز کی طرف متوجہ نہیں ہونا چاہیے۔ [1]

اس سے ان لوگوں کی غلط فہمی بھی معلوم ہوگئی جو مسنون استخارہ چھوڑ کر دوسرے مختلف قسم کے غیر مستند استخاروں کی طرف متوجہ ہوتے ہیں، یا استخارہ کے بجائے نجومیوں وغیرہ سے غیب کی خبریں معلوم کر کے اپنے سر پر گناہوں کا وبال ڈالتے ہیں۔

لہٰذا جو شخص مسنون استخارہ چھوڑ کر کسی غیر شرعی چیز کو اختیار کرے گا تو وہ خیر سے محروم رہے گا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بتلائے ہوئے طریقہ کو چھوڑ کر دوسرے لوگوں کے بنائے اور بتلائے ہوئے طریقہ کو ترجیح دینے والا شمار ہوگا، اور ایسے شخص کے بارے میں اندیشہ ہے کہ وہ دنیا آخرت میں اپنی جان، اپنی اولاد یا اپنے مال وغیرہ میں کسی آزمائش کا

---

[1] (كَمَا يُعَلِّمُنَا السُّوْرَةَ مِنَ الْقُرْآنِ) وهٰذا يدل على شدة الاعتناء بهٰذا الدعاء (مرقاة شرح المشكاة، كتاب الصلاة، باب التطوع)

www.idaraghufran.org

شکار ہو جائے۔ [1]

اس کے بعد استخارہ کی حدیث میں فرمایا گیا کہ:

یَقُوْلُ: اِذَا هَمَّ اَحَدُكُمْ بِالْاَمْرِ فَلْيَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ مِنْ غَيْرِ الْفَرِيْضَةِ.

ترجمہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ: جب تم میں سے کوئی کسی کام کو کرنا چاہے تو دو رکعت فرضوں کے علاوہ (یعنی نفل نماز) پڑھے۔

تشریح وتوضیح:...... اس سے معلوم ہوا کہ استخارہ کا عمل کسی کام کے وہم یا وسوسہ کے وقت نہیں بلکہ جب کسی کام کو کرنے نہ کرنے کا ارادہ کرے اس وقت کرنا چاہیے۔ [2]

استخارہ سے پہلے دو رکعت نفل پڑھنے کا حکم اس لئے ہے کہ استخارہ کرنے والا اللہ تعالیٰ کے حضور اپنی حاجت کے پورے ہونے کا معاملہ رکھتا ہے، اور اس اہم کام کے آغاز کے لیے نماز سے زیادہ کسی اور چیز کو انسان کی حاجت پورے ہونے میں دخل نہیں، نماز میں بندہ اپنے رب سے مناجات کرتا ہے، اور وہ دنیا سے اعراض کر کے عاجزی، انکساری اور خشوع وخضوع

---

[1] قَالَ مَالِکٌ :رَحِمَهُ اللَّهُ الْأَيَّامُ كُلُّهَا أَيَّامُ اللَّهِ . أَوْ انْتِظَارُ مَنْ يَدْخُلُ عَلَيْهِ فَيَنْظُرُ فِي اسْمِهِ فَيَشْتَقُّ مِنْهُ مَا يُوجِبُ عِنْدَهُ الْفِعْلَ أَوْ التَّرْکَ . وَمِنْ النَّاسِ هُوَ أَسْوَأُ حَالًا مِنْ هَذَا وَهُوَ مَا يَفْعَلُهُ بَعْضُهُمْ مِنْ الرُّجُوعِ إلَى قَوْلِ الْمُنَجِّمِينَ وَالنَّظَرِ فِي النُّجُومِ إلَى غَيْرِ ذَلِکَ مِمَّا يَتَعَاطَاهُ بَعْضُهُمْ فَمَنْ فَعَلَ شَيْئًا مِمَّا ذُكِرَ أَوْ غَيْرَهُ وَتَرَکَ الِاسْتِخَارَةَ الشَّرْعِيَّةَ فَلَا شَکَّ فِي فَسَادِ رَأْيِهِ ، وَلَوْ لَمْ يَكُنْ فِيهِ مِنْ الْقُبْحِ إلَّا أَنَّهُ مِنْ قِلَّةِ الْأَدَبِ مَعَ صَاحِبِ الشَّرْعِ صَلَوَاتُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَامُهُ ؛ لِأَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ اخْتَارَ لِلْمُكَلَّفِ مَا جَمَعَ لَهُ فِيهِ بَيْنَ خَيْرِ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ بِلَفْظٍ يَسِيرٍ وَجِيزٍ وَاخْتَارَ هُوَ لِنَفْسِهِ غَيْرَ ذَلِکَ فَالْمُخْتَارُ فِي الْحَقِيقَةِ إنَّمَا هُوَ مَا اخْتَارَهُ الْمُخْتَارُ صَلَوَاتُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَامُهُ . عَلَى هَذَا فَلَا يَشُکُّ وَلَا يَرْتَابُ فِي أَنَّ مَنْ عَدَلَ عَنْ تِلْکَ الْأَلْفَاظِ الْمُبَارَكَةِ إلَى غَيْرِهَا فَإِنَّهُ يَخَافُ عَلَيْهِ مِنْ التَّأْدِيبِ أَنْ يَقَعَ بِهِ وَأَنْوَاعُهُ مُخْتَلِفَةٌ إمَّا عَاجِلًا وَإِمَّا آجِلًا فِي نَفْسِهِ أَوْ وَلَدِهِ أَوْ مَالِهِ إلَى غَيْرِ ذَلِکَ (المدخل لابن الحاج، ج۴، ص ۲۲ تا ۲۴، فَصْلٌ فِي نِيَّةِ التَّاجِرِ الَّذِي يَتَّجِرُ مِنْ إقْلِيمٍ إلَى إقْلِيمٍ)

[2] اذا هم يشير الٰى اول ما يرد على القلب فيستخير فيظهر لهٗ ببركة الصلاة والدعاء ماهو الخير بخلاف ما اذا تمكن عنده وقويت فيه عزيمته وارادته فانه يصير اليه ميل وحب فيخشىٰ ان يخفىٰ عنه وجه الارشدية لغلبة ميله اليه ......ويحتمل ان يكون المراد بالهم العزيمة ،لان الخاطر لايثبت فلايستمر الا على مايقصد التصميم على فعله، والالو استخار في كل خاطر لاستخار فيما لايعبأ به فتضيع عليه أوقاته ،ووقع في حديث ابن مسعود رضى الله عنه بلفظ:"اذا اراد أحدكم أمرا" رواه الطبراني وصححه الحاكم (بهجة النفوس جلد ۲ صفحه ۸۸، ماخوذ "الاستخارة" صفحه ۳۸)

کے ساتھ قیام، قرأت، رکوع سجود وغیرہ کے ذریعہ سے اللہ کے حضور پیش ہوتا اور اپنے مقاصد کے حل ہونے میں مدد حاصل کرتا ہے۔ [1]

اس کے بعد اس حدیث میں استخارہ کی دعا کے شروع کرنے کا پہلا جملہ یہ ہے کہ:

ثُمَّ لِيَقُلْ، اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْتَخِيْرُکَ بِعِلْمِکَ.

ترجمہ: پھر یوں کہے: یااللہ! میں آپ کے علم کے واسطہ اور ذریعہ سے آپ سے خیر چاہتا ہوں۔

تشریح وتوضیح:...... اَللّٰهُمَّ کے معنیٰ بعض حضرات نے یہ بیان فرمائے ہیں کہ ''اے اللہ میں آپ سے سوال کرتا ہوں'' اس مبارک کلام میں لفظِ ''اللہ'' بھی موجود ہے، جو اللہ تعالیٰ کا ذاتی نام ہے، اور جو اللہ تعالیٰ کے تمام صفاتی ناموں کا مرجع ومنبع ہے۔

اس کے بعد فرمایا کہ میں آپ کے علم کے ذریعہ سے خیر چاہتا ہوں، اور ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم قدیم اور کامل ومکمل ہے، جس میں کسی قسم کا نقص اور کمی وکمزوری نہیں، برخلاف مخلوق کے علم کے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے علم کے مقابلہ میں بہت ناقص اور کمزور ہے، پس بندہ ان الفاظ کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ کے کامل اور مکمل علم کی روشنی میں خیر کو طلب کرتا ہے۔

---

[1] ثُمَّ اُنْظُرْ رَحِمَنَا اللّٰهُ تَعَالَى وَإِيَّاكَ إِلَى حِكْمَةِ أَمْرِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ الْمُكَلَّفَ بِأَنْ يَرْكَعَ رَكْعَتَيْنِ مِنْ غَيْرِ الْفَرِيضَةِ وَمَا ذَاكَ إِلَّا أَنَّ صَاحِبَ الِاسْتِخَارَةِ يُرِيدُ أَنْ يَطْلُبَ مِنَ اللّٰهِ تَعَالَى قَضَاءَ حَاجَتِهِ .

وَقَدْ مَضَتْ الْحِكْمَةُ أَنَّ مِنَ الْأَدَبِ قَرْعَ بَابِ مَنْ تُرِيدُ حَاجَتَكَ مِنْهُ ، وَقَرْعُ بَابِ الْمَوْلَى سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى إِنَّمَا هُوَ بِالصَّلَاةِ .

لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (إنَّ أَحَدَكُمْ إذَا كَانَ فِي صَلَاتِهِ فَإِنَّهُ يُنَاجِي رَبَّهُ) وَلِأَنَّهَا جَمَعَتْ بَيْنَ آدَابٍ جُمْلَةٍ .

فَمِنْهَا خُرُوجُهُ عَنِ الدُّنْيَا كُلِّهَا وَأَحْوَالِهَا بِإِحْرَامِهِ بِالصَّلَاةِ أَلَا تَرَى إِلَى الْإِشَارَةِ بِرَفْعِ الْيَدَيْنِ عِنْدَ الْإِحْرَامِ إِلَى أَنَّهُ خَلَفَ الدُّنْيَا وَرَاءَ ظَهْرِهِ وَأَقْبَلَ عَلَى مَوْلَاهُ يُنَاجِيهِ .

ثُمَّ مَا فِيهَا مِنَ الْخُضُوعِ وَالنَّدَمِ وَالتَّذَلُّلِ بَيْنَ يَدَيِ الْمَوْلَى الْكَرِيمِ بِالرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ إِلَى غَيْرِ ذَلِكَ مِمَّا احْتَوَتْ عَلَيْهِ مِنَ الْمَعَانِي الْجَلِيلَةِ لَيْسَ هَذَا مَوْضِعَ ذِكْرِهَا (المدخل لابن الحاج، ج۴، ص ۲۴ و ۲۵، فَصْلٌ فِي نِيَّةِ التَّاجِرِ الَّذِي يَتَّجِرُ مِنْ إقْلِيمٍ إلَى إقْلِيمٍ)

Idara Ghufran

اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کے ابتدائی وانتہائی، ظاہری اور باطنی علم سے پوری طرح باخبر اور واقف ہیں۔

لہٰذا جس کام کی خیر کو اللہ تعالیٰ کے علم کے واسطہ سے طلب کیا جائے گا، وہ کام ان شاء اللہ تعالیٰ ابتداء وانتہاء اور ظاہر وباطن کے اعتبار سے خیر وعافیت والا ہوگا۔ [1]

اس کے بعد استخارہ کی دعا کا دوسرا جملہ یہ ہے کہ:

وَاَسْتَقْدِرُکَ بِقُدْرَتِکَ.

ترجمہ: اور میں آپ کی قدرت کے واسطہ اور ذریعہ سے آپ سے قدرت وطاقت چاہتا ہوں۔

تشریح وتوضیح:...... ان الفاظ کے ذریعہ سے بندہ اللہ تعالیٰ کی ازلی وابدی بے انتہاء قدرت کا واسطہ دے کر خیر طلب کرتا ہے، اور ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے مقابلہ میں بندہ بلکہ کسی بھی مخلوق کی قدرت انتہائی ناقص اور کمزور ہے، پس جس بندہ کو اللہ تعالیٰ کی قدرت کی تائید ونصرت حاصل ہوگئی تو اس کو (دنیا یا آخرت یا دونوں) کا سکون اور راحت حاصل ہونے میں کوئی شک نہیں رہ جاتا۔

اور سب سے بڑی راحت تو یہی ہے کہ اس نے اپنی تمام تدبیر واختیار اور غور وفکر کی صلاحیتوں کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کردیا۔

ان الفاظ سے اس طرف اشارہ پایا جاتا ہے کہ بندہ جس کارِ خیر پر اپنی تدبیر واختیار سے قادر نہیں ہوتا اور جس معاملہ کے نتیجہ وانجام کو اپنی عقل کے غور وفکر سے حاصل نہیں کرپاتا، اس دعا کی برکت سے اس کو اللہ ربُّ العزت کی طرف سے کارِ خیر کو انجام دینے کی قدرت عطا کی جاتی ہے، اور اس خیر کی راہ میں حائل رکاوٹیں دور فرمائی جاتی ہیں اور اس کی ذہنی وعقلی

---

[1] وَقَوْلُهُ (إِنِّی أَسْتَخِيرُکَ بِعِلْمِکَ) أَیْ بِعِلْمِکَ الْقَدِيمِ الْکَامِلِ لَا بِعِلْمِی أَنَا الْمَخْلُوقُ الْقَاصِرُ فَمَنْ فَوَّضَ الْأَمْرَ إِلَی رَبِّهِ اخْتَارَ لَهُ مَا يَصْلُحُ (المدخل لابن الحاج، ج۴، ص۲۵، فَصْلٌ فِی نِيَّةِ التَّاجِرِ الَّذِی يَتَّجِرُ مِنْ إِقْلِيمٍ إِلَی إِقْلِيمٍ)

www.idaraghufran.org

صلاحیتوں کو فتنوں سے مامون ومحفوظ کیا جاتا ہے۔ [1]

پھر اس حدیث میں استخارہ کی دعا کا تیسرا جملہ یہ ہے کہ:

وَاَسْئَلُکَ مِنْ فَضْلِکَ الْعَظِیْمِ.

ترجمہ: اور میں آپ سے آپ کے عظیم فضل کا سوال کرتا ہوں۔

تشریح وتوضیح:...... ان مبارک کلمات کے ذریعہ سے بندہ اپنے رب سے فضلِ عظیم کا طالب ہوتا ہے، اور یہ بات کسی تشریح وتفصیل کی محتاج نہیں کہ جس بندہ کو اس کے رب کی طرف سے ''فضلِ عظیم'' کی نعمت ودولت حاصل ہو جائے وہ دوسری تمام چیزوں سے مستغنی اور بے نیاز ہو جاتا ہے، اور اللہ تعالیٰ کا فضل کسی قانون وضابطہ کا محتاج نہیں ہوتا، جب اللہ تعالیٰ کا فضل کسی چیز پر متوجہ ہوتا ہے تو عام قانون اور ضابطوں کا سلسلہ ٹوٹ جاتا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فضل عام قانون اور ضابطہ سے اعلیٰ وارفع ہے۔ [2]

پھر اس کے بعد استخارہ کی دعا کا چوتھا جملہ یہ ہے کہ:

فَاِنَّکَ تَقْدِرُ وَلَا اَقْدِرُ وَتَعْلَمُ وَلَا اَعْلَمُ ،وَاَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ.

ترجمہ: کیونکہ آپ قادر ہیں اور میں قادر نہیں (بلکہ محتاج ہوں) اور آپ علم رکھتے ہیں اور میں علم نہیں رکھتا اور آپ علاّ مُ الغیوب (یعنی غیب کا کُلّی اور پوری طرح علم رکھنے والے) ہیں (کہ کس چیز میں خیر ہے اور کس چیز میں شر ہے)

---

[1] وَقَوْلُهُ (وَأَسْتَقْدِرُکَ بِقُدْرَتِکَ) أَیْ بِقُدْرَتِکَ الْقَدِیمَةِ الْأَزَلِیَّةِ لَا بِقُدْرَتِی أَنَا الْمَخْلُوقَةِ الْمُحْدَثَةِ الْقَاصِرَةِ .
فَمَنْ تَعَرَّی عَنْ قُدْرَةِ نَفْسِهِ وَکَانَتْ قُدْرَتُهُ مَنُوطَةً بِقُدْرَةِ رَبِّهِ عَزَّ وَجَلَّ مَعَ السُّکُونِ وَالضَّرَاعَةِ إلَیْهِ فَلَا شَکَّ فِی وُجُودِ الرَّاحَةِ لَهُ إمَّا عَاجِلًا أَوْ آجِلًا أَوْ هُمَا مَعًا .
وَأَیُّ رَاحَةٍ أَعْظَمُ مِنْ الِانْسِلَاخِ مِنْ عَنَاءِ التَّدْبِیرِ وَالِاخْتِیَارِ وَالْخَوْضِ بِفِکْرَةِ عَقْلِهِ فِیمَا لَا یَعْلَمُ عَاقِبَتَهُ (المدخل لابن الحاج، ج۴، ص ۲۵ و ۲۶، فَصْلٌ فِی نِیَّةِ التَّاجِرِ الَّذِی یَتَّجِرُ مِنْ إقْلِیمٍ إلَی إقْلِیمٍ)

[2] وَقَوْلُهُ (وَأَسْأَلُکَ مِنْ فَضْلِکَ الْعَظِیمِ) فَمَنْ تَوَجَّهَ بِالسُّؤَالِ إلَی مَوْلَاهُ دُونَ مَخْلُوقٍ وَاسْتَحْضَرَ سَعَةَ فَضْلِ رَبِّهِ عَزَّ وَجَلَّ وَتَوَکَّلَ عَلَیْهِ وَنَزَلَ بِسَاحَةِ کَرَمِهِ فَلَا شَکَّ فِی نَجْحِ سَعْیِ مَنْ هَذَا حَالُهُ إذْ فَضْلُ الْمَوْلَی سُبْحَانَهُ وَتَعَالَی أَجَلُّ وَأَعْظَمُ مِنْ أَنْ یَرْجِعَ إلَی قَانُونٍ مَعْلُومٍ وَتَقْدِیرٍ (المدخل لابن الحاج، ج۴، ص ۲۶، فَصْلٌ فِی نِیَّةِ التَّاجِرِ الَّذِی یَتَّجِرُ مِنْ إقْلِیمٍ إلَی إقْلِیمٍ)

www.idaraghufran.org

تشریح وتوضیح:...... ان دعائیہ کلمات کے ذریعہ سے بندہ پوری صراحت اور وضاحت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے قادرِ مطلق (مکمل قادر) اور اپنے عاجزِ مطلق (مکمل عاجز) اور اللہ تعالیٰ کے عالمِ مطلق (مکمل عالم) اور اپنے جاہلِ مطلق (مکمل جاہل) ہونے کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کے عالمُ الغیبِ والشہادۃِ ہونے کا اعتراف کرتا ہے، پس جس نے تمام طاقتوں کی نفی کرکے اللہ تعالیٰ کی قدرت اور تمام غیر اللہ کے علم کی نفی کرکے اللہ تعالیٰ کے علم کا سہارا پکڑلیا، اس کو دوسری کوئی طاقت عاجز نہیں کرسکتی، اور جس چیز کے متعلق استخارہ کرنا چاہتا ہے اس چیز کی چھپی ہوئی اور نتیجہ خیز خیر سے محروم نہیں کرسکتی۔ [1]

اس کے بعد استخارہ کی دعا کا پانچواں جملہ یہ ہے کہ:

اَللّٰھُمَّ اِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ ھٰذَاالْاَمْرَخَیْرٌلِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَۃِ اَمْرِیْ، اَوْقَالَ :عَاجِلِ اَمْرِیْ وَآجِلِہٖ.

ترجمہ: یااللہ اگر آپ کے علم میں یہ کام (جس کو اس وقت میں کرنے ،نہ کرنے کے متعلق درخواست ودعا کررہاہوں) میرے حق میں خیر اور بھلائی والا ہے، میرے دین کے لیے بھی خیر اور بھلائی والا ہے، میری معاش اور دنیا کے لئے بھی خیر اور بھلائی والا ہے اور میرے انجام کار کے لئے بھی خیر اور بھلائی والا ہے، ''یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ'' میرے لئے فی الحال بھی خیر اور بھلائی والا ہے، اور بالمآل (آئندہ دنیا وآخرت) کے لئے بھی خیر اور بھلائی والا ہے۔

تشریح وتوضیح:...... راوی کو اس بارے میں شک پیدا ہوگیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ''وَعَاقِبَۃِ اَمْرِیْ'' فرمایا، یا ''عَاجِلِ اَمْرِیْ وَآجِلِہٖ'' اس لئے احتیاط کا تقاضا یہ ہوا کہ

---

[1] وَقَوْلُهُ (فَإِنَّکَ تَقْدِرُ وَلَا أَقْدِرُ وَتَعْلَمُ وَلَا أَعْلَمُ وَأَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ) فَمَنْ تَبَرَّأَ وَانْخَلَعَ مِنْ تَدْبِيرِ نَفْسِهِ وَحَوْلِهِ وَقُوَّتِهِ وَرَجَعَ بِالِافْتِقَارِ إلَى مَوْلَاهُ الْكَرِيمِ الَّذِي لَا يُعْجِزُهُ شَيْءٌ فَلَا شَكَّ فِي قَضَاءِ حَاجَتِهِ وَبُلُوغِهِ مَا يُؤَمِّلُهُ وَوُقُوعِ الرَّاحَةِ لَهُ (المدخل لابن الحاج، ج۴، ص۲۶، فَصْلٌ فِي نِيَّةِ التَّاجِرِ الَّذِي يَتَّجِرُ مِنْ إقْلِيمٍ إلَى إقْلِيمٍ)

www.idaraghufran.org

دونوں الفاظ جمع کر لئے جائیں تاکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان فرمودہ یقینی الفاظ کی برکت اپنی ذات کے لئے حاصل کی جاسکے۔ [1]

اب یہاں ان دونوں الفاظ کو ملا کر غور فرمایئے کہ بندہ ان الفاظ کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ کے علم کی روشنی میں جو کام دین ودنیا کے اعتبار سے اور انجام کار کے اعتبار سے نیز فی الحال اور آئندہ کے اعتبار سے خیر والا ہوتا ہے، اس کو اپنے لئے مقدر کرنے کی دعا کرتا ہے، پس اللہ تعالیٰ سے زیادہ کسی کام اور کسی چیز کے دین ودنیا کے اعتبار سے، اور اس کے انجام کار کے اعتبار سے نیز اس کے فی الحال اور آئندہ کے اعتبار سے خیر والا ہونے کو اور کون جان سکتا ہے؟ لہٰذا جو بندہ ان الفاظ کے ذریعہ سے دعا کرتا ہے وہ گویا کہ اس چیز کے تمام پہلوؤں کے اعتبار سے خیر والا ہونے کا سوال کرتا ہے۔ [2]

اس کے بعد استخارہ کی دعا کا چھٹا جملہ یہ ہے کہ:

فَاقْدِرْهُ لِیُ، وَیَسِّرْهُ لِیُ، ثُمَّ بَارِکُ لِیُ فِیْهِ.

ترجمہ: تو اس کو میرے لئے مقدّر اور تجویز فرمادیجئے، اور اس کو میرے لیے آسان بھی فرمادیجئے، اور پھر اس میں میرے لیے (ہر طرح کی) برکت بھی پیدا فرمادیجئے۔

تشریح وتوضیح:...... کتنے مبارک الفاظ ہیں کہ بندہ ہر اعتبار سے خیر کا سوال کرنے کے بعد اس چیز کو اپنے حق میں مقدر کرنے کا بھی اپنے رب سے سوال کرتا ہے، اور پھر اس کام میں اپنے لئے آسانی پیدا کرنے کی بھی دعا کرتا ہے، اور ساتھ ہی اپنے لئے اس کام میں برکت

---

[1] وینبغی ان یجمع بین الروایتین فیقول وعاقبة امری وعاجله وآجله (حلبی الصغیر، ج ۱، ص ۴۳۱، تتمات من النوافل، مطبوعه: سهیل اکیڈمی، لاهور)

[2] وَقَوْلُهُ (اللّٰهُمَّ إِنْ كُنتَ تَعْلَمُ أَنَّ هَذَا الْأَمْرَ خَيْرٌ لِي فِي دِينِي وَمَعَاشِي وَعَاقِبَةِ أَمْرِي أَوْ قَالَ :وَفِي عَاجِلِ أَمْرِي وَآجِلِهِ) الشَّکُّ هُنَا مِنَ الرَّاوِی فِی أَیِّهِمَا قَالَ عَلَیْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ .
وَإِذَا كَانَ كَذٰلِكَ فَيَنْبَغِي لِلْمُكَلَّفِ أَنْ يَحْتَاطَ لِنَفْسِهِ فِي تَحْصِيلِ بَرَكَةِ لَفْظِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى الْقَطْعِ فَيَأْتِي بِهِمَا مَعًا (المدخل لابن الحاج، ج ۴، ص ۲۶، فَصْلٌ فِي نِيَّةِ التَّاجِرِ الَّذِي يَتَّجِرُ مِنْ إِقْلِيمٍ إِلَى إِقْلِيمٍ)

www.idaraghufran.org

ڈال دینے کی بھی استدعا کرتا ہے، غرضیکہ خیر والے کام کو مقدر کرنے، آسان کرنے اور اس میں برکت عطا فرمانے کی تین دعائیں، ان مختصر کلمات میں جمع ہیں، پھر برکت کے مفہوم میں ہر طرح کی سلامتی اور عافیت شامل ہے، برکت ایک انتہائی جامع لفظ ہے، جو جسمانی وروحانی اعتبار سے ظاہری وباطنی ترقی اور سلامتی وعافیت سب کو شامل ہے۔

پس اللہ کا جو بندہ اس بات پر راضی ہو گیا جو اس کے لئے عالم کی تمام چیزوں کے نتائج اور انجام، اور تمام چیزوں کے مصالح سے باخبر ذاتِ بابرکات نے اپنے ایسے علم کے ذریعہ سے اختیار و پسند فرمایا کہ اس کے علم سے نہ کوئی چیز ذرا آگے ہو سکتی ہے اور نہ پیچھے، تو ایسا شخص بہت بڑی سعادت مندی سے سرفراز ہو گیا۔ [1]

اس کے بعد استخارہ کی دعا کا ساتواں جملہ یہ ہے کہ:

وَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَاالْاَمْرَشَرٌّلِّی فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِیْ، اَوْقَالَ، عَاجِلِ اَمْرِیْ، وَآجِلِهٖ.

ترجمہ: اور اگر آپ کے علم میں یہ کام (جس کو اس وقت میں کرنے، نہ کرنے کے متعلق درخواست ودعا کر رہا ہوں) میرے حق میں شر اور برائی والا ہے، میرے دین کے لئے بھی شر اور برائی والا ہے، میری معاش اور دنیا کے لئے بھی شر اور برائی والا ہے، اور میرے انجام کار کے لئے بھی شر اور برائی والا ہے" یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ" میرے لئے فی الحال بھی شر اور برائی والا ہے اور بالمآل (آئندہ دنیا وآخرت) کے لئے بھی شر اور برائی والا ہے۔

تشریح وتوضیح:...... یہاں بھی راوی کو شک پیدا ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے "عَاقِبَةِ اَمْرِیْ" ارشاد فرمایا، یا "فِیْ عَاجِلِ اَمْرِیْ" فرمایا۔

---

[1] وَقَوْلُهُ (فَاقْدُرْهُ لِی وَيَسِّرْهُ لِی ثُمَّ بَارِكْ لِی فِيهِ) فَمَنْ رَضِیَ بِمَا اخْتَارَهُ لَهُ سَيِّدُهُ الْعَالِمُ بِعَوَاقِبِ الْأُمُورِ كُلِّهَا وَبِمَصَالِحِ الْأَشْيَاءِ جَمِيعِهَا بِعِلْمِهِ الْقَدِيمِ الَّذِی لَا يَتَبَدَّلُ وَلَا يَتَحَوَّلُ فَقَدْ سَعِدَ السَّعَادَةَ الْعُظْمَی (المدخل لابن الحاج، ج۴، ص ۲۶، فَصْلٌ فِی نِيَّةِ التَّاجِرِ الَّذِی يَتَّجِرُ مِنْ إقْلِيمٍ إلَی إقْلِيمٍ)

www.idaraghufran.org

بہر حال یہاں بھی احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ دونوں قسم کے الفاظ استخارہ میں جمع کر لئے جائیں تاکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان فرمودہ یقینی الفاظ کی برکت اپنی ذات کے لئے حاصل کی جاسکے۔

اب یہاں بھی مذکورہ دونوں الفاظ ملا کر غور فرمایئے کہ جس طرح دین ودنیا، اورانجام کار کے اعتبار سے نیز فی الحال اور آئندہ کے اعتبار سے خیر والا ہونے کی صورت میں اس کے حصول، آسانی اور برکت کی تین دعائیں کی گئی تھیں، اسی طرح دین دنیااورانجام کار کے اعتبار سے نیز فی الحال اورآئندہ کے اعتبار سے شر والا ہونے کی صورت میں اس سے حفاظت کی یہ تینوں دعائیں کی جارہی ہیں، وہاں خیر کے تمام پہلوؤں کا حاصل کرنا مقصود تھا تو یہاں شر کے تمام پہلوؤں سے بچنا مقصود ہے۔ [1]

اس کے بعد استخارہ کی دعا کا آٹھواں جملہ یہ ہے کہ:

"فَاصْرِفْهُ عَنِّيْ وَاصْرِفْنِيْ عَنْهُ وَاقْدِرْلِيَ الْخَيْرَ حَيْثُ كَانَ ثُمَّ اَرْضِنِيْ"

ترجمہ: تو ہٹادیجئے (اور دور کردیجئے) اس کو مجھ سے، اور ہٹادیجئے (اور دور کردیجئے) مجھے اس سے، اور (اس کے بدلے میں) مقدّر (اور نصیب وتجویز) کردیجئے میرے لئے خیر اور بھلائی، جہاں کہیں بھی ہو اور پھر مجھے (اس پر راضی اور مطمئن) بھی کردیجئے۔

تشریح وتوضیح:...... ملاحظہ فرمایئے کس طرح شر کے ہر پہلو سے بچنے کی دعا کی جارہی ہے کہ پہلے کہا جارہا ہے کہ اس شر والے کام کو مجھ سے ہٹادیجئے اور دور کردیجئے، اور پھر کہا جارہا ہے کہ مجھے بھی اس سے ہٹادیجئے اور دور کردیجئے یعنی شر سے بچنے کے لئے دونوں کو ایک

---

[1] وَقَوْلُهُ (وَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ هَذَا الْأَمْرَ شَرٌّ لِي فِي دِينِي وَمَعَاشِي وَعَاقِبَةِ أَمْرِي أَوْ قَالَ فِي عَاجِلِ أَمْرِي وَآجِلِهِ) الشَّكُّ مِنْ الرَّاوِي. وَقَدْ تَقَدَّمَ الْكَلَامُ عَلَيْهِ. (المدخل لابن الحاج، ج۴، ص۲۶، فَصْلٌ فِي نِيَّةِ التَّاجِرِ الَّذِي يَتَّجِرُ مِنْ إقْلِيمٍ إلَى إقْلِيمٍ)

Idara Ghufran

دوسرے سے دور اور الگ کر دیجئے، گویا کہ شر سے بچنے اور دور ہونے کی مکمل صفت سے نواز دیجئے کہ نہ تو یہ خود اس شر والے کام کی طرف جائے اور نہ وہ شر والی چیز اس کی طرف آئے، بلکہ دونوں ایک دوسرے سے دور تر ہو جائیں۔

اس جملہ میں شر سے پوری طرح دور ہونے اور ہر طرح اس سے محفوظ ہونے کا بہت عمدہ انداز اختیار کیا گیا ہے، اور پھر اسی پر اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ مزید براں یہ بھی دعا کی جارہی ہے کہ اگر خیر موجودہ کام اور موجودہ چیز میں نہیں ہے تو خیر جہاں کہیں بھی اور جس کام اور جس چیز میں بھی ہو، خواہ وہ اس وقت ذہن میں ہو یا نہ ہو، سامنے ہو یا نہ ہو بہر صورت اس کو میرے لئے مقدر فرما دیجئے، اور نہ صرف یہ کہ مقدر فرما دیجئے ساتھ ہی اس پر اپنی رضا اور خوشنودی کی نعمت سے بھی سرفراز فرما دیجئے، پس جو شخص اپنے رب عزوجل کا دامن پکڑ لے اور اور اس کی طرف عاجزی ولجاجت کے ساتھ ہر قسم کے شر کے دفع ہونے کے لئے متوجہ ہو جائے، تو اس کو ہر قسم کی مُضر اور نقصان دہ چیزوں سے محفوظ و مامون ہونے میں کوئی شک نہیں رہ جاتا۔[1]

خلاصۂ کلام

پس ایسی کونسی دعا ہوگی جو ان بے شمار فوائد پر مشتمل اور اپنے لئے کسی چیز کے منتخب کرنے اور حاصل کرنے میں اس دعا سے زیادہ جامع ہوگی، اگر بالفرض دعا کی بدولت ظاہری اعتبار سے کوئی خیر وبرکت حاصل نہیں بھی ہوسکی (جو کہ بظاہر مشکل ہے) تو کیا یہی سعادت کیا کم ہے

---

[1] وَقَوْلُهُ (فَاصْرِفْهُ عَنِّی وَاصْرِفْنِی عَنْهُ وَاقْدُرْ لِی الْخَیْرَ حَیْثُ کَانَ ثُمَّ رَضِّنِی بِهِ) فَمَنْ سَکَنَ إِلَی رَبِّهِ عَزَّ وَجَلَّ وَتَضَرَّعَ إِلَیْهِ وَلَجَأَ فِی دَفْعِ جَمِیعِ الشَّرِّ عَنْهُ فَلَا شَکَّ فِی سَلَامَتِهِ مِنْ کُلِّ مَا یَتَوَقَّعُ مِنَ الْمَخَاوِفِ فَأَیُّ دُعَاءٍ یَجْمَعُ هَذِهِ الْفَوَائِدَ وَیُحَصِّلُهَا مِمَّا اخْتَارَهُ الْمَرْءُ لِنَفْسِهِ مِمَّا یَخْطِرُ بِبَالِهِ مِنْ غَیْرِ هَذِهِ الْأَلْفَاظِ الْجَلِیلَةِ الَّتِی احْتَوَتْ عَلَی مَا وَقَعَتْ الْإِشَارَةُ إِلَیْهِ وَأَکْثَرَ مِنْهُ .
وَلَوْ لَمْ یَکُنْ فِیهَا مِنْ الْخَیْرِ وَالْبَرَکَةِ إِلَّا أَنَّ مَنْ فَعَلَهَا کَانَ مُمْتَثِلًا لِلسُّنَّةِ الْمُطَهَّرَةِ مُحَصِّلًا لِبَرَکَتِهَا ثُمَّ مَعَ ذَلِکَ تَحْصُلُ لَهُ بَرَکَةُ النُّطْقِ بِتِلْکَ الْأَلْفَاظِ الَّتِی تَرْبُو عَلَی کُلِّ خَیْرٍ یَطْلُبُهُ الْإِنْسَانُ لِنَفْسِهِ وَیَخْتَارُهُ لَهَا . فَیَا سَعَادَةُ مَنْ رُزِقَ هَذَا الْحَالَ أَسْأَلُ اللَّهَ أَنْ لَا یَحْرِمَنَا ذَلِکَ بِمَنِّهِ (المدخل لابن الحاج، ج۴، ص ۲۶ و۲۷، فَصْلٌ فِی نِیَّةِ التَّاجِرِ الَّذِی یَتَّجِرُ مِنْ إقْلِیمٍ إلَی إقْلِیمٍ)

کہ اس دعا کے پڑھ لینے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ سنت پر عمل کی توفیق حاصل ہو جائے گی اور پھر اس سنت کی برکات تو یقیناً حاصل ہی ہوں گی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بابرکت زبان سے نکلے ہوئے الفاظ کا زبان سے ادا کر لینا بھی معنوی وباطنی خیر کے حاصل ہونے کے لئے کافی وافی ہے۔ یا اللہ ہمیں اس سعادت کے حاصل کرنے کی بار بار توفیق عطا فرمائیے اور ہمیں اس سے محروم نہ فرمائیے۔ [۱]

استخارہ کے لغوی وشرعی معنٰی

استخارہ ''خیر'' سے بنا ہے، اور ''خیر'' شر کی ضد ہے۔

لغت (DICTIONARY) کے اعتبار سے استخارہ کے معنٰی ہیں ''کسی چیز میں خیر کو طلب کرنا'' اور اللہ سے استخارہ کرنے کے معنٰی ہیں ''اللہ تعالیٰ سے خیر کا طلب کرنا''

اور شریعت کے اعتبار سے استخارہ کے معنٰی ہیں ''دو رکعت نفل پڑھ کر اس کے بعد احادیث میں مذکور مسنون دعا کرنا'' [۲]

---

[۱] حدیث استخارہ کی دعا کی مذکورہ تشریح میں زیادہ تر استفادہ محی السنۃ وقاطع البدعۃ علامہ ابن الحاج رحمہ اللہ کی کتاب ''المدخل'' اور کچھ دیگر کتب سے کیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ مصنفین مذکورین کو جزائے خیر عطا فرمائیں۔ محمد رضوان۔

[۲] الاستخارة :طلب الخير فى الشيئى ، وهى استفعال منه والخير ضد الشر، وخار الله لک اى اعطاک ماهو خيرلک والخيرة بسكون الياء : الاسم من ذالک. واستخار الله :طلب منه الخيرة وخار لک فى ذالک جعل لک فيه الخيرة ويقال استخِر الله يخر لک والله يخير للعبد اذا استخاره(انظر تاج العروس ج٦ ص ٣٦٥ و لسان العرب ج ۴ ص ٢٦٧ والنهاية فى غريب الحديث ج٢ ص ٩٢ ،عمدة القارى ج١٥ ص ۴٦٩)

الخَيرُ ضِدُّ الشَّر .تقول منه خِرْتَ يا رجُل .فأنتَ خائرٌ وخَيِّرٌ .وخَار اللّه لک :أى أعطاک ما هو خَيرٌ لَک .والخِيرةُ بسكون الياء :الاسمُ منه .فأمّا بالفتح فهى الاسم من قولک اخْتارَه اللّه ومُحَمَّدٌ صلى اللّه عليه وسلم خِيَرةُ اللّه من خَلْقِه .يقال بالفتح والسُّكون .والاسْتِخَارَةُ :طَلَبُ الخِيرَة فى الشىء وهو اسْتِفْعَالٌ منه .يقال اسْتَخِرِ اللّه يَخِرْ لَک (النهاية فى غريب الأثر، ج٢، ١٨٩)

هذا باب فى بيان الدعاء الذى يدعى به عند الاستخارة، أى :طلب الخيرة فى الشىء وهى استفعال ومنه تقول :استخر الله يخر لک، والخيرة بوزن العنبة اسم من قولک :اختاره الله، وقال

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

استخارہ کے بیان کردہ مذکورہ معنیٰ ومفہوم سے یہ بات واضح ہوگئی کہ استخارہ غیب کی خبریں جاننے اورغیب کی باتیں معلوم کرنے کا نام نہیں، جیسا کہ آجکل بہت سے لوگوں میں مشہور ہے، کہ وہ استخارہ کوغیب کی معلومات حاصل کرنے کا ذریعہ سمجھ کر اختیار کرتے ہیں، حالانکہ گذشتہ تفصیل کے ذریعے سے معلوم ہوچکا کہ استخارہ کی حقیقت اللہ تعالیٰ سے خیر کی دعا کرنا اورخیر طلب کرنا ہے، غیبی امور کا دریافت کرنا نہیں ہے (اس مسئلہ کی مزید تفصیل ان شاءاللہ تعالیٰ آگے ذکر کی جائے گی)

استخارہ کی مسنون دُعاء

ایک مرتبہ استخارہ کی دعاء کو اچھی طرح ملاحظہ فرمالیجیے اورہوسکے تو کوشش کرکے اس دعاء کو زبانی یاد بھی کرلیجیے؛ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں استخارہ کی مذکور مشہور ومسنون دعاء کے الفاظ یہ ہیں کہ:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْتَخِیْرُکَ بِعِلْمِکَ وَاَسْتَقْدِرُکَ بِقُدْرَتِکَ، وَاَسْئَلُکَ مِنْ فَضْلِکَ الْعَظِیْمِ ،فَاِنَّکَ تَقْدِرُوَلَااَقْدِرُوَتَعْلَمُ وَلَااَعْلَمُ ،وَاَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ،اَللّٰھُمَّ اِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ ھٰذَاالْاَمْرَخَیْرٌلِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَۃِ اَمْرِیْ وَ عَاجِلِ اَمْرِیْ وَآجِلِہٖ فَاقْدِرْہُ لِیْ،وَیَسِّرْہُ لِیْ،ثُمَّ بَارِکْ لِیْ فِیْہِ ، وَاِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ ھٰذَاالْاَمْرَشَرٌّلِّیْ فِیْ دِیْنِیْ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الجوهری :الخیرة الاسم من قولک :خار اللہ لک فی هذا الأمر (عمدة القاری، باب الدعاء عند الاستخارة)

واستخار اللہ طلب منه الخیر والمراد طلب خیر الامرین لمن احتاج الی احدهما، وتعریفهما اصطلاحا هی صلاة رکعتین من غیر فریضة مع دعاء مخصوص ،فیه سؤال و استعانة باللہ سبحانهٗ وتعالیٰ بطلب خیر الامرین من الفعل اوالترک اوتخیر الوقت لمایرید الاقدام علیه (فتح الباری، ج ۱۱ ص ۱۸۳)

الاستخارة ای طلب الخیر من اللہ تعالیٰ فیمایقصد من الامور (البذل المجهود ج ۲ ص ۳۶۵)

Idara Ghufran

وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِیْ، وَعَاجِلِ اَمْرِیْ، وَآجِلِهٖ، فَاصْرِفْهُ عَنِّیْ وَاصْرِفْنِیْ عَنْهُ وَاقْدِرْلِیَ الْخَیْرَ حَیْثُ كَانَ ثُمَّ اَرْضِنِیْ“

فائدہ: اس دعاء میں دوجگہ ”هٰــذَا الْاَمْــرَ“ کے الفاظ آئے ہیں، جن پر لکیر کا نشان لگا دیا گیا ہے؛ دونوں جگہ ان الفاظ کو پڑھتے وقت اُس کام کی طرف توجہ کرنی چاہیے، جس کے متعلق استخارہ کیا جارہا ہے۔

لیکن اگر ان الفاظ کے پڑھتے وقت اس کام کی طرف توجہ نہ ہوسکے تو بھی کوئی نقصان کی بات نہیں، کیونکہ استخارہ کی اس دعاء میں پہلے سے اس کام کا ارادہ تو ہوتا ہی ہے؛ وہ ارادہ بھی ان شاء اللہ تعالیٰ کافی ہوجائے گا۔ [1]

مسنون استخارہ کی فضیلت واہمیت

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " :مِنْ سَعَادَةِ ابْنِ آدَمَ اسْتِخَارَتُهُ اللّٰهَ، وَمِنْ سَعَادَةِ ابْنِ آدَمَ رِضَاهُ بِمَا قَضَى اللّٰهُ، وَمِنْ شِقْوَةِ ابْنِ آدَمَ تَرْكُهُ اسْتِخَارَةَ اللّٰهِ، وَمِنْ شِقْوَةِ ابْنِ آدَمَ سَخَطُهُ بِمَا قَضَى اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ (مسند احمد، رقم الحديث ۱۴۴۴، مسند أبی إسحاق سعد بن أبی وقاص رضی الله عنه، واللفظ لهٗ؛ شعب الایمان، رقم الحديث ۱۹۹؛ مستدرک حاکم ۱۹۰۳)

---

[1] (اللهم إن كنت تعلم) ، أی :إن كان فی علمک (أن هذا الأمر) ، أی :الذی يريده كما فی رواية، ويسمى حاجته أو يضمر فی باطنه، قال الطيبی :معناه اللهم إنک تعلم، فأوقع الكلام موقع الشک على معنى التفويض إليه :.والرضا بعلمه فيه، وهذا النوع يسميه أهل البلاغة (تجاهل العارف) ، و (مزج الشک باليقين) ، ويحتمل أن الشک فی أن العلم متعلق بالخير أو الشر، لا فی أصل العلم اهـ. والقول الآخر هو الظاهر، ونتوقف فی جواز الأول بالنسبة إلى الله تعالى (مرقاة، كتاب الصلاة، باب التطوع)

www.idaraghufran.org

ترجمہ: آدمی کی نیک بختی اس میں ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے استخارہ کرے، اور یہ بھی آدمی کی نیک بختی میں سے ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے فیصلے پر راضی رہے اور آدمی کی بدبختی میں سے یہ بات ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے استخارہ نہ کرے اور یہ بھی آدمی کی بدبختی میں سے ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے فیصلے پر ناراض ہو (مسند احمد)

اس حدیث کو بعض محدثین نے ضعیف اور بعض نے حسن قرار دیا ہے۔ [۱]

لیکن اس سے استخارہ کی فضیلت واہمیت پر کوئی فرق واقع نہیں ہوتا، کیوں کہ استخارہ کا عظیم الشان عمل ہونا معتبر دلائل سے ثابت ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں یہ الفاظ پہلے گزر چکے ہیں کہ:

كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يُعَلِّمُنَا الْاِسْتِخَارَةَ فِي الْاُمُوْرِ كُلِّهَا كَمَا يُعَلِّمُنَا السُّوْرَةَ مِنَ الْقُرْآنِ (بخارى، كتاب التهجد، باب ما جاء فى التطوع مثنى مثنى)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو تمام کاموں میں استخارہ (اس طرح اہتمام

---

[۱] قال الحاكم: هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحُ الْإِسْنَادِ، وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ.

وفى حاشية مسند احمد: إسناده ضعيف.

وقال الهيثمى:

وفيه محمد بن أبى حميد وقال ابن عدى :ضعفه بين على ما يرويه وحديثه مقارب وهو مع ضعفه يكتب حديثه، وقد ضعفه أحمد والبخارى وجماعة(مجمع الزوائد،باب الاستخارة)

و قال ابن حجر:

وجاء ذكر الاستخارة فى حديث سعد رفعه من سعادة بن آدم استخارته الله أخرجه أحمد وسنده حسن وأصله عند الترمذى لكن بذكر الرضا والسخط لا بلفظ الاستخارة (فتح البارى شرح صحيح البخارى ،قوله باب الدعاء بكثرة الولد)

و قال المناوى:

(ت) فى القدر (ك) فى الدعاء (عن سعد) ابن أبى وقاص وقال :غريب لا نعرفه إلا من حديث محمد بن حميد وليس بقوى وقال فى الميزان :ضعفوه ثم أورد له هذا الخبر قال ابن حجر: وأورده أحمد باللفظ المزبور عن سعد المذكور وسنده حسن(فيض القدير تحت رقم الحديث ٨٢٥٢)

www.idaraghufran.org

وتاکید کے ساتھ) سکھایا کرتے تھے، جس طرح (اہتمام وتاکید کے ساتھ) ہم کو قرآن مجید کی سورت سکھلایا کرتے تھے (بخاری)

اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

كُـنَّـا نُـعَلَّمُ الْاِسْتِخَارَةَ كَمَا نُعَلَّمُ السُّوْرَةَ مِنَ الْقُرْآنِ (مسند البزار، رقم الحديث ۱۸۳۵)

ترجمہ: ہمیں استخارہ اس طرح سکھایا جاتا تھا، جس طرح ہمیں قرآن مجید کی سورت سکھائی جاتی تھی (بزار)

اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

مَـا كُـنَّـا نَـكْـتُـبُ فِـيْ عَهْـدِ رَسُـوْلِ الـلّٰـهِ صَـلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْأَحَـادِيْثِ إِلَّا الْاِسْتِخَارَةَ وَالتَّشَهُّدَ (مصنف ابن ابی شیبة، رقم الحديث ۳۰۲۳، مَنْ كَانَ يُعَلِّمُ التَّشَهُّدَ وَيَأْمُرُ بِتَعْلِيمِهِ)

ترجمہ: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں سوائے استخارہ اور تشہد کے کوئی چیز نہیں لکھا کرتے تھے (ابنِ ابی شیبہ)

فائدہ: استخارہ کی اہمیت کے لئے یہ بات ہی کیا کم ہے کہ اس کی تعلیم وتعلم کو قرآن مجید کی سورت کی تعلیم وتعلم کے ساتھ تشبیہ دی گئی، اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے استخارہ کی دعا کو لکھ کر محفوظ کیا۔

چنانچہ ملا علی قاری رحمہ اللہ مشکاۃ کی شرح میں فرماتے ہیں کہ:

وَهٰـذَا يَـدُلُّ عَـلٰى شِدَّةِ الْاِعْتِنَاءِ بِهٰذَا الدُّعَآءِ (مرقاۃ، ج۳ ص ۹۸۵، باب التطوع)

ترجمہ: یہ جملہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ استخارہ کی دعا بہت زیادہ توجہ کی حامل ہے (مرقاۃ)

اور علامہ حافظ بدرالدین عینی رحمہ اللہ بخاری کی شرح میں فرماتے ہیں کہ:

دَلِيْلٌ عَلَى الْاِهْتِمَامِ بِاَمْرِ الْاِسْتِخَارَةِ وَاَنَّهُ مُتَاَكَّدٌ مُرَغَّبٌ فِيْهِ (عمدة القارى ج۷ ص ۲۲۳، كتاب التهجد، بابُ مَا جَاءَ فِي التَّطَوُّعِ مَثْنَى مَثْنَى)

ترجمہ: (اس جملہ میں) اس بات کی دلیل موجود ہے کہ استخارہ کا عمل بہت اہم ہے اور امت کو اس کی تاکید اور ترغیب دی گئی ہے (عمدۃ القاری)

اور فتح الباری شرح بخاری میں ہے کہ:

قَالَ الطِّيْبِيُّ فِيْهِ إِشَارَةٌ إِلَى الْاِعْتِنَاءِ التَّامِّ الْبَالِغِ بِهٰذَا الدُّعَاءِ وَهٰذِهِ الصَّلَاةِ لِجَعْلِهِمَا تِلْوَيْنِ لِلْفَرِيْضَةِ وَالْقُرْآنِ (فتح البارى لابن حجر، قَوْلُهُ بَابُ الدُّعَاءِ بِكَثْرَةِ الْوَلَدِ)

ترجمہ: اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ نمازِ استخارہ اور اس کی دعا کی طرف خصوصی توجہ کرنی چاہئے، کیونکہ نمازِ استخارہ کو فرض نماز کے اور دعائے استخارہ کو قرآن مجید کے ساتھ مشابہت دی گئی ہے (فتح الباری)

اور علامہ احمد بن محمد عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

يَدُلُّ عَلَى الْاِعْتِنَاءِ التَّامِّ الْبَالِغِ حَدُّهُ بِالصَّلَاةِ وَالدُّعَاءِ وَأَنَّهُمَا تَلَوَّانِ لِلْفَرِيْضَةِ وَالْقُرْآنِ (إرشاد السارى لشرح صحيح البخارى للقسطلانى، ج۱۰ ص ۳۷۲، كتاب التوحيد، باب قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالَى: قُلْ هُوَ الْقَادِرُ)

ترجمہ: یہ جملہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ استخارہ کی دعا اور نماز بہت زیادہ قابلِ توجہ ہے کیوں کہ یہ دونوں چیزیں فرض اور قرآن کے مشابہ ہیں (ارشاد الساری)

اور محمد بن عبدالہادی سندھی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

أَيْ يَعْتَنِيْ بِشَأْنِ تَعْلِيْمِنَا الْاِسْتِخَارَةَ لِعِظَمِ نَفْعِهَا وَعُمُوْمِهٖ كَمَا يَعْتَنِيْ بِالسُّوْرَةِ (حاشية السندى على سنن ابن ماجه، بَاب مَا جَاءَ فِي صَلَاةِ الِاسْتِخَارَةِ)

www.idaraghufran.org

ترجمہ: یعنی ہمیں استخارہ کی تعلیم انتہائی اہتمام کے ساتھ دیا کرتے تھے کیوں کہ اس کا نفع عظیم اور عام ہے جیسا کہ قرآن مجید کی سورت کا (حاشیہ سندھی)

اور علامہ ابن علان شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

اَیْ کَتَعْلِیْمِہِ السُّوْرَۃَ مِنَ الْقُرْآنِ، فَفِیْہِ غَایَۃُ الْاِعْتِنَاءِ بِشَانِ صَلَاۃِ الْاِسْتِخَارَۃِ وَدُعَائِھَا لِتَعْظِیْمِ نَفْعِہٖ وَعُمُوْمِ جَدْوَاہُ (الفتوحات الربانية على الاذكار النواوية ج۳ ص ۳۴۷)

ترجمہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم جس طرح قرآن مجید کی سورت کی تعلیم دیتے تھے، اسی طرح استخارہ کی تعلیم بھی دیا کرتے تھے، اس میں نمازِ استخارہ اور اس کی دعا کے نہایت مہتم اور عظیم الشان عمل ہونے کی طرف اشارہ ہے، کیونکہ اس کا فائدہ بہت عظیم اور ضرورت بہت عام ہے (فتوحاتِ ربانیہ)

استخارہ کی اسی جیسی اہمیت وفضیلت کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے اہلِ علم حضرات نے استخارہ کے عمل کو سنت ومستحب قرار دیا ہے، پس استخارہ کرنا کوئی فرض یا واجب درجہ کا عمل تو نہیں ہے، لیکن سنت ومستحب درجہ کا عمل اور انتہائی بابرکت چیز ہے۔

چنانچہ عظیم محدث امام نووی شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

صَلَاۃُ الْاِسْتِخَارَۃِ سُنَّۃٌ......وَاتَّفَقَ اَصْحَابُنَا وَغَیْرُھُمْ عَلٰی اَنَّھَا سُنَّۃٌ

(المجموع شرح المهذب، ج۴ ص ۵۴، باب صلاة التطوع، فِی مَسَائِلَ تَتَعَلَّقُ بِبَابِ صَلَاۃِ التَّطَوُّعِ)

ترجمہ: نمازِ استخارہ کا عمل سنت ہے...... ہمارے اور دیگر اصحابِ فقہاء اس بات پر متفق ہیں کہ استخارہ سنت ہے (مجموع)

اور علامہ ابنِ مفلح فرماتے ہیں کہ:

تُسَنُّ صَلَاۃُ الْاِسْتِخَارَۃِ (المبدع شرح المقنع، ج۲ ص ۳۱، فَصْلُ صَلَاۃِ

www.idaraghufran.org

اِلاسْتِخَارَۃِ)

ترجمہ: نمازِ استخارہ سنت ہے(المبدع)

اور امام قرطبی مالکی رحمہ اللہ اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ:

قَالَ بَعْضُ الْعُلَمَاءِ لَا یَنْبَغِیْ لِاَحَدٍاَنَّ یُّقْدِمَ عَلٰی اَمْرٍ مِّنْ اُمُوْرِ الدُّنْیَا حَتّٰی یَسْأَلَ اللہَ الْخِیْرَۃَ (تفسیر قرطبی، سورۃ القصص، رقم الآیۃ ٦٧)

ترجمہ: بعض علماء نے فرمایا کہ کسی کے لئے یہ بات روا نہیں کہ دنیا کے کاموں میں سے کسی کام پر پیش قدمی کرے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ سے خیر کا سوال نہ کرلے (یعنی استخارہ نہ کرلے)(قرطبی)

اور امام شوکانی فرماتے ہیں کہ:

وَالْحَدِیْثُ یَدُلُّ عَلٰی مَشْرُوْعِیَّۃِ صَلَاۃِ الْاِسْتِخَارَۃِ وَالدُّعَآءِ عَقِیْبَھَا وَلَا اَعْلَمُ فِیْ ذَالِکَ خِلَافًا (نیل الاوطار، باب صلاۃ الاستخارۃ)

ترجمہ: یہ حدیث نمازِ استخارہ اور اس کے بعد مخصوص دعا کے مشروع (یعنی شرعی عمل) ہونے پر دلالت کرتی ہے اور میرے علم کے مطابق اس بارے میں کسی کا اختلاف نہیں ہے(نیل الاوطار)

اور الموسوعۃ الفقہیہ میں ہے کہ:

أَجْمَعَ الْعُلَمَاءُ عَلٰی أَنَّ الْاِسْتِخَارَۃَ سُنَّۃٌ (الموسوعۃ الفقھیۃ الکویتیۃ، ج۳، ص ۲۴۲)

ترجمہ: اہلِ علم کا اس بات پر اجماع ہے کہ استخارہ سنت ہے(موسوعۃ الفقہیہ)

علماء کے اس قسم کے اقوال سے استخارہ کے سنت ومستحب ہونے پر روشنی پڑتی ہے۔

مذکورہ عبارات وحوالہ جات سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ استخارہ بہت عظیم، اہم اور مفید عمل ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے استخارہ سیکھنے کی طرف لوگوں کو متوجہ فرمایا ہے،

Idara Ghufran

تاکہ ہر حال میں اللہ تعالیٰ سے تعلق اور رابطہ قائم رہے، اور مؤمن بندے اللہ تعالیٰ پر توکل و اعتماد کی دولت سے ہر وقت مالا مال رہیں، اور اپنے تمام امور اور معاملات کو اللہ تعالیٰ کے سپرد رکھیں، خواہ حیرانگی و پریشانگی کے حالات ہوں یا تنگی اور قلق، یا اضطراب اور بے چینی کے حالات ہوں۔ [1]

لیکن اس کے برعکس افسوس ہے کہ آج بہت سے مسلمان استخارہ کی اہمیت، اس کی دعاء اور اس کے طریقہ سے واقف نہیں، اور استخارہ اولاً تو کرتے ہی نہیں اور کرتے بھی ہیں تو صرف گنے چنے چند معاملات اور امور میں کرتے ہیں، مثلاً نکاح کے موقعہ پر، یا کسی بڑے کاروبار وغیرہ کے موقعہ پر۔

اور ان میں بہت کم لوگ وہ ہیں جو خود استخارہ کرتے ہوں، ورنہ اکثر و بیشتر تو استخارہ بھی رسمی طور پر کسی دوسرے سے کراتے ہیں، اور سمجھتے ہیں کہ دوسرے کا استخارہ کرنا ہمارے لئے زیادہ مفید اور کارآمد ہوگا، اور اس موقعہ پر وہ یہ بھول جاتے ہیں کہ اصل میں تو شریعت نے استخارہ کا حکم تو خود صاحبِ معاملہ اور صاحبِ واقعہ کو کرنے کا بیان فرمایا ہے۔

پھر بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو مسنون استخارہ کو چھوڑ کر لوگوں کے من گھڑت استخاروں کے طریقوں کو اپناتے ہیں اور اس طرح اپنی دنیا وآخرت کو خراب کرتے ہیں، یا استخارہ تو مسنون طریقہ پر خود ہی کرتے ہیں، مگر استخارہ کی حقیقت سے واقف نہ ہونے کے باعث استخارہ کے بعد بھی حیران و پریشان رہتے ہیں۔

اس لئے ضرورت ہے کہ ہر مسلمان استخارہ کی حقیقت اور اس کے طریقہ وکیفیت سے واقفیت

---

[1] فقه هذا الحديث أنه يجب على المؤمن رد الأمور كلها إلى الله، وصرف أزمتها والتبرؤ من الحول والقوة إليه، وينبغي له أن لا يروم شيئًا من دقيق الأمور وجليلها، حتى يستخير الله فيه ويسأله أن يحمله فيه على الخير ويصرف عنه الشر؛ إذعانًا بالافتقار إليه في كل أمر والتزامًا لذلة العبودية له، وتبركًا باتباع سُنّة نبيّه (صلى الله عليه وسلم) في الاستخارة، ولذلک كان النبى (صلى الله عليه وسلم) يعلمهم هذا الدعاء كما يعلمهم السورة من القرآن لشدة حاجتهم إلى الاستخارة فى الحالات كلها كشدّة حاجتهم إلى القراء ة فى كل الصلوات (شرح صحيح بخارى لابن بطال، ج١٠، ص١٢٣، بَاب الدُّعَاءِ عِنْدَ الاسْتِخَارَةِ)

www.idaraghufran.org

حاصل کرے اور اس کو پورے اہتمام کے ساتھ سیکھے اور اپنے معاملات میں استخارہ کا معمول بنائے۔ اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔

استخارہ کس قسم کے کاموں میں کرنا چاہئے؟

استخارہ کے معنیٰ خیر کی طلب اور جستجو کے ہیں، اور بعض چیزیں اور کام وہ ہیں جو سراپا خیر اور بھلائی کے ہیں، ان میں شر وفساد اور بگاڑ کا کوئی پہلو ہی نہیں ہے اور یہ وہ کام اور وہ چیزیں ہیں جن کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے خیر و بھلائی والا قرار دیا ہے، اس طرح تمام فرائض، واجبات اور مستحبات خیر ہی خیر ہیں۔

اس کے برعکس بعض کام وہ ہیں جو یقیناً شر والے ہیں، ان کے اندر برائی ہے اور بھلائی وخیر کا کوئی پہلو نہیں ہے اور یہ وہ کام اور وہ چیزیں ہیں جن کو شریعت نے ناپسند قرار دیا ہے، اس طرح تمام حرام، ناجائز اور مکروہ احکام شر والے ہیں۔

تو جن کاموں کا ناجائز وممنوع ہونا یا فرض، واجب، سنت ومستحب ہونا شریعت کی طرف سے طے ہو ان کاموں کے لئے استخارہ نہیں کیا جاتا (جیسا کہ ان کاموں کے لئے مشورے کی ضرورت نہیں) اس لئے کہ جن کاموں کا شریعت نے ناجائز یا ممنوع ومکروہ ہونا طے کر دیا ہو، ان کو کرنے کے لئے استخارہ کرنا جائز نہیں کیونکہ ان سے بچنے کا شریعت کی طرف سے پہلے ہی حکم موجود ہے۔

اسی طرح جن کاموں کے کرنے کو شریعت نے فرض، واجب یا سنت ومستحب ہونا قرار دے دیا ہو ان کو کرنے نہ کرنے کے متعلق بھی استخارہ نہیں کیا جاتا (جیسا کہ ان کاموں کے لئے مشورے کی ضرورت نہیں) کیونکہ شریعت نے ان کاموں کے کرنے کو پہلے ہی سے ضروری یا عبادت قرار دے دیا ہے۔

اور کچھ چیزیں ایسی ہیں جن کا شریعت کی طرف سے نہ حکم دیا گیا ہے اور نہ ان سے منع کیا

اور روکا گیا ہے، ایسی چیزوں کو جائز اور مباح کہا جاتا ہے۔

اس قسم کی چیزوں میں حالات وشخصیات کے اعتبار سے یہ بھی ممکن ہے کہ وہ مفید ہوں اور یہ بھی ممکن ہے کہ مضر ہوں، خواہ دنیا کے اعتبار سے یا آخرت کے اعتبار سے یا دونوں اعتبار سے، ایسی چیزوں میں جس طرح انسان کو مشورہ کی ضرورت ہوتی ہے اسی طرح ایسی چیزوں میں استخارہ کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔

مذکورہ تفصیل کو پیشِ نظر رکھ کر استخارہ مذکورہ نوعیت کے ہر کام میں کرنا سنت ومستحب ہے، بشرطیکہ وہ بالکل معمولی درجے اور روزمرہ کا عادی کام نہ ہو جیسے کھانا پینا وغیرہ، اور بعض کام ظاہر میں تو چھوٹے اور حقیر سمجھے جاتے ہیں، مگر وہ اپنے نتیجہ کے اعتبار سے بڑے اہم ہوتے ہیں۔

اسی طرح بعض کام ایسے ہوتے ہیں کہ وہ بظاہر اتنے اہم نہیں ہوتے مگر اپنی حقیقت کے اعتبار سے وہ بہت اہم ہوتے ہیں، لہٰذا عقلمندی کا تقاضا یہی ہے کہ مذکورہ نوعیت کے کسی بھی کام کو حقیر سمجھ کر نظر انداز نہ کیا جاوے۔ [۱]

---

[۱] قال بعض العلماء لاينبغي لاحد ان يقدرعلى امرين من امورالدنيا حتى يسأل الله الخيرة فى ذالک بان يصلى ركعتين صلاة الاستخارة (تفسيرقرطبى ج۱۳ ،سوره قصص)

ثم ان الاستخارة مستحبة فى جميع الامور كماصرح بہٖ نص ھٰذاالحديث الصحيح(الاذكارللنووى، باب دعاء الاستخارة صفحہ ۱۱۰)

قوله (فى الامور كلها)قال ابن ابى جمرة هوعام اريدبه الخصوص ،فان الواجب والمستحب لايستخار فى فعلهما والحرام والمكروه لايستخار فى تركها،فانحصر الامر فى المباح وفى المستحب اذا تعارض منه امران ايهما يبدأ به ويقتصر عليه وقت وتدخل الاستخارة فيماعدا ذالک فى الواجب والمستحب المخير، وفيما كان زمنه موسعا ويتناول العموم العظيم من الامور والحقير فرب حقير يترتب عليه الامر العظيم(فتح البارى ج ۱۱ ص ۲۲۰،كتاب الدعوات،باب۴۸ الدعاء بكثرة الولد)

والمراد بالامر مايعتنى بشانها ويندروجودها مثل السفر والعمارة ونحوها كالاكل والشرب والمعتاد(بذل المجهود ج۲ ص ۳۶۵)

(فى الامور كلها)يعنى فى دقيق الامور وجليها لانه يجب على المؤمن ردالامور كلها الى الله عزوجل والتبرء من الحول والقوة اليه(عمدة القارى ج۵ ا ص ۴۷۰، بابُ الدُّعاءِ عِندَ الاسْتِخارَةِ)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

خلاصہ یہ کہ استخارہ نہ تو اُن کاموں میں کرنا درست ہے جن کا کرنا ہی خیر ہے جیسے واجب، سنت ومستحب کام، اورنہ اُن کاموں میں کرنا درست ہے جن کا نہ کرنا ہی خیر ہے؛ جیسے حرام

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

والاستخارة فی الحج والجهاد وجميع ابواب الخير تحمل علی تعيين الوقت لاعلی نفس الفعل(حلبی کبير ص ۴۳۱، تتمات من النوافل)

قال الشيخ اسماعيل وفی شرح الشرعة من هم بامر وكان لايدری عاقبته،ولايعرف ان الخير فی تركه أوالاقدام عليه فقد امره ﷺ(منحة الخالق علی البحرالرائق ج۲ص۵۵، و۵۶، كتاب الصلاة، الصلاة المسنونة كل يوم)

وحكم الاستخارة الندب فی كل امرتجهل عاقبتهٗ،فان فيهاتسليم الامر الی الله سبحانهٗ وتعالیٰ ليختارلهٗ تعالیٰ ماهوخيرلهٗ،وتكون الاستخارة بالحمدوالصلاة علیٰ نبيه عليه الصلاة والسلام فی جميع الامور (الفواكه الدوانی، لاحمدبن غنيم بن سالم مالكی، مقدمة الكتاب)

فينبغی لمن يريدالحج ان يمتثل السنة اولاًفی الاستخارة كماتقدم فی المسافر،لكن الاستخارة هناليست كماتقدم لان الاستخارة فی فعل الواجب لامحل لهالاوكذالک الاستخارة فی ترک المحرم والمكروه وانماتكون الاستخارة هناهل يفعله فی هٰذه السنة اوالسنة الأتية وهل يرافق فلانام لاوهل يكتری مع فلان ام لاوهل يشتری المركوب اويكتريه الیٰ غيرذالک......وكذالک لايستخيرفی المندوبات هل يفعلهااوبل يستخيرفی فعل احدهمااذاضاق الوقت عن فعلهمامعاً،ولايستخير الانسان الافيماهومعلوم يريدان يفعله (المدخل لابن الحاج جلد۴، فصل شروط وجوب الحج)

وقدتقدم ان الاستخارة لاتكون فی واجب ولامحرم ولامكروه علیٰ مامضیٰ بيانها(المدخل لابن الحاج جلد۴، فصل فی ذكرصلاة الرغائب)

والاستخارة ای فی انهٗ هل يشتری اويكتری وهل يسافربرااوبحراًوهل يرافق فلاناًاولالان الاستخارةفی الواجب والمكروه لامحل لهاوتمامه فی النهر(ردالمحتار جلد۲، سنن وآداب الحج)

اتفقت المذاهب الاربعة علیٰ ان الاستخارة تكون فی الامورالتی لايدری العبدوجه الصواب فيها،اماماهومعروف خيره اوشره كالعبادات وصنائع المعروف والمعاصی والمنكرات فلاحاجة الی الاستخارة فيها،الااذاارادبيان خصوص الوقت كالحج مثلاًفی هٰذه السنة لاحتمال عدو اوفتنة والرفقة فيه ايرافق فلاناًام لا؟وعلیٰ هٰذافالاستخارة لامحل لهافی الواجب والحرام والمكروه، وانماتكون فی المندوبات والمباحات والاستخارة فی المندوبات لاتكون فی اصله لانهٗ مطلوب وانماتكون عندالتعارض ای اذاتعارض عنده امران ايهمايبدء به اويقتصرعليه،اماالمباح فيستخارفی اصله،وهل يستخيرفی معين اومطلق اختاربعضهم الاول لظاهرالحديث لان فيه "ان كنت تعلم ان هٰذاالامر" الخ واختارابن عرفة الثانی،وقال الشعرانی وهواحسن، وقدجربناه فوجدناه صحيحاً(الموسوعة الفقهية جلد۳،استخارة)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

یا مکروہ کام۔

بلکہ استخارہ ایسے کاموں میں کرنا چاہیے کہ جو مباح اور جائز ہوں یعنی جن کے کرنے نہ کرنے دونوں باتوں کا انسان کو شرعی اعتبار سے اختیار ہو۔

اور دو مستحب کاموں میں سے ایک کو اختیار کرنے کی خاطر بھی استخارہ کرنا درست ہے، جبکہ دونوں پر عمل نہ ہوسکتا ہو بلکہ اُن میں سے کسی ایک پر ہی عمل ہوسکتا ہو۔

یا جس واجب کی ادائیگی کے لیے شرعاً کوئی وقت مقرر و متعین نہ ہو، اُس کی ادائیگی کے وقت کی تعیین کے لیے بھی استخارہ کرنا درست ہے۔

یا جس واجب کا وقت متعین ہو لیکن اُس کے وقت میں وسعت ہو، اُس کو اِس وقت کے کسی حصے میں کرنے کے لیے بھی استخارہ کرنا درست ہے۔

اب ہم ذیل میں چند مثالوں کے ذریعہ واضح کرتے ہیں کہ کس قسم کے کاموں میں استخارہ کرنا چاہئے اور کسی قسم کے کاموں میں نہیں کرنا چاہئے (کئی مثالیں مشورہ کے مضمون میں بھی گذر چکی ہیں)

(*مثال نمبر۱*)......: کسی خاص جگہ نکاح کا ارادہ ہو اور اس کو نکاح کرنا شریعت کی طرف سے

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

استخارہ ایسے معاملہ میں ہوتا ہے جس میں احتمال نفع وضرر دونوں کا ہو اور جو عادتاً یا شرعاً یقیناً ضرر ہو اس میں استخارہ نہیں، جیسے کوئی نماز پڑھنے کے لئے استخارہ کرنے لگے یا دونوں وقت کھانا کھانے کے لئے استخارہ کرنے لگے یا چوری کرنے کے لئے یا اپاہج عورت سے نکاح کرنے کے لئے استخارہ کرنے لگے (کمالاتِ اشرفیہ ص ۳۳، ملفوظ نمبر ۸۹)

اور شیخ حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

واضح رہے کہ واجب ومندوب کے کرنے اور حرام ومکروہ کے چھوڑنے کے لیے کوئی استخارہ نہیں، اس لیے کہ اوّلین کا کرنا اور آخرین کا ترک متعین ہے اور استخارہ صرف امر مباح کے کرنے یا نہ کرنے کی دونوں جانبوں میں سے کسی ایک کو ترجیح دینے کے لیے کیا جائے گا یا کسی واجبِ غیر موقت میں وقت کی تعیین کے لیے (درسِ ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۵۰، باب ما جاء فی صلاۃ الاستخارۃ)

www.idaraghufran.org

جائز بھی ہو اس کے متعلق استخارہ کرنا درست ہے کہ فلاں جگہ میرا نکاح یا میری فلاں اولاد کا نکاح مناسب ہے یا نہیں؟

کیونکہ شریعت نے کسی خاص جگہ نکاح کرنے کا حکم نہیں دیا (تفصیل اس کی مشورہ کے مضمون میں گذر چکی ہے) [1]

(مثال نمبر ۲)......: اس سلسلہ میں استخارہ کرنا درست ہے کہ مجھے حج یا کسی اور خیر والے سفر کے لیے فلاں راستہ سے جانا مناسب ہوگا یا فلاں راستہ سے مناسب ہوگا، حج کی درخواست فلاں ادارہ اور فلاں جگہ سے دینا مناسب ہوگا یا فلاں جگہ سے مناسب ہوگا؟ فلاں رفقاء اور ساتھیوں کے ساتھ سفر کرنا مناسب ہوگا، یا فلاں کے ساتھ؟ (تفصیل اس کی مشورہ کے مضمون میں گذر چکی ہے) [2]

(مثال نمبر ۳)......: مسائل کے جائز و ناجائز ہونے کے متعلق استخارہ کرنا درست نہیں، کیونکہ مسائل کے جائز و ناجائز ہونے کا مدار استخارہ پر نہیں، بلکہ شرعی دلائل پر ہے، البتہ اُن مسائل میں جن میں باوجود تحقیق کے محققین کو شرعی حکم معلوم نہ ہو رہا ہو وہاں مشورہ کے ساتھ استخارہ کرنا بھی جائز ہوگا۔

(فتاویٰ محمودیہ مبوب، ج ۳ ص ۳۱۶، کتاب العلم، بتغیر واضافہ)

(مثال نمبر ۴)......: کسی آمدنی کے شرعی اصولوں سے جائز و حلال طے ہونے کے بعد یہ

---

[1] "وقد استخارت زینب لماارادالنبی ﷺ ان یتزوجھا" قال فی شرح مسلم: فیه استحباب صلاة الاستخارة لمن هم بامر سواء کان الامر ظاهرا الخیر ام لاقال ولعلها استخارت لخوفها من تقصیرها فی حقه ﷺ (الأداب الشرعیة لمحمد بن مفلح مقدسی، فصل فی الاستخارة)

[2] وَالِاسْتِخَارَةِ أَیْ فِی أَنَّهُ هَلْ یَشْتَرِی أَوْ یَکْتَرِی وَهَلْ یُسَافِرُ بَرًّا أَوْ بَحْرًا وَهَلْ یُرَافِقُ فُلَانًا أَوْ لَا لِأَنَّ الِاسْتِخَارَةَ فِی الْوَاجِبِ وَالْمَکْرُوهِ لَا مَحَلَّ لَهَا وَتَمَامُهُ فِی النَّهْرِ (دُرِمختار مع رد المحتار، ج ۲، ص ۴۷۱)

إِذَا عَزَمَ عَلَی الْحَجِّ فَیُسْتَحَبُّ لَهُ أَنْ یَسْتَخِیرَ اللَّهَ تَعَالَی، لَکِنْ لَیْسَ لِلْحَجِّ نَفْسِهِ، فَإِنَّهُ لاَ اسْتِخَارَةَ فِی فِعْلِ الطَّاعَاتِ، لَکِنْ لِلأَدَاءِ هَذَا الْعَامَ إِنْ کَانَتِ الْحَجَّةُ نَافِلَةً، أَوْ مَعَ هَذِهِ الْقَافِلَةِ، وَتَرِدُ الاِسْتِخَارَةُ عَلَی الْحَجِّ الْفَرْضِ هَذَا الْعَامَ لَکِنْ عَلَی الْقَوْلِ بِتَرَاخِی وُجُوبِهِ (الموسوعة الفقهیة الکویتیة، ج۱۷، ص ۱۸، آدَابُ الْحَاجِّ)

www.idaraghufran.org

استخارہ کرنا درست ہے کہ مجھے یہ کام کرنا چاہئے یا نہیں۔

اسی طرح فلاں جگہ ملازمت (جو کہ شرعاً جائز بھی ہو) میرے حق میں مناسب ہے یا نہیں، اس سلسلہ میں استخارہ کرنا جائز و درست ہے (تفصیل اس کی مشورہ کے مضمون میں گذر چکی ہے)

(مثال نمبر۵)......: اگر علم حاصل کرنے کے ذرائع یا مقامات (مثلاً دینی مدارس) مختلف ومتعدد ہیں اور ترجیح معلوم نہیں تو ان کی تعیین وترجیح کے لئے استخارہ کرنا درست ہے (تفصیل اس کی مشورہ کے مضمون میں گذر چکی ہے) [۱]

(مثال نمبر۶)......: کسی شخص کو گاڑی یا مکان، دوکان وغیرہ کی ضرورت ہے اور وہ اپنی ضرورت کے لئے گاڑی، مکان، دوکان وغیرہ خریدنا چاہتا ہے تو اس کے لئے یہ استخارہ کرنا جائز ہے کہ فلاں گاڑی، مکان، دوکان وغیرہ کا خریدنا میرے لئے بہتر ہے یا نہیں؟ [۲]

(مثال نمبر۷)......: شرعی حدود کی رعایت کرتے ہوئے والدین کی اطاعت اور فرمانبرداری کے لئے استخارہ کرنا درست نہیں، کیونکہ شریعت نے والدین کی اطاعت وفرمانبرداری کو عبادت قرار دے دیا ہے۔

البتہ جس کام میں شریعت نے والدین کی اطاعت کو فرض، واجب قرار نہ دیا ہو بلکہ شریعت کی طرف سے کرنے نہ کرنے کا اختیار ہو اس کے متعلق استخارہ کرنا جائز ہے۔

(مثال نمبر۸)......: غریب، ضرورت مند یا دینی مدارس جو زکاۃ کے مستحق ومصرف ہیں وہ ایک سے زیادہ ہیں اور شریعت نے کسی ایک کو دوسرے پر ترجیح بھی نہیں دی، وہاں یہ استخارہ

---

[۱] يَنبَغِي لِلطَّالِبِ أَنْ يَسْتَخِيرَ اللَّهَ فِي مَنْ يَأْخُذُ الْعِلْمَ عَنْهُ؛ لأَنَّ الْعِلْمَ، كَمَا قَالَ بَعْضُ السَّلَفِ :هَذَا الْعِلْمُ دِينٌ فَانْظُرُوا عَمَّنْ تَأْخُذُونَ دِينَكُمْ (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۲۹، ص ۸۶، و ۸۷، آدَابُ الْمُتَعَلِّمِ مَعَ مُعَلِّمِهِ)

[۲] وقد يكون استخار فى أصل الفعل خوفا مما يعرض له من الرياء والعظمة أو استخار فى كيفيته ووقته لا فيه كما فى منسكه أن الاستخارة فى الحج ليست فى نفس الحج لأن الاستخارة لا محل لها فى الواجب والمكروه والحرام وإنما هى فى أنه يشترى أو يكترى وهل يرافق فلانا أو غيره انتهى (شرح مختصر خليل، ج ۱، ص ۳٦)

کرنا درست ہے کہ فلاں جگہ زکاۃ دینا زیادہ بہتر ہے یا فلاں جگہ (تفصیل اس کی مشورہ کے مضمون میں گذر چکی ہے) [1]

(مثال نمبر۹)......: کوئی شخص قرض طلب کر رہا ہے، اور یہ معلوم نہیں کہ وہ واپس دے گا یا نہیں، تو اس سلسلہ میں استخارہ کرنا جائز ہے۔

(مثال نمبر۱۰)......: امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے طریقے و انداز اور مناسب وقت کے لئے استخارہ کرنا جائز ہے، اسی طرح اگر کسی موقعہ پر کسی شخص کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے کے نتیجہ میں اس کی طرف سے نقصان پہنچنے نہ پہنچنے کا احتمال ہے تو اس کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے کے لئے استخارہ کرنا جائز ہے (تفصیل اس کی مشورہ کے مضمون میں گذر چکی ہے) [2]

(مثال نمبر۱۱)......: اگر کوئی شخص ایک جگہ ہے اور اس کی قربانی کا جانور دوسری جگہ ہے، اور

---

[1] وَخُلَاصَتُهُ أَنَّ الِاسْتِخَارَةَ فِي الْمَنْدُوبِ إذَا تَعَارَضَ فِيهِ أَمْرَيْنِ أَيُّهُمَا يَبْدَأُ بِهِ أَوْ يَقْتَصِرُ عَلَيْهِ لَا فِي أَصْلِهِ ؛ لِأَنَّهُ مَطْلُوبٌ أَوْ فِي أَصْلِهِ خَوْفًا مِنْ عُرُوضِ الرِّيَاءِ (شرح مختصر خليل للخرشي ج ۱ ص ۱۶۵ ،مقدمه)

وَكَذَلِكَ لَا يَسْتَخِيرُ فِي الْمَنْدُوبَاتِ هَلْ يَفْعَلُهَا أَوْ لَا ، بَلْ يَسْتَخِيرُ فِي فِعْلِ أَحَدِهِمَا إذَا ضَاقَ الْوَقْتُ عَنْ فِعْلِهِمَا مَعًا (المدخل لابن الحاج، فَصْلٌ شُرُوطَ وُجُوبِ الْحَجِّ)

[2] فيه :استحباب صلاة الاستخارة والدعاء المأثور بعدها فى الأمور التى لا يدرى العبد وجه الصواب فيها، أما ما هو معروف خيره :كالعبادات وصنائع المعروف، فلا حاجة للاستخارة فيها، نعم، قد يستخار فى الإتيان بالعبادة فى وقت مخصوص؛ كالحج، مثلا فى هذه السنة لاحتمال عدو أو فتنة أو حصر عن الحج، وكذلك يحسن أن يستخار فى النهى عن المنكر كشخص متمرد عات يخشى بنهيه حصول ضرر عظيم عام أو خاص، وإن كان جاء فى الحديث :(إن أفضل الجهاد كلمة حق عند سلطان جائر) ، لكن إن خشى ضررا عاما للمسلمين فلا ينكر، وإن خشى على نفسه فله الإنكار، ولكن يسقط الوجوب (عمدة القارى شرح صحيح البخارى، ج۷، ص ۲۲۴ ،باب ما جاء فى التطوع مثنى مثنى)

ولذلك يحسن أن يستخار فى النهى عن المنكر فى شخص متمرد يخشى بنهيه حصول ضرر عظيم عام أو خاص وإن جاء فى الحديث أفضل الجهاد كلمة حق عند سلطان جائر لكن إن خشى ضررا عاما للمسلمين فلا ينكر وإن خشى على نفسه فله الإنكار ولكن يسقط الوجوب كذا فى العينى على البخارى (حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح، ج ۱ ، ص۳۹۸، فصل فى تحية المسجد)

یہ اس جگہ قربانی کے دوسرے دن جائے گا۔

اب ایسی صورت میں ایک طرف قربانی کا جانور اپنے ہاتھ سے ذبح کرنے کا عمل ہے جو کہ مستحب ہے اور دوسری طرف پہلے دن قربانی ہو جانے کا عمل ہے کہ وہ بھی مستحب ہے اور دونوں میں سے کسی ایک پر ہی عمل ممکن ہے تو ایسی صورت میں کس مستحب کو اختیار کیا جائے؟ اس بارے میں استخارہ کرنا درست ہے۔

(*مثال نمبر ۱۲*)......: اگر کوئی شخص زکاۃ کے مال پر سال پورا ہونے کے وقت اپنے غریب رشتہ داروں کو زکاۃ نہ پہنچا سکتا ہو، جن کو زکاۃ دینا زیادہ ثواب کا باعث ہے، تو اب دو مستحبوں میں ٹکراؤ پیدا ہو گیا؛ ایک طرف بروقت زکاۃ کی ادائیگی ہے، دوسری طرف اپنے قریبی رشتہ داروں کو زکاۃ دینا ہے۔

اور اب ان دونوں میں سے ایک صورت پر عمل ہو سکتا ہے تو اس بارے میں استخارہ کرنا درست ہے۔

(*مثال نمبر ۱۳*)......: بیماری کا علاج کس معالج سے یا کون سے طریقہ سے مناسب ہوگا اور کون سے طریقہ سے مناسب نہ ہوگا، اس کے لئے استخارہ کرنا درست ہے (تفصیل اس کی مشورہ کے مضمون میں گزر چکی ہے)

استخارہ کے بعد کیا کریں؟

استخارہ دراصل ایک دعا ہے، جس میں اللہ تعالیٰ سے خیر کو طلب کیا جاتا ہے اور شَر سے پناہ مانگی جاتی ہے، لہٰذا جب شرعی طریقہ پر استخارہ کر لیا تو پھر اپنے معاملہ کو اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دینا چاہیے اور جو فیصلہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقدر ہو اس پر راضی ہونا چاہیے۔

حضرت مکحول ازدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے سُنا انہوں نے ارشاد فرمایا کہ:

إِنَّ الرَّجُلَ يَسْتَخِيرُ اللّٰهَ تَبَارَکَ وَتَعَالٰى فَيَخْتَارُ لَهُ، فَيَسْخَطُ عَلٰى رَبِّهٖ عَزَّ وَجَلَّ، فَلَا يَلْبَثُ أَنْ يَنْظُرَ فِي الْعَاقِبَةِ، فَإِذَا هُوَ خَيْرٌ لَهٗ (کتاب الزهدلابن مبارک، ج ۲ ص ۳۲، فِي الرِّضَا بِالْقَضَاءِ)

ترجمہ: ایک آدمی اللہ تبارک وتعالیٰ سے استخارہ کرتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ اس کے لیے وہ کام اختیار فرمادیتے ہیں جس میں اس کے لیے خیر ہوتی ہے (مگر اوّل وہلہ میں بظاہر اُس کام میں اُس کو خیر نظر نہیں آتی) تو وہ بندہ اللہ عزوجل پر ناخوش ہوتا ہے (کہ میں نے تو اللہ تعالیٰ سے خیر کا کام طلب کیا تھا اور جو کام میرے لیے تجویز ہوا ہے، اُس میں خیر معلوم نہیں ہورہی) لیکن کچھ عرصہ بعد بالآخر انجام سامنے آنے کے بعد اس کو پتہ چلتا ہے کہ حقیقت میں اللہ تعالیٰ نے میرے لیے جو فیصلہ کیا تھا وہ خیر والا ہی تھا (زہدابنِ مبارک)

اور حضرت وھب بن منبہ سے مروی ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ:

يَا رَبِّ أَيُّ عِبَادِکَ أَبْغَضُ إِلَيْکَ؟ قَالَ : عَبْدٌ اِسْتَخَارَنِيْ فِيْ أَمْرٍ فَخِرْتُ لَهٗ فَلَمْ يَرْضَ بِهٖ (حلية الأولياء وطبقات الأصفياء، ج۲ص ۹۶ للاصبهانی) [1]

ترجمہ: اے میرے رب آپ کے بندوں میں سے کون سا بندہ آپ کو زیادہ ناپسند ہے؟

(اس کے جواب میں) اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ بندہ جو میرے سے استخارہ کرے اور میں (اپنے علم کے مطابق) اس کے لئے خیر کا کام تجویز کردوں، لیکن وہ بندہ اس سے راضی نہ ہو (حلیۃ الاولیاء)

---

[1] قال محمدبن مفلح مقدسی:
اَلظَّاهِرُاَنَّهٗ اِسْنَادٌ حَسَنٌ (الآداب الشرعية ،فصل فی الاستخارة)

Idara Ghufran

اور حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

استخارہ کی حقیقت اتنی سی ہے کہ دو رکعت نفل پڑھ کر دُعا مانگ لی (جو حدیث میں آئی ہے) بس آگے جو کچھ ہوگا، اسی میں خیر ہے، کام ہو گیا تو خیر، نہیں ہوا تو خیر؛ جدھر کو دل کی توجہ جائے اور جس کے اسباب پیدا ہو رہے ہوں یقین کرلیں کہ یہی میرے لیے بہتر ہے، اور اگر دل کی توجہ ہٹ گئی یا اسباب پیدا نہیں ہوئے یا اسباب موجود تھے مگر استخارے کے بعد ختم ہو گئے، کام نہیں ہو سکا تو اطمینان رکھے: اللہ پر یقین رکھے کہ اس میں میری بہتری ہوگی۔ اپنی طبیعت بہت چاہتی ہے مگر اللہ تعالیٰ میرے نفع ونقصان کو مجھ سے زیادہ بہتر جانتے ہیں۔

اس طرح سوچنے سے اطمینان ہو جائے گا، اگر دل کا رجحان کسی جانب نہ ہو تو صرف اسباب کے پیشِ نظر جو فیصلہ بھی کرے گا اسی میں خیر ہوگی۔

اگر استخارہ کے بعد کوئی نقصان ہو گیا تو یہ عقیدہ رکھے کہ استخارہ کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے چھوٹا نقصان پہنچا کر کسی بڑے نقصان سے بچالیا۔

استخارے کی دعا میں دین کا ذکر پہلے ہے اور دنیا کا بعد میں؛ اس لیے کہ مسلمان کا اصل مقصد دین ہے، دنیا تو دین کے تابع ہے (استشارہ واستخارہ صفحہ ۳۴و۳۵، ارشادُ الرشید)

حضرت علامہ ظفر احمد عثمانی صاحب رحمہ اللہ انتخابِ بخاری میں فرماتے ہیں کہ:

مشہور یہ ہے کہ استخارہ میں جس جانب دل مائل ہو، اُسی طرف خیر ہوتی ہے، اُسی کو اختیار کرنا چاہیے۔ مگر حدیث میں اُس کا کچھ ذکر نہیں۔

اس لیے استخارہ کے بعد جس شق کو بھی اختیار کرے گا، اُس میں خیر ہوگی خواہ وہی جانب ہو جس کی طرف دل زیادہ مائل تھا یا دوسری جانب ہو۔ غرض استخارہ کے بعد جس جانب پر عمل کی توفیق ہوگی اسی میں خیر ہوگی۔

اس میں شک نہیں کہ اگر استخارے کے بعد کسی جانب دل زیادہ مائل ہوا کہ استخارے سے پہلے اس طرف زیادہ میلان نہ تھا تو بظاہر یہ علامت اس کی ہے کہ اسی جانب کو اختیار کرنا بہتر ہے، مگر وجوب اور لزوم (یعنی اس جانب کو اختیار کرنے کے لازم اور ضروری ہونے) کی علامت نہیں، اس لیے اُس کے خلاف کو بھی اختیار کرنا جائز ہے؛ کچھ گناہ یا ضَرَر (نقصان) کا اندیشہ نہیں۔

بعض لوگوں کا جو یہ خیال ہے کہ استخارے کے بعد جس جانب دل زیادہ مائل ہو، اس کے خلاف کرنا جائز نہیں یا اس میں ضرر (نقصان) ہوگا؛ غلط ہے۔

اسی طرح جب تک دل کسی ایک طرف مائل نہ ہو، استخارے کو بے کار سمجھتے ہیں؛ یہ بھی صحیح نہیں۔

استخارہ کر کے جس شِق کو دل چاہے، اختیار کر لے؛ اس میں ضرر نہ ہوگا۔ پھر جس شِق کو اختیار کر لیا، اس کو حق تعالیٰ کی تجویز سمجھ کر اس سے راضی رہنا چاہیے اور یقین رکھنا چاہیے کہ اس میں خیر ضرور ہوگی جو اکثر تو مشاہدے میں آ جائے گی اور اگر کبھی اُس کے مشاہدے میں نہ آئے تو سمجھے کہ اللہ تعالیٰ علاَّمُ الغیوب ہیں؛ اُن کے علم میں میرے لیے خیر ضرور ہے، گو میری سمجھ میں نہ آئی ہو۔

استخارے کے بعد جس شِق کو اختیار کر لیا گیا اُس سے ناگواری اور ناراضی اور یہ خیال کہ مجھے دوسری شِق اختیار کرنا چاہیے تھی، اُسی میں خیر ہوتی؛ بہت بُری بات ہے جس پر حدیث میں وعید وارِد ہوئی ہے (انتخاب بخاری جلد دوم، صفحہ ۲۴۱؛ مطبوعہ: ادارۂ اسلامیات، لاہور۔ تاریخِ طباعت: ۱۹۸۱ء)

صوفیاء نے فرمایا کہ جس شخص نے کسی کام کے لئے استخارہ کیا اور اس میں اللہ تعالیٰ نے (کسی جانب) کوئی فیصلہ کر دیا (مثلاً وہ مقصود پورا کر دیا یا اس سے دل کو ہٹا دیا یا ایسے اسباب پیدا کر دیئے جس سے وہ معاملہ خود ہی ہٹ گیا) اور بندہ اُس فیصلہ

www.idaraghufran.org

سے راضی نہ ہوا تو یہ ان کے نزدیک کبائر میں سے ہے (یعنی بڑا گناہ ہے) جس سے توبہ کرنا اور باز آنا واجب ہے کیونکہ یہ سوءِ ادب (ادب کے خلاف) ہے، صوفیاء کا یہ ارشاد بہت ظاہر ہے کیونکہ جب بندۂ مسکین نے اپنے ایسے بڑے آقائے جلیل کی طرف رجوع کیا اور اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ اس کے لئے جو صورت مناسب ہو تجویز کردی جائے پھر یہ اللہ کی تجویز سے کیوں راضی نہیں ہوتا؟

یہ حالت تو نفاق کے مشابہ ہے بلکہ یہی تو عینِ نفاق ہے کیونکہ اس نے اپنا فقر، اپنی احتیاج ظاہر کی (اور زبان سے) معاملہ کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کردیا، اور دل میں اس کے خلاف تھا، اس حالت کو اس کے اس قول سے کیا تعلق:

"اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْتَخِیْرُکَ بِعِلْمِکَ"

(کہ یا اللہ میں آپ سے تجویزِ خیر طلب کرتا ہوں آپ کے علم کے وسیلے سے) اللہ سے تجویز کی درخواست کرنا پھر اس تجویز سے راضی نہ ہونا، دلگیر ہونا یہی تو نفاق ہے۔

ایک حدیث میں یہ مضمون وارد ہوا ہے کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں: میں کسی پر اس شخص سے زیادہ غضب ناک نہیں ہوتا جس نے مجھ سے کسی معاملہ میں استخارہ کیا، میں اس کے متعلق ایک فیصلہ کردوں پھر وہ میرے فیصلہ سے ناگواری ظاہر کرے، اَوْ کَمَا قَالَ" (انتخابِ بخاری جلد دوم، صفحہ ۲۳۸ و ۲۳۹، مطبوعہ: ادارۂ اسلامیات، لاہور)

خلاصہ یہ ہے کہ سنت کے مطابق استخارہ کرنے کے بعد معاملہ اللہ تعالیٰ کے حوالہ کردینا چاہئے، اور اس کے بعد جو کچھ بھی مقدر میں ہو اس کے واقع ہونے کے بعد اس پر راضی رہنا چاہئے، پریشان نہ ہونا چاہئے، اور اسی میں فی الحال یا آئندہ جلد یا بدیر، خیر حاصل ہونے اور شر سے نجات پانے کا عقیدہ رکھنا چاہئے۔

www.idaraghufran.org

استخارے سے متعلق چند مسائل

مسئلہ نمبر ۱...... استخارہ اُس وقت کرنا چاہیے جب کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کا ارادہ ہو لیکن اس کے متعلق پختہ ارادہ وعزم نہ کیا ہو۔

استخارہ کے وقت اپنے آپ کو خالی الذہن کر لینا چاہیے اور اس کام کے اچھا یا بُرا ہونے کو اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دینا چاہیے اور اپنی خواہشات کو اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے ہوئے فنا کر دینا چاہیے۔ [1]

---

[1] حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

پہلے سے اگر کسی طرف اپنی رائے کو رُجحان ہو تو اُس کو فناء کر دے، خالی ذہن کے بعد استخارہ کرنے سے جب طبیعت یکسو ہو جائے تو اس کے موافق عمل کرے (حسن العزیز جلد۳ صفحہ۲۴۸)

اور ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ:

استخارہ اس شخص کا مفید ہوتا ہے جو خالیُ الذہن ہو، ورنہ جو خیالات دماغ میں بھرے ہوتے ہیں، ادھر ہی قلب مائل ہو جاتا ہے اور وہ شخص یہ سمجھتا ہے کہ یہ بات مجھ کو استخارہ سے معلوم ہوئی ہے حالانکہ خوابِ مخیلہ میں اس کے خیالات ہی نظر آتے ہیں (الافاضات الیومیہ جلد۱۰ صفحہ۲۴۲)

اور امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

قال العلماء: وينبغي له أن يفرغ قلبه من جميع الخواطر حتى لا يكون مائلا إلى أمر من الأمور، فعند ذلك ما يسبق إلى قلبه يعمل عليه، فإن الخير فيه إن شاء الله (تفسير القرطبي، ج۱۳، ص۳۰۷، سورة القصص)

اور الموسوعۃ الفقہیہ میں ہے کہ:

وينبغي ان يكون المستخير خالى الذهن غيرعازم علىٰ امر معين ،فقولهٗ ﷺ في الحديث: –اذاهم – يشيرالىٰ ان الاستخارة تكون عنداول مايرد على القلب فيظهرلهٗ ببركة الصلاة والدعاء ماهوالخيربخلاف ماذاتمكن الامرعندهٗ وقويت فيه عزيمتهٗ وارادتهٗ فانهٗ يصيراليه ميل وحُبٌّ فيخشى ان يخفى عنه الرشادلغلبة ميله الىٰ ماعزم عليه .ويحتمل ان يكون المراد بالهم العزيمة لان الخاطرلايثبت فلايستمرالاعلىٰ مايقصدالتصميم علىٰ فعله من غيرميل والالواستخارفى كل خاطرلاستخارفيمالايعبأبهٖ فتضيع عليه اوقاتهٗ ووقع فى حديث ابى سعيد–اذاراداحدكم امراًفليقل–(الموسوعة الفقهية، مادة استخارة)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

مسئلہ نمبر۲...... استخارہ کے لیے شریعت کی طرف سے کوئی دن، تاریخ اور وقت کی قید نہیں، کسی بھی دن اور کسی بھی وقت استخارہ کیا جاسکتا ہے؛ البتہ مسنون وکامل استخارہ میں دو رکعت نماز پڑھی جاتی ہے، اور استخارہ کی حدیث میں کیونکہ فرض نماز کے علاوہ کی قید لگی ہوئی ہے۔

اس لئے بعض اہلِ علم حضرات کے نزدیک فرض نماز کا پڑھنا استخارہ کی نماز کے لئے کافی نہ ہوگا بلکہ اس کے لئے مستقل طور پر دو رکعت نفل پڑھنا ہوں گی۔

جب کہ بعض حضرات نے فرمایا کہ اگر فرض یا کسی دوسری نماز میں استخارہ کی نماز کی بھی نیت کر لی جائے تو بھی حرج نہیں۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

اور کشاف القناع میں ہے کہ:

ولا یکون وقت الاستخارة عازما علی الامر الذی یستخیر فیه او علیٰ عدمه، فانه خیانة فی التوکل (کشاف القناع عن متن الاقناع جلد ۱، فصل فی صلاة الضحیٰ، لمنصور بن یونس بهوتی حنبلی رحمه الله)

[1] (قَوْلُهُ وَتُجْزِئُهُ الْمَكْتُوبَةُ) كَذَا جَزَمَ بِهِ فِي اللُّبَابِ قَالَ شَارِحُهُ وَفِيهِ نَظَرٌ؛ لِأَنَّ صَلَاةَ الْإِحْرَامِ سُنَّةٌ مُسْتَقِلَّةٌ كَصَلَاةِ الِاسْتِخَارَةِ وَغَيْرِهَا مِمَّا لَا تَنُوبُ الْفَرِيضَةُ مَنَابَهَا بِخِلَافِ تَحِيَّةِ الْمَسْجِدِ وَشُكْرِ الْوُضُوءِ فَإِنَّهُ لَيْسَ لَهُمَا صَلَاةٌ عَلَى حِدَةٍ كَمَا حَقَّقَهُ فِي فَتَاوَى الْحُجَّةِ فَتَتَأَدَّى فِي ضِمْنِ غَيْرِهَا أَيْضًا، فَقَوْلُ الْمُصَنِّفِ فِي الْمَنْسَكِ الْكَبِيرِ وَتُجْزِءُ الْمَكْتُوبَةُ عَنْهَا كَتَحِيَّةِ الْمَسْجِدِ قِيَاسٌ مَعَ الْفَارِقِ وَهُوَ غَيْرُ صَحِيحٍ اهـ. لَكِنْ فِي حَاشِيَةِ الْمَدَنِيِّ أَنَّهُ رَدَّهُ الْمُرْشِدِيُّ (منحة الخالق علی البحر الرائق، ج۲، ص۳۴۵، کتاب الحج)

كَيْفِيَّةُ الِاسْتِخَارَةِ: وَرَدَ فِي الِاسْتِخَارَةِ حَالَاتٌ ثَلَاثٌ: الْأُولَى: وَهِيَ الْأَوْفَقُ، وَاتَّفَقَتْ عَلَيْهَا الْمَذَاهِبُ الْأَرْبَعَةُ، تَكُونُ بِرَكْعَتَيْنِ مِنْ غَيْرِ الْفَرِيضَةِ بِنِيَّةِ الِاسْتِخَارَةِ، ثُمَّ يَكُونُ الدُّعَاءُ الْمَأْثُورُ بَعْدَهَا.

الثَّانِيَةُ: قَالَ بِهَا الْمَذَاهِبُ الثَّلَاثَةُ: الْحَنَفِيَّةُ، وَالْمَالِكِيَّةُ، وَالشَّافِعِيَّةُ، تَجُوزُ بِالدُّعَاءِ فَقَطْ مِنْ غَيْرِ صَلَاةٍ، إِذَا تَعَذَّرَتِ الِاسْتِخَارَةُ بِالصَّلَاةِ وَالدُّعَاءِ مَعًا.

الثَّالِثَةُ: وَلَمْ يُصَرِّحْ بِهَا غَيْرَ الْمَالِكِيَّةِ، وَالشَّافِعِيَّةِ، فَقَالُوا: تَجُوزُ بِالدُّعَاءِ عَقِبَ أَيِّ صَلَاةٍ كَانَتْ مَعَ نِيَّتِهَا، وَهُوَ أَوْلَى، أَوْ بِغَيْرِ نِيَّتِهَا كَمَا فِي تَحِيَّةِ الْمَسْجِدِ. وَلَمْ يَذْكُرِ ابْنُ قُدَامَةَ إِلَّا الْحَالَةَ الْأُولَى، وَهِيَ الِاسْتِخَارَةُ بِالصَّلَاةِ وَالدُّعَاءِ، وَإِذَا صَلَّى الْفَرِيضَةَ أَوِ النَّافِلَةَ، نَاوِيًا بِهَا الِاسْتِخَارَةَ، حَصَلَ لَهُ بِهَا فَضْلُ سُنَّةِ صَلَاةِ الِاسْتِخَارَةِ، وَلَكِنْ يُشْتَرَطُ النِّيَّةُ؛ لِيَحْصُلَ الثَّوَابُ قِيَاسًا عَلَى تَحِيَّةِ الْمَسْجِدِ، وَعَضَّدَ هَذَا الرَّأْيَ ابْنُ حَجَرٍ الْهَيْتَمِيُّ، وَقَدْ خَالَفَ بَعْضُ الْمُتَأَخِّرِينَ فِي ذَلِكَ وَنَفَوْا حُصُولَ الثَّوَابِ وَاللَّهُ أَعْلَمُ (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳، ص۲۴۳)

اور کیونکہ یہ دو رکعت نفل نماز ہیں، اس لئے انہیں ممنوع ومکروہ اوقات میں نہیں پڑھنا چاہئے۔ [1]

نفل نماز کے لیے تین ممنوع اوقات تو یہ ہیں:

(۱)......سورج طلوع ہونے کا وقت (۲)......سورج غروب ہونے کا وقت

(۳)......دوپہر کو ظہر کا وقت شروع ہونے سے پہلے زوال کا وقت۔

اور نفل نماز کے لیے دو مزید مکروہ اوقات یہ ہیں:

(۴)......صبح صادق ہونے سے لے کر سورج طلوع ہونے تک کا وقت

(۵)......عصر کی نماز ادا کرنے کے بعد سورج غروب ہونے تک کا وقت۔

اس طرح یہ کل پانچ اوقات ہوئے، جن میں کوئی بھی نفل نماز نہیں پڑھنی چاہیے، اور اس میں استخارہ کی نماز بھی داخل ہے۔ [2]

مسئلہ نمبر۳...... استخارہ کی نفل نماز پڑھنے کا کوئی مخصوص طریقہ مقرر نہیں، جس طرح سے دوسری نفل نمازیں پڑھی جاتی ہیں، اسی طرح یہ دو رکعتیں بھی پڑھی جائیں گی۔

البتہ بعض اہلِ علم حضرات نے ان دو رکعتوں میں سورۃ فاتحہ کے بعد مخصوص سورتیں اور آیتیں

---

[1] الرجل اذااستخار اللہ تعالیٰ وفعل شیئا مباحاً فلیفعله فی ای وقت تیسر (الفتاویٰ الکبریٰ لابن تیمیه، کتاب الفضائل)

ثم انهٗ ﷺ ماعین لهاوقتاً، فذهب الجمع الیٰ جوازهافی جمیع الاوقات والاکثرون علیٰ انهافی غیرالاوقات المکروهات (بذل المجهود جلد۲ صفحه۳۶۶)

أَجَازَ الْقَائِلُونَ بِحُصُول الاِسْتِخَارَةِ بِالدُّعَاءِ فَقَطْ وُقُوعَ ذَلِکَ فِي أَيِّ وَقْتٍ مِنَ الْأَوْقَاتِ؛ لأَنَّ الدُّعَاءَ غَيْرُ مَنْهِيٍّ عَنْهُ فِي جَمِيعِ الْأَوْقَاتِ .

أَمَّا إِذَا كَانَتِ الاِسْتِخَارَةُ بِالصَّلاَةِ وَالدُّعَاءِ فَالْمَذَاهِبُ الْأَرْبَعَةُ تَمْنَعُهَا فِي أَوْقَاتِ الْكَرَاهَةِ (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳، ۲۴۴)

[2] وفيه :فی قوله :(فليركع ركعتين) استحباب ذلک، فی كل وقت إلا فی وقت الكراهة، وكذلک عند الشافعية فی الأصح .وفيه :دلالة على أن العبد لا يكون قادرا، إلا بالفعل لا قبله، كما تقول القدرية، وقال ابن بطال :القوة والقدرة من صفات الذات، والقدرة والقوة بمعنى واحد مترادفا فإن فالبارى، تعالى، لم يزل قادرا قويا ذا قدرة وقوة .وقال :وذكر الأشعرى أن القدرة والقوة والاستطاعة اسم، ولا يجوز أن يوصف بأنه مستطيع لعدم التوقيف بذلک، وإن كان قد جاء القرآن بالاستطاعة فقال :(هل يستطيع ربک) (المائدة: ۱۱۲) .وإنما هو خبر عنهم، ولا يقتضى إثبات صفة له (عمدة القارى شرح صحيح البخارى، ج۷، ص ۲۲۴، باب ما جاء فی التطوع مثنى مثنى)

www.idaraghufran.org

پڑھنے کو بہتر قرار دیا ہے، مثلاً یہ کہ پہلی رکعت میں سورہ کافرون اور دوسری رکعت میں سورہ اخلاص یا یہ کہ پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد یہ آیات پڑھی جائیں:

وَرَبُّکَ یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ وَیَخْتَارُ. مَا کَانَ لَهُمُ الْخِیَرَةُ سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَتَعَالٰی عَمَّا یُشْرِكُوْن .وَرَبُّکَ یَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُوْرُهُمْ وَمَا یُعْلِنُوْنَ

(سورة قصص، آیات نمبر ۶۸، ۶۹)

اور دوسری رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد یہ آیت پڑھی جائے:

وَمَا کَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَی اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ یَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِیَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ. وَمَنْ یَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِیْنًا (سورة احزاب آیت نمبر ۳۶)

لیکن جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا کہ ان سورتوں یا آیتوں کا پڑھنا ضروری نہیں، کوئی اور سورت پڑھ لی جائے تو بھی بلاشبہ جائز ہے اور کوئی حرج کی بات نہیں۔[1]

---

[1] (فليركع)أى ليصل أمرندب (ركعتين)بنية الاستخارة وهماأقل مايحصل به المقصود يقرأفي الاولىٰ "الكافرون "وفي الثانية "الاخلاص "وقيل وفي الاولىٰ "وربك يخلق مايشاء ويختارماكان لهم الخيرة،سبحان الله وتعالىٰ عمايشركون .وربك يعلم ماتكن صدورهم ومايعلنون "وفي الثانية "وماكان لمؤمن ولامؤمنة اذاقضى الله ورسولهٗ امراً أن يكون لهم الخيرة من أمرهم ومن يعص الله ورسوله فقدضل ضلالامبينا"(مرقاة ج۳ ص ۲۰۶)

وفي الاذكارأنه يقرأفي الركعة الاولىٰ الكافرون ، وفي الثانية الاخلاص اھ.وعن بعض السلف أنه يزيدفي الاولىٰ –وربك يخلق مايشاء ويختار–الىٰ قولهٖ –يعلنون وفي الثانية –وماكان لمؤمن ولامؤمنة –الآية (ردالمحتار جلد۲ صفحه ۲۶، ۲۷)

قال بعض العلماء :لا ينبغي لأحد أن يقدر على أمر من أمور الدنيا حتى يسأل الله الخيرة في ذلك بأن يصلي ركعتين صلاة الاستخارة يقرأ في الركعة الأولى بعد الفاتحة "قل يا أيها الكافرون و في الركعة الثانية "قل هو الله أحد ."واختار بعض المشايخ أن يقرأ في الركعة الأولى "وربك يخلق ما يشاء ويختار ما كان لهم الخيرة "الآية، وفي الركعة الثانية "وما كان لمؤمن ولا مؤمنة إذا قضى الله ورسوله أمرا أن يكون لهم الخيرة من أمرهم "وكل حسن .ثم يدعو بهذا الدعاء بعد السلام(تفسير القرطبي،ج۱۳ ،ص ۳۰۷،سورة القصص)

ويستحب له ان يقرأ في الركعة الاولىٰ بعدالفاتحة – قل يأيهاالكافرون–وفي الثانية –قل هوالله احد–(المجموع شرح المهذب جلد۴،فصل في مسائل تتعلق بباب صلاة التطوع،صلاة الاستخارة)

مسئلہ نمبر۴...... استخارہ کرنے میں پہلے دو رکعت نفل پڑھنی چاہئیں اور اس کے بعد استخارہ کی مشہور دعا پڑھنی چاہیے اور نماز اور استخارہ کی دعا کے درمیان زیادہ فاصلہ اور غیر معمولی کام و کلام حائل نہ ہونا چاہیے، تھوڑا بہت فاصلہ اور معمولی درجہ کی چیز وکلام کے حائل ہونے میں حرج نہیں۔ ۱

مسئلہ نمبر۵...... بہتر یہ ہے کہ دعائے استخارہ کے شروع اور آخر میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء اور درود شریف پڑھ لیا جائے۔

حمد وثناء اُن کلمات سے بھی کی جاسکتی ہے جو نماز کے شروع میں نیت باندھ کر پڑھے جاتے ہیں، یعنی:

سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ وَتَبَارَکَ اسْمُکَ وَتَعَالٰی جَدُّکَ وَلَا اِلٰہَ غَیْرُکَ.

اور درود شریف جو بھی چاہیں پڑھ لیا جائے، درودِ ابراھیمی جو نماز کے آخری قعدہ میں پڑھا جاتا ہے وہ بھی درست بلکہ بہتر ہے۔ ۲

مسئلہ نمبر۶ ...... باوضو، دائیں کروٹ پر قبلہ رُو سونا اور بستر کا پاک ہونا یہ روزمرہ سونے کے آداب میں سے ہے، اسی وجہ سے اگر سونے سے پہلے استخارہ کیا جائے تو باوضو پاک بستر پر

---

۱ قوله :(ثم ليقل اللهم) إلى آخره، دليل على أنه لا يضر تأخير دعاء الاستخارة عن الصلاة ما لم يطل الفصل(عمدة القارى شرح صحيح البخارى، ج۷، ص ۲۲۴، باب ما جاء فى التطوع مثنى مثنى)

لايضر تأخردعاء الاستخارة عن الصلاة مالم يطل الفصل و كذالک لايضر الفصل بكلام آخريسير خصوصا ان كان عن آداب الدعاء لانهٗ اتى بثم المقتضية للتراخى (نيل الاوطار جلد۳صفحه۸۹، باب صلاة الاستخارة)

۲ وينبغى ان لايفعلها المكلف الابعدان يتمثل مامضىٰ من السنة فى امرالدعاء وهوان يبدأاولاًبالثناء على الله سبحانه وتعالىٰ ثم يصلى على النبى ﷺ، ثم يأخذفى دعاء الاستخارة المتقدم ذكرهٗ ثم يختمهٗ بالصلاة على النبى ﷺ (المدخل لابن الحاج جلد۴صفحه۴۰، صفة الاستخارة وفوائدها)

وفى الحلية :ويستحب افتتاح هذاالدعاء وختمهٗ بالحمدلة والصلاة (ردالمحتارجلد۲صفحه۲۶؛باب الوتروالنوافل .مطبوعة:ايچ ايم سعيدكراچى)

www.idaraghufran.org

قبلہ رُو ہو کر سونے کو بعض مشائخ نے استخارہ کے بھی آداب میں شمار فرمایا ہے؛ لیکن ملحوظ رہے کہ ایسا کرنا نہ تو ضروری ہے اور نہ ہی خاص استخارہ کے متعلق حدیث سے اس کا ثبوت ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر ۷...... استخارہ اگر کوئی سونے سے پہلے کرے، تو خواب میں استخارہ سے متعلق کچھ نظر آنا ضروری نہیں؛ البتہ اس کا امکان ضرور ہے، اس لیے استخارہ کے بعد خواب وغیرہ میں کسی چیز کے نظر آنے کا منتظر نہیں رہنا چاہیے (اس مسئلے کی مزید تفصیل ان شاء اللہ تعالیٰ آگے مستقل عنوان کے تحت آتی ہے)

مسئلہ نمبر ۸...... بعض لوگوں میں مشہور ہے کہ استخارہ کے بعد خواب میں فلاں رنگ کا نظر آنا اس کام کے خیر والا اور فلاں رنگ کا نظر آنا اس کام کے شر والا ہونے کی علامت ہے۔

حالانکہ استخارہ کی حدیث سے یہ بات ثابت نہیں، لہٰذا اس پر استخارہ کے نتیجہ اور ثمرہ کا دارومدار رکھنا درست نہیں ہے۔

البتہ بعض تعبیر دان حضرات نے خواب میں بعض مخصوص رنگوں کے نظر آنے کو جبکہ وہ خواب نفسانی وخیالی اور شیطانی نہ ہو بلکہ رحمانی ہو، خواب کی تعبیر میں دخیل مانا ہے؛ مگر اوّلاً تو اس میں یہ شرط ہے کہ خواب رحمانی ہو؛ شیطانی، خیالی اور نفسیاتی نہ ہو، دوسرے اس کی تعبیر بھی صحیح، مخلِص، فَن دان کا کام ہے؛ تیسرے یہ بھی ممکن ہے کہ اس خواب کا استخارہ سے تعلق نہ ہو بلکہ روزمرہ کی طرح کا عام خواب ہو، اس کی تفصیل آگے آتی ہے۔

مسئلہ نمبر ۹...... استخارہ کے بعد ضروری نہیں کہ جس کام کے متعلق استخارہ کیا گیا ہے، اس کی طرف دل مائل ہو جائے یا اُس سے دل پھر جائے؛ البتہ بعض بلکہ اکثر اوقات ایسا ہو جاتا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ ایسا ہونا ممکن ہے، مگر ضروری نہیں؛ اگر دل کا میلان ورُجحان کسی ایک طرف نہ ہو یا کسی طرف سے دل نہ پھرے اور تردُّد برقرار رہے، تب بھی جو کام مناسب سمجھے، اسے اختیار کرے اور استخارہ کو بے سود نہ سمجھے، ان شاء اللہ تعالیٰ خیر حاصل

---

[1] وفی شرح الشرعة: المسموع من المشايخ انهٔ ينبغی ان ينام علیٰ طهارة مستقبل القبلة بعدقرائة الدعاء المذكور (ردالمحتار جلد۲ صفحه ۲۷، كذافی منحة الخالق جلد۲ صفحه ۵۲)

ہوگی (اس مسئلے کی مزید تفصیل آگے مستقل عنوان کے تحت آرہی ہے) ۱؎

مسئلہ نمبر۱۰...... استخارہ کا جو مسنون طریقہ ذکر کیا گیا کہ پہلے دو رکعت نفل نماز پڑھے، اس کے بعد استخارہ کی مشہور دعا پڑھے یہ تو اس وقت ہے جب آدمی کو استخارہ اس طریقہ پر کرنے کی مہلت اور موقع ہو، اور استخارہ کی نفل نماز پڑھنے میں بھی کوئی عذر نہ ہو اور اگر نماز پڑھنے کا موقع نہ ہو یا نماز پڑھنے میں کوئی عذر ہو (جیسا کہ خواتین کا مخصوص ایام میں ہونا یا نفل نماز کا مکروہ وقت ہونا) تو نماز پڑھے بغیر استخارہ کی مسنون دعا پر بھی اکتفاء کرنا جائز و درست ہے (اور صرف اس دعا کو پڑھنے کے لیے باوضو ہونا بھی ضروری نہیں) ۲؎

مسئلہ نمبر۱۱...... اگر کوئی سنت نماز یا کوئی دوسری نماز مثلاً تحیۃُ المسجد وغیرہ میں استخارہ کی نماز کی بھی نیت کرلے تو بھی درست ہے، اسی طرح اگر کوئی استخارہ کی دو رکعت کے بجائے چار رکعت پڑھ لے تو بھی جائز ہے۔ ۳؎

۱؎ وقال النووی فی الأذکار یفعل بعد الاستخارة ما ینشرح به صدره ویستدل له بحدیث أنس عند بن السنی إذا هممت بأمر فاستخر ربک سبعا ثم انظر إلی الذی یسبق فی قلبک فإن الخیر فیه وهذا لو ثبت لکان هو المعتمد لکن سنده واه جدا والمعتمد أنه لا یفعل ما ینشرح به صدره مما کان له فیه هوی قوی قبل الاستخارة وإلی ذلک الإشارة بقوله فی آخر حدیث أبی سعید ولا حول ولا قوة إلا بالله (فتح الباری،قوله باب الدعاء بکثرة الولد)

۲؎ أجازالقائلون بحصول الاستخارة بالدعاء فقط وقوع ذالک فی ای وقت من الاوقات لان الدعاء غیر منهی عنه فی جمیع الاوقات امااذاکانت الاستخارة بالصلاة والدعاء فالمذاهب الاربعة تمنعهافی اوقات الکراهة (الموسوعة الفقهیة جلد۳،استخارة)

اذاارادمن به عذرکالحائض والنفساء الاستخارة لامرعاجل فانهٔ یمکنه ذالک بغیرصلاة ،فیقرء الدعاء الماثورویکفیه ذالک کماتقدم من قول الامام النووی ویدل علیه حدیث ابن سعود وابی سعیدوابی هریرة وغیرهم (الاستخارة .صفحه۸۳،تالیف الدکتورمحمدطاهرحکیم، مطبوعة:المکتبة الامدادیة ، مکة المکرمة)

وأقله ان یقول اللهم خرلی واخترلی ولاتکلنی الی اختیاری والاکمل ان یصلی رکعتین من غیرالفریضة ثم یدعوا بالدعاء المشهورفی السنة علیٰ ماقدمناه فی کتاب الصلاة(مرقاة المفاتیح جلد۱۰ صفحه۵۶،۵۷، باب التوکل والصبر؛الفصل الثانی)

۳؎ قال العلماء :تستحب الاستخارة بالصلاة والدعاء المذکور،وتکون الصلاة رکعتین من النافلة، والظاهرانهاتحصل برکعتین من السنن الرواتب ،وبتحیة المسجد وغیرهامن النوافل

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

مسئلہ نمبر۱۲...... ویسے تو استخارہ کی دعا ہاتھ اٹھائے بغیر پڑھنا درست ہے، البتہ بعض علماء کا کہنا یہ ہے کہ استخارہ کی دُعا دونوں ہاتھ اُٹھا کر اور دُعا کے تمام آداب کو بجالا کر پڑھنی چاہیے۔ [۱]

مسئلہ نمبر۱۳...... استخارہ خود کرنا سنت ہے، کسی دوسرے سے کرانا سنت نہیں، اس لیے اس کام کا جس سے تعلق ہو، اس کو خود استخارہ کرنا چاہیے (اس مسئلے کی مزید تفصیل ان شاء اللہ تعالیٰ آگے مستقل عنوان کے تحت آرہی ہے)

مسئلہ نمبر۱۴...... استخارہ کرنے والے کا بزرگ، اللہ والا یا عالِم دین ہونا ضروری نہیں، بلکہ ہر مسلمان، عاقل مسنون طریقے پر استخارہ کر کے اس کی خیر اور برکت سے مستفید ہوسکتا ہے۔

مسئلہ نمبر۱۵...... استخارہ ایک مرتبہ کرنا بھی کافی ہے، اور اگر کوئی کسی کام کے متعلق ایک سے زیادہ مرتبہ استخارہ کرے تو بھی حرج نہیں، بلکہ بعض اہلِ علم حضرات نے اس کو بہتر اور افضل قرار دیا ہے کہ سات مرتبہ تک استخارہ کیا جائے؛ خصوصاً جبکہ ایک یا اس سے زیادہ مرتبہ استخارہ کرنے کے بعد کسی پہلو کی طرف رُجحان ومیلان نہ ہو اور تردُّد ختم نہ ہو اور فیصلہ کرنے میں دُشواری محسوس ہورہی ہو۔ [۲]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ ویقرأ فی الاولیٰ بعد الفاتحة: قل یاأیها الکافرون؛ وفی الثانیة قل هو الله احد. ولو تعذرت علیه الصلاة استخار بالدعاء. ویستحب افتتاح الدعاء المذکور وختمهٗ، بالحمدلِلّٰهِ والصلاة والتسلیم علیٰ رسول الله ﷺ (الاذکار للنووی، باب دعاء الاستخارة صفحه ۱۱۰)

وفیه فی: قوله: (فلیرکع رکعتین)، دلیل علی أن السنة للإستخارة کونها رکعتین، فإنه لا تجزیء الرکعة الواحدة فی الإتیان بسنة الإستخارة، وهل یجزیء فی ذلک أن یصلی أربعا أو أکثر بتسلیمة یحتمل أن یقال: یجزیء ذلک لقوله فی حدیث أبی أیوب: (ثم صل ما کتب الله لک)، فهو دال علی أن الزیادة علی الرکعتین لا تضر (عمدة القاری شرح صحیح البخاری، ج۷، ص ۲۲۴، باب ما جاء فی التطوع مثنی مثنی)

[۱] یستقبل القبلة فی دعاء الاستخارة رافعاً یدیه مراعیاً جمیع آداب الدعاء (الموسوعة الفقهیة جلد۳، استخارة)

[۲] أَخْبَرَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ بْنُ قُتَیْبَةَ الْعَسْقَلَانِیُّ، حَدَّثَنَا عُبَیْدُ اللَّهِ بْنُ الْحِمْیَرِیِّ، ثنا إِبْرَاهِیمُ بْنُ الْعَلَاءِ بْنِ النَّضْرِ بْنِ أَنَسِ بْنِ مَالِکٍ، ثنا أَبِی عَنْ أَبِیهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ:

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

مسئلہ نمبر ۱۶......بعض اہلِ علم حضرات نے استخارہ کے درجِ ذیل آداب بھی بیان فرمائے ہیں:

(☜)......**اپنے ظاہر اور باطن کی طہارت:** یعنی ظاہری جسم اور لباس کو نجاستِ حکمی وحقیقی سے پاک کرنا، اور اپنے باطن کو غلط عقائد اور فاسد خیالات ونظریات سے پاک کرنا۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

يَا أَنَسُ، إِذَا هَمَمْتَ بِأَمْرٍ فَاسْتَخِرْ رَبَّكَ فِيهِ سَبْعَ مَرَّاتٍ، ثُمَّ انْظُرْ إِلَى الَّذِى يَسْبِقُ إِلَى قَلْبِكَ، فَإِنَّ الْخَيْرَ فِيهِ (عمل اليوم والليلة،لابن السنى رقم الحديث۵۹۸)

فإن قلت :هل يستحب تكرار الاستخارة فى الأمر الواحد إذا لم يظهر له وجه الصواب فى الفعل أو الترك ما لم ينشرح صدره لما يفعل؟ قلت :بلى يستحب تكرار الصلاة والدعاء لذلك، وقد ورد فى حديث تكرار الاستخارة سبعا فى عمل اليوم والليلة لابن السنى من رواية إبراهيم ابن البراء ، قال :(حدثنى أبى عن جده، قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :يا أنس إذا هممت بأمر فاستخر ربك فيه سبع مرات ثم انظر إلى الذى يسبق إلى قلبك، فإن الخير فيه) . قال النووى : فى (الأذكار) : إسناده غريب، وفيه من لا أعرفهم، قال شيخنا زين الدين :كلهم معروفون، ولكن بعضهم معروف بالضعف الشديد وهو إبراهيم بن البراء ، والبراء هو ابن النضر ابن أنس بن مالك، وقد ذكره فى (الضعفاء) العقيلى وابن حبان وابن عدى والأزدى .قال العقيلى :يحدث عن الثقات بالبواطيل .وقال ابن حبان :شيخ كان يدور بالشام يحدث عن الثقات بالموضوعات :لا يجوز ذكره إلا على مثل القدح فيه .وقال ابن عدى :ضعيف جدا، حدث بالبواطيل، فعلى هذا فالحديث ساقط لا حجة فيه، نعم، قد يستدل للتكرار بأن النبى صلى الله عليه وسلم كان إذا دعا دعا ثلاثا، وقال النووى :إنه يستحب أن يقرأ فى ركعتى الإستخارة فى الأولى بعد الفاتحة :قل يا أيها الكافرون، وفى الثانية :قل هو الله أحد، وقد سبقه إلى ذلك الغزالى، فإنه ذكره فى الإحياء كما ذكره النووى :وقال شيخنا زين الدين، رحمه الله :لم أجد فى شىء من طرق أحاديث الاستخارة تعيين ما يقرأ فيهما (عمدة القارى شرح صحيح البخارى، ج۷،ص۲۲۵،باب ما جاء فى التطوع مثنى مثنى)

قال الحنفية والمالكية والشافعية ينبغى ان يكرر المستخير الاستخارة بالصلاة والدعاء سبع مرات لماروى ابن السنى عن انس قال رسول الله ﷺ "ياانسُ اذاهممت بامر فاستخرربك فيه سبع مرات ثم انظر الى الذى يسبق الىٰ قلبك فان الخير فيه "ويؤخذمن اقوال الفقهاء ان تكرار الاستخارة يكون عندعدم ظهورشئ للمستخير،فاذاظهر لهٗ ماينشرح به صدرهٗ لم يكن هناك مايدعو الى التكرار،وصرح الشافعية بانهٗ اذالم يظهر لهٗ شئ بعدالسابعة استخار اكثرمن ذالك .اما الحنابلة فلم نجدلهم رأيا فى تكرار الاستخارة فى كتبهم التى تحت ايدينارغم كثرتها(الموسوعة الفقهية،الجزء الثالث ،مادة استخارة)

فالظاهر انهٗ يكرر الصلاة حتى يظهر له الىٰ سبع مرات (بذل المجهود جلد۲ صفحه۳۶۶)

Idara Ghufran

(☜)......استخارہ کی نیت کرنا: کیونکہ استخارہ عبادت ہے اور عبادت نیت کے بغیر قبول نہیں ہوتی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ”اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے“ [1]

(☜)......استخارہ کی نماز اور دعا میں اللہ تعالیٰ کی طرف سچی اور پکی توجہ رکھنا۔

(☜)......گناہوں سے توبہ کرکے اپنے دل ودماغ کو دنیوی مشاغل اور نفسانی خیالات سے فارغ کرلینا۔

(☜)......استخارہ کی حقانیت پر مضبوط یقین اور کامل اعتماد کا ہونا، اور پھر اپنے معاملہ کو اللہ تعالیٰ کے حوالہ کردینا کہ اللہ تعالیٰ ایمان کی سلامتی کے ساتھ جو بھی مقرر ومنتخب فرمائیں اسی میں فلاحِ دارین ہوگی (ماخوذ بتغیر از ”الاستخارۃ“ ص ۵۷، مؤلفہ: دکتور محمد طاہر حکیم، مطبوعہ، المکتبۃ الامدادیۃ مکۃ المکرّمۃ، الطبعۃ الاولی ۱۴۲۱ھ)

مسئلہ نمبر ۱۷...... استخارہ کی مشہور ومسنون دعا اگر کوئی نماز کے آخری قعدہ میں درود شریف کے بعد پڑھنا چاہے تو جائز ہے کیونکہ یہ حدیث میں منقول وماثور دعا ہے، اور احادیث میں منقول وماثور دعا کا نماز کے قعدہ میں پڑھنا جائز ہے، مگر اس کو استخارہ کرنا نہیں قرار دیا جائے گا۔ [2]

مسئلہ نمبر ۱۸......مشہور ہے کہ استخارہ کے بعد کسی سے ہرگز کوئی بات چیت نہ کی جائے خواہ کتنی سخت ضرورت کیوں نہ ہو ورنہ استخارہ بے کار اور ضائع ہوجاتا ہے، اس کی کوئی حقیقت نہیں؛ استخارہ میں ایسی سخت پابندی احادیث سے ثابت نہیں۔

---

[1] حَدَّثَنَا الحُمَيْدِيُّ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الزُّبَيْرِ، قَالَ :حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، قَالَ :حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الأَنْصَارِيُّ، قَالَ :أَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيُّ، أَنَّهُ سَمِعَ عَلْقَمَةَ بْنَ وَقَّاصٍ اللَّيْثِيَّ، يَقُولُ :سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَلَى المِنْبَرِ قَالَ :سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ :إِنَّمَا الأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ، وَإِنَّمَا لِكُلِّ امْرِءٍ مَا نَوَى، فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ إِلَى دُنْيَا يُصِيبُهَا، أَوْ إِلَى امْرَأَةٍ يَنْكِحُهَا، فَهِجْرَتُهُ إِلَى مَا هَاجَرَ إِلَيْهِ(بخاری رقم الحديث ١)

[2] يجوز الدعاء فی صلاة الاستخارة وغيرها قبل السلام وبعد السلام (مجموع الفتاویٰ لابنِ تيمية ج۲۳ص۱۷۷، باب صلاة التطوع)

www.idaraghufran.org

مسئلہ نمبر ۱۹......بعض اوقات انسان کو کسی کام کے کرنے نہ کرنے کے لئے جلدی فیصلہ کرنا پڑتا ہے، یہ مسنون پوری دعا پڑھنے کا وقت نہیں ہوتا یا یہ دُعا زبانی یاد نہیں ہوتی، ایسے موقع پر مختصر دعائیں بھی احادیث میں آئی ہیں، اگر ان میں سے کوئی دعا پڑھ لی جائے تو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ خیر کا معاملہ فرمائیں گے؛ اگرچہ ان دعاؤں کو مشہور مسنون استخارہ کا درجہ حاصل نہیں۔

ان میں سے چند دعائیں ترجمہ سمیت ذیل میں نقل کی جاتی ہیں۔

(۱) ...... اَللّٰھُمَّ خِرْلِیْ وَاخْتَرْلِیْ.

ترجمہ: اے اللہ! میرے لئے آپ خیر والا معاملہ فرما دیجیے اور میرے لیے خیر کو مقدر فرما دیجیے۔ [۱]

(۲)...... اَللّٰھُمَّ اھْدِنِیْ وَسَدِّدْنِیْ.

ترجمہ: اے اللہ! میری صحیح ہدایت فرمائیے اور مجھے سیدھے راستہ پر رکھیے۔ [۲]

(۳)......اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ الْھُدٰی وَالسِّدَادَ.

---

[۱] حدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ :حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ عُمَرَ بْنِ أَبِي الوَزِيرِ قَالَ :حَدَّثَنَا زَنْفَلُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، عَنْ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا أَرَادَ أَمْرًا قَالَ :اللَّهُمَّ خِرْ لِي وَاخْتَرْ لِي :هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ زَنْفَلٍ :وَهُوَ ضَعِيفٌ عِنْدَ أَهْلِ الحَدِيثِ، وَيُقَالُ لَهُ :زَنْفَلُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ العَرَفِيُّ، وَكَانَ يَسْكُنُ عَرَفَاتٍ، وَتَفَرَّدَ بِهَذَا الحَدِيثِ، وَلَا يُتَابَعُ عَلَيْهِ(ترمذی ، کتاب الدعوات، رقم الحدیث ۳۵۱۶ ،واللفظ له،شعب الایمان للبیهقی رقم الحدیث ۲۰۰)

وثبت فی الدعا اللهم خرلی واخترلی ولاتكلنی الیٰ اختیاری،وهذااصل مااشتهرعلیٰ السنة العامة الخیرة فیما اختاره الله،والخیرة فی الواقع(كشف الخفاء للعجلونی باب حرف الخاء المعجمة)

ثم المستحب دعاء الاستخارة بعد تحقق المشاورة فی الأمر المهم من الأمور الدينية والدنيوية وأقله أن يقول :اللهم خر لی واختر لی ولا تكلنی إلى اختياری، والأكمل أن يصلی ركعتين من غير الفريضة، ثم يدعو بالدعاء المشهور فی السنة على ما قدمناه فی كتاب الصلاة(مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح،باب التوكل والصبر)

[۲] عَنْ عَلِيٍّ، قَالَ :قَالَ لِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :قُلِ اللهُمَّ اهْدِنِي وَسَدِّدْنِي، وَاذْكُرْ، بِالْهُدَى هِدَايَتَكَ الطَّرِيقَ، وَالسَّدَادِ، سَدَادَ السَّهْمِ (مسلم، كتاب الذِّكْرِ وَالدُّعَاءِ وَالتَّوْبَةِ وَالِاسْتِغْفَارِ، بَابُ التَّعَوُّذِ مِنْ شَرِّ مَا عُمِلَ وَمِنْ شَرِّ مَا لَمْ يُعْمَلْ)

ترجمہ: اے اللہ میں آپ سے ہدایت اور سیدھے وصحیح راستہ کا سوال کرتا ہوں۔ [۱]

(۴)...... اَللّٰھُمَّ اَلْھِمْنِیْ رُشْدِیْ وَاَعِذْنِیْ مِنْ شَرِّ نَفْسِیْ.

ترجمہ: اے اللہ! جو صحیح راستہ ہے وہ میرے دل میں ڈال دیجئے، اور مجھے میرے نفس کے شر (وفتنہ) سے بچالیجیے۔ [۲]

(۵)...... اَللّٰھُمَّ قِنِیْ شَرَّ نَفْسِیْ، وَاعْزِمْ لِیْ عَلٰی أَرْشَدِ أَمْرِیْ.

ترجمہ: اے اللہ! مجھے میرے نفس کے شر سے بچالیجیے اور مجھے میرے سب سے زیادہ صحیح راستے پر پختہ کردیجیے۔ [۳]

ان دعاؤں میں جونسی دعا چاہے پڑھ لے، ویسے بھی یہ مختصر دعائیں ہیں جن کو یاد کرنا آسان

---

[۱] وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ يَعْنِى ابْنَ إِدْرِيسَ، أَخْبَرَنَا عَاصِمُ بْنُ كُلَيْبٍ، بِهَذَا الْإِسْنَادِ قَالَ: قَالَ لِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قُلِ اللهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الْهُدَى وَالسَّدَادَ ثُمَّ ذَكَرَ بِمِثْلِهِ (مسلم، كتاب الذِّكْرِ وَالدُّعَاءِ وَالتَّوْبَةِ وَالِاسْتِغْفَارِ، بَابُ التَّعَوُّذِ مِنْ شَرِّ مَا عُمِلَ وَمِنْ شَرِّ مَا لَمْ يُعْمَلْ)

[۲] عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَبِي: يَا حُصَيْنُ كَمْ تَعْبُدُ الْيَوْمَ إِلَهًا؟ قَالَ أَبِي: سَبْعَةً سِتَّةً فِي الْأَرْضِ وَوَاحِدًا فِي السَّمَاءِ. قَالَ: فَأَيُّهُمْ تَعُدُّ لِرَغْبَتِكَ وَرَهْبَتِكَ؟ قَالَ: الَّذِي فِي السَّمَاءِ. قَالَ: يَا حُصَيْنُ أَمَا إِنَّكَ لَوْ أَسْلَمْتَ عَلَّمْتُكَ كَلِمَتَيْنِ تَنْفَعَانِكَ. قَالَ: فَلَمَّا أَسْلَمَ حُصَيْنٌ قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ عَلِّمْنِي الْكَلِمَتَيْنِ اللَّتَيْنِ وَعَدْتَنِي، فَقَالَ " : قُلْ: اللَّهُمَّ أَلْهِمْنِي رُشْدِي، وَأَعِذْنِي مِنْ شَرِّ نَفْسِي ": هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ وَقَدْ رُوِيَ هَذَا الحَدِيثُ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ مِنْ غَيْرِ هَذَا الوَجْهِ (ترمذى رقم الحديث ۳۴۸۳)

[۳] عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ، أَوْ غَيْرِهِ، أَنَّ حُصَيْنًا، أَوْ حَصِينًا أَتَى رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ لَعَبْدُ الْمُطَّلِبِ كَانَ خَيْرًا لِقَوْمِهِ مِنْكَ؛ كَانَ يُطْعِمُهُمُ الْكَبِدَ وَالسَّنَامَ، وَأَنْتَ تَنْحَرُهُمْ. فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا شَاءَ اللهُ أَنْ يَقُولَ فَقَالَ لَهُ: مَا تَأْمُرُنِي أَنْ أَقُولَ؟ قَالَ " : قُلِ اللهُمَّ قِنِي شَرَّ نَفْسِي، وَاعْزِمْ لِي عَلَى أَرْشَدِ أَمْرِي . " قَالَ: فَانْطَلَقَ فَأَسْلَمَ الرَّجُلُ، ثُمَّ جَاءَ فَقَالَ: إِنِّي أَتَيْتُكَ فَقُلْتَ لِي " : قُلِ اللهُمَّ قِنِي شَرَّ نَفْسِي، وَاعْزِمْ لِي عَلَى أَرْشَدِ أَمْرِي . " فَمَا أَقُولُ الْآنَ؟ قَالَ " : قُلِ اللهُمَّ اغْفِرْ لِي مَا أَسْرَرْتُ وَمَا أَعْلَنْتُ، وَمَا أَخْطَأْتُ وَمَا عَمَدْتُ، وَمَا عَلِمْتُ وَمَا جَهِلْتُ (مسنداحمد رقم الحديث ۱۹۹۹۲)

فی حاشية مسند احمد: إسناده صحيح على شرط الشيخين.

Idara Ghufran

بھی ہے۔

اور اگر عربی میں یہ الفاظ یاد نہ آئیں تو کم از کم درجہ یہ ہے کہ اپنی زبان ہی میں اللہ کی طرف رجوع کر کے یہ دعا کرلے کہ یا اللہ میرے سامنے یہ معاملہ پیش آ گیا ہے، اس سلسلہ میں آپ مجھے سیدھے اور خیر والے راستہ کی رہنمائی فرما دیجئے۔

اگر بالفرض زبان سے یہ نہیں کہہ سکتے تو دل ہی دل میں یہ دعا کرلی جائے، انشاء اللہ خیر سے محرومی نہ ہوگی (ماخوذ از اصلاحی خطبات ج۱۰ص۱۶۶وص۱۶۷بتغیر)

مسئلہ نمبر ۲۰...... بعض مشائخ وصوفیائے کرام کی کتابوں میں استخارہ کے عنوان سے بعض ایسی دعاؤں کا تذکرہ اوران کے مخصوص طریقوں کا ذکر ملتا ہے۔ جن کا احادیث وروایات سے استخارہ ہونے کا ثبوت نہیں، اگر چہ ان دعاؤں کا مضمون غلط نہیں ہے۔

اس سلسلہ میں یہ بات سمجھ لینے کی ہے کہ اولاً تو اُن کو مسنون استخارہ نہیں سمجھنا چاہئے اور مسنون استخارہ کا ان کو درجہ نہیں دینا چاہئے، ان صوفیائے کرام ومشائخِ عظام نے بھی ان کو مسنون مشہور استخارہ کا درجہ نہیں دیا البتہ ان دعاؤں کے مضمون کے استخارہ کے ساتھ ایک خاص مشابہت اور مناسبت کی وجہ سے استخارہ کا عنوان دے دیا ہے۔

دوسرے اگر کوئی اِن کو کرنا چاہے تو اسے چاہئے کہ مشہور مسنون استخارہ کی دعا کو بھی ساتھ شامل کرلے تا کہ مسنون استخارہ کی برکات سے محرومی نہ ہو۔ [1]

البتہ جو استخارہ کے غیر شرعی اور غلط طریقے لوگوں نے کم علمی کے باعث گھڑ لئے ہیں، وہ غلط ہیں، جن کا ہم ان شاء اللہ تعالیٰ آگے چل کر ذکر کریں گے۔

---

[1] قال الراقم: وللسادة النقشبندية وغيرهم من العرفاء الصوفية طرق و كيفيات فی الاستخارة وشروطها وآدابها ،قدالهموها وجربوها، وهی لاتنافی الكيفية المسنونة ،بل امر سكت عنه الشرع فلا باس بالعمل بها لمن خفی عليه وجه الصواب فی امرهم، وقد قالوا بتكرارها سبعا اذا لم يطلع فی الرؤيا بما يسكن قلبه، والاولیٰ ان يضم دعاء الاستخارة الماثورة الی ماذكروها من الاذكار والدعوات ليحصل العمل بالسنة ايضا، والله اعلم بالصواب (معارف السنن ج۴ص۲۷۸وص۲۷۹)

استخارے سے متعلق چند منکَرات وقابلِ اصلاح پہلو

اب استخارہ کے بارے میں چند قابلِ اصلاح پہلو اور چند رائج منکَرات اور غلط فہمیوں کا ازالہ کیا جاتا ہے۔

استخارہ کو غیب کی خبر معلوم کرنے کا ذریعہ سمجھنا

استخارہ کا مقصد اور اس کی غرض کے بارے میں ایک غلط فہمی بہت سے لوگوں میں یہ پائی جاتی ہے کہ وہ استخارے کو غیبی اُمور کے دریافت ومعلوم کرنے کا ذریعہ سمجھتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ استخارہ کا مقصد یہ ہے کہ اس کے ذریعہ سے غیبی اور چُھپے ہوئے راز معلوم ہوجاتے ہیں۔

اور اسی غلط فہمی کا نتیجہ یہ ہے کہ جب تک استخارہ کرنے کے بعد ان کو خواب وغیرہ میں اس کے متعلق کچھ دکھائی نہ دے یا اور کسی ذریعہ سے انہیں معلوم ومنکشف نہ ہو کہ اس کام میں خیر ہے یا شر ہے، اس وقت تک وہ استخارہ کو بے کار اور بے فائدہ سمجھتے ہیں، اور اسی وجہ سے لوگ استخارہ کے ایسے منگھڑت طریقے اختیار کرتے ہیں کہ جن کے ذریعے سے کسی کام کے بھلے یا بُرے ہونے کا فیصلہ آسانی سے کیا جاسکے۔

حالانکہ استخارہ کا مقصد غیب کی خبر معلوم کرنا نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ سے خیر کو طلب کرنا اور خیر کی دعا کرنا ہے۔

استخارہ کے معنیٰ ہی خیر کو طلب کرنے کے ہیں، اور اس امت کو استخارہ کی تعلیم ہی اس لیے دی گئی ہے تاکہ غیب کی خبریں معلوم کرنے کے جتنے طریقے ہیں اُن سے بچا جاسکے۔

مشرکینِ مکہ میں جاہلیت کے زمانہ میں ایک رسم ''اِسۡتِقۡسَامُ بِالۡاَزۡلَامُ '' کے نام سے رائج تھی، جس کو قرآن مجید میں صاف طور پر گناہ قرار دیا گیا ہے؛ اور اس کو فِسق اور گمراہی

فرمایا گیا ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَاَنْ تَسْتَقْسِمُوْا بِالْاَزْلَامِ ؕ ذٰلِكُمْ فِسْقٌ (سورہ مائدہ آیت ۳)

ترجمہ: اور یہ (بھی فسق وگناہ ہے) کہ تقسیم کرو (یا فیصلے کرو) بذریعہ قرعہ کے تیروں کے یہ سب گناہ ہیں (سورہ مائدہ)

اَزْلَامُ ''زَلَمُ'' کی جمع ہے، زلم اس تیر کو کہتے ہیں جو عرب کی جاہلیت میں اس کام کے لئے مقرر تھا جس کے ذریعہ قسمت آزمائی کی جاتی تھی اور آئندہ کے اعتبار سے سفر، تجارت، نکاح اور دوسرے کاموں کا بھلا یا بُرا ہونا معلوم کیا جاتا تھا۔

یہ سات تیر تھے جن میں سے ایک پر ''نَعَمْ'' یعنی ''ہاں'' اور دوسرے پر ''لَا'' یعنی ''نہیں'' اور اسی طرح کے دوسرے الفاظ لکھے ہوتے تھے، اور یہ تیر بیت اللہ کے خادم کے پاس رہتے تھے۔ جب کسی شخص کو اپنی قسمت یا آئندہ کسی کام کا مفید ہونا یا مضر ہونا معلوم کرنا ہوتا تو خادمِ کعبہ کے پاس جاتے اور اس کو نذرانہ دیتے وہ ان تیروں کو ترکش سے ایک ایک کر کے نکالتا۔

اگر اس پر لفظ ''نَعَمْ'' نکل آیا تو سمجھتے تھے کہ یہ کام مفید ہے اور اگر ''لَا'' نکل آیا تو سمجھتے تھے کہ یہ کام نہ کرنا چاہئے۔

آئندہ کے حالات اور غیب کی چیزیں معلوم کرنے کے جتنے طریقے رائج ہیں، خواہ اہلِ جفر کے ذریعہ یا ہاتھ کے نقوش دیکھ کر یا فال وغیرہ نکال کر یہ سب طریقے ''اِسْتِقْسَامُ بِالْاَزْلَامُ'' کے حکم میں شامل ہیں اور گناہ اور فسق ہیں (معارف القرآن ج۳ بتغیر)

اللہ تعالیٰ نے اس امت کو ''اِسْتِقْسَامُ بِالْاَزْلَامُ'' کے بدلے میں استخارے کا طریقہ عطا فرمایا۔

لہٰذا استخارے کو غیب کی خبر معلوم کرنے کا ذریعہ سمجھنا خود استخارے کے مقصود کے بھی خلاف

Idara Ghufran

ہوا (تفصیل کے لئے ہمارا رسالہ "ماہِ صفر اور توہم پرستی" ملاحظہ ہو) [1]

کسی دوسرے سے استخارہ کرانا

احادیث کی رو سے مسنون استخارہ خود کرنا سنت ہے کسی دوسرے سے کرانا سنت نہیں، مگر آج کل عام طور پر خود استخارہ کرنے کے بجائے دوسرے سے استخارہ کرانے پر اس لئے زور دیا جاتا ہے کہ خود کو خواب وغیرہ میں کوئی واضح چیز نظر نہیں آتی اور آگے تفصیل سے یہ بات آتی ہے کہ خواب میں کچھ نظر آنا ضروری نہیں تو اس غرض کی خاطر خود استخارہ چھوڑ کر دوسرے سے استخارہ کرانے کی بھی ضرورت نہیں۔

استخارہ کی جو مشہور دعا حدیث میں آئی ہے اس میں جو کلمات ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ جن لوگوں کو کسی کام کی ضرورت پیش آئے یا جو کام جن لوگوں سے متعلق ہو وہ خود استخارہ

---

[1] وقال حجة الله علی العالمین الشهیر بولی الله بن عبدالرحیم قدس الله سرهٗ کان اهل الجاهلیة اذاعنت لهم حاجة من سفر او نکاح او بیع استقسموا بالازلام فنهی عنه النبی ﷺ لانهٗ غیر معتمد علیٰ اصل وانماهو محض اتفاق ولانهٗ افتراء علی الله بقولهم امرنی ربی ونهانی ربی فعوضهم من ذالک الاستخارة فان الانسان اذااستمطر العلم من ربهٖ وطلب منه کشف مرضاة الله فی ذالک الامر (التعلیق الصبیح جلد۲ صفحه ۱۱۶، و۱۱۷، باب التطوع)

قال ابن القیم رحمه الله: فعوض رسول الله ﷺ أمته بهذاالدعاء –دعاء الاستخارة– عماکان علیه أهل الجاهلیة من زجر الطیر والاستقسام بالأزلام ......وعوضهم بهذاالدعاء الذی هوتوحیدوافتقاروعبودیة وتوکل وسؤال لمن بیده الخیر کله الذی لایأتی بالحسنات الاهوولایصرف السیئات الاهوالذی اذا فتح لعبده رحمة لم یستطع أحدحبسهاعنه، واذاأمسکها لم یستطع أحدأرسالهاالیه من التطیروالتنجیم واختیارالطالع ونحوه، فهذاالدعاء هوالطالع المیمون السعید، طالع أهل السعادة والتوفیق الذین سبقت لهم من الله الحسنیٰ، لاطالع أهل الشرک والخذلان الذین یجعلون مع الله ألهاآخراًفسوف یعلمون (زادالمعاد، فَصُلٌ فِی هَدُیِهِ صَلّی اللّٰهُ عَلَیُهِ وَسَلّمَ فِی أَذُکَارِ السّفَرِ وَآدَابِهِ، اِلاسُتِخَارَةُ)

وقال مجدالدین الفیروزآبادی: ولماکانت عادة أهل الجاهلیة اذاقصدواسفراً أو أمراً أن یستقسموا بالأزلام وأن یزجروابالطیروالعیافة والفأل والتطیر وأمثال هذه الأمورالتی هی شعارأهل الشرک والکفر، عوض صاحب الشرع عن ذالک بالتوحیدوالافتقاروالعبودیة والتوکل وسؤال الرشد والفلاح من الواهب المطلق الذی أزمة الخیرات فی یدقدرته (سفرالسعادة صفحه ۱۱۴)

کریں، مثلاً کوئی رشتہ ونکاح کا معاملہ ہے، تو جس کا رشتہ ونکاح کرنا منظور ہے اور وہ عاقل بالغ ہے وہ خود استخارہ کرے، یا اس کے اولیاء اور سرپرست کریں کیونکہ ولی اور سرپرست ہونے کے اعتبار سے یہ کام ان سے بھی متعلق اور وابستہ ہے؛ لیکن جن لوگوں کا اس معاملے سے کوئی تعلق ہی نہیں، ان کے استخارہ کرنے سے استخارہ کی پوری خیر وبرکت اور استخارہ کا اصل مقصود حاصل نہیں ہوتا۔

چنانچہ نیچے درج شدہ مسنون استخارہ کے کلمات اور ان کے ترجمہ پر غور کرنے سے یہ بات اچھی طرح معلوم ہو جائے گی۔

استخارہ کی حدیث میں ارشاد ہے کہ:

”اِذَا هَمَّ اَحَدُكُمْ بِالْاَمْرِ “

ترجمہ: جب تم میں سے کوئی کسی کام کو کرنا چاہے۔

فائدہ: اس جملہ سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے استخارہ کرنے کی تعلیم وتلقین اس شخص کو فرمائی ہے جو کوئی کام کرنا چاہتا ہو، لہٰذا جس کا کام ہو اس کو خود استخارہ کرنا چاہئے۔

پھر آگے استخارہ کی دعا میں ارشاد ہے کہ:

”اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ خَيْرٌ لِّيْ فِيْ دِيْنِيْ وَمَعَاشِيْ الخ

ترجمہ: یا اللہ اگر آپ کے علم میں یہ کام (جس کو اس وقت میں کرنے، نہ کرنے کے متعلق درخواست ودعا کررہا ہوں) میرے حق میں خیر اور بھلائی والا ہے، میرے دین کے لیے بھی خیر اور بھلائی والا ہے، میری معاش کے لیے بھی خیر اور بھلائی والا ہے (آخر تک)

فائدہ: ان سب کلمات میں استخارہ کرنے والے کی طرف نسبت موجود ہے کہ اس کام میں میرے دین، میری دنیا اور میری آخرت وغیرہ کے اعتبار سے خیر ہے۔

ظاہر ہے کہ جب کوئی دوسرا یہ دعائے استخارہ پڑھے گا تو ان کلمات کے ظاہری الفاظ کی نسبت

استخارہ کی اس دعا کے پڑھنے والے کی طرف ہوگی اور جب کام کسی اور کا ہوگا اور استخارہ کی دعا کوئی اور پڑھے گا تو دعا میں یہ نسبت درست نہ ہوگی۔

پھر استخارہ کی دعا میں آگے ارشاد ہے کہ:

فَاقْدِرْهُ لِیْ، وَیَسِّرْهُ لِیْ، ثُمَّ بَارِکْ لِیْ فِیْهِ.

ترجمہ: تو اس کو میرے لئے مقدّر اور تجویز فرما دیجئے، اور اس کو میرے لیے آسان بھی فرما دیجئے، اور پھر اس میں میرے لیے برکت بھی پیدا فرما دیجئے۔

فائدہ: ان کلمات میں بھی اس کام کی (جس کے لئے استخارہ کیا جا رہا ہے) قدرت، آسانی اور برکت کی نسبت اس دعا کے پڑھنے والے کی طرف موجود ہے۔

پھر آگے استخارہ کی دعا میں ارشاد ہے کہ:

وَاِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ شَرٌّ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِیْ

الخ

ترجمہ: اور اگر آپ کے علم میں یہ کام (جس کو اس وقت میں کرنے، نہ کرنے کے متعلق درخواست ودعا کر رہا ہوں) میرے حق میں شر اور برائی والا ہے، میرے دین کے لئے بھی شر اور برائی والا ہے، میری معاش اور دنیا کے لئے بھی شر اور برائی والا ہے، اور میرے انجام کار کے لئے بھی شر اور برائی والا ہے (آخر تک)

فائدہ: ان کلمات میں بھی نسبت اس شخص کی طرف ہے جس کی ضرورت اور کام ہے۔

پھر آگے استخارہ کی دعا میں ارشاد ہے کہ:

فَاصْرِفْهُ عَنِّیْ وَاصْرِفْنِیْ عَنْهُ وَاقْدِرْ لِیَ الْخَیْرَ.

ترجمہ: تو ہٹا دیجئے (اور دور کر دیجئے) اس کو مجھ سے، اور ہٹا دیجئے (اور دور کر دیجئے) مجھے اس سے، اور (اس کے بدلے) مقدّر (اور نصیب وتجویز) کر دیجئے میرے لئے خیر اور بھلائی۔

فائدہ: ان کلمات میں بھی شر والے پہلو سے بچنے اور خیر کو مقدر کرنے کی نسبت اس دعائے استخارہ کو پڑھنے والے کی طرف ہے۔

اور جب یہ استخارہ کی دعا کوئی اور پڑھے گا جس کا اس معاملہ اور کام سے تعلق ہی نہیں، ان سب کلمات کی نسبت صاحبِ معاملہ کی طرف نہ ہوگی، بلکہ یہ دعا پڑھنے والے کی طرف ہو جائے گی۔

اسی لئے مفتیِ اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ دوسروں سے استخارہ کرانے کے مسئلہ پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

> اور یہ جو دوسروں سے استخارہ کرایا کرتے ہیں، یہ کچھ نہیں ہے...... ہاں دوسروں سے کرالینا گناہ تو نہیں، لیکن خود کرنا چاہئے، اس دعا کے صیغے ہی ایسے ہیں (مجالس مفتی اعظم ص ۱۵۸)

معلوم ہوا کہ استخارہ دوسرے سے کرانا سنت نہیں، لیکن کوئی اگر ویسے ہی دوسرے سے کرالے مگر اسے سنت نہ سمجھے اور کسی دوسری خرابی میں مبتلا نہ ہو تو گناہ نہیں، لیکن کسی دوسرے سے استخارہ کرانے کی صورت میں وہ برکات حاصل نہ ہوں گی جو خود استخارہ کرنے کی صورت میں حاصل ہوتیں۔

مگر آج کل کیونکہ دوسرے سے استخارہ کرانے میں کئی خرابیاں لازم آرہی ہیں؛ اس لیے ان خرابیوں کی موجودگی میں دوسرے سے استخارہ کرانے سے منع کیا جائے گا۔

چنانچہ حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

> استخارہ کے باب میں لوگ ایک اور غلطی بھی کرتے ہیں، اس کی اصلاح بھی ضروری ہے وہ یہ کہ بہت سے لوگ خود استخارہ کرنے کی بجائے دوسروں سے کرواتے ہیں، یہ طریقہ غلط ہے؛ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہدایت یہ ہے کہ جس کا کام ہو وہ خود استخارہ کرے، دوسروں سے کروانے کا کوئی ثبوت نہیں۔

لوگ یہ سوچ کر کہ ہم تو گناہ گار لوگ ہیں ہمارے استخارہ کا کیا اعتبار؟ اس لیے خود استخارہ کرنے کی بجائے فلاں بزرگ اور عالم سے یا کسی نیک آدمی سے کرواتے ہیں کہ اس میں برکت ہوگی، لوگوں کا یہ زعم اور یہ عقیدہ غلط ہے۔ جس کا کام ہو وہ خود استخارہ کرے خواہ وہ نیک ہو یا گناہ گار۔

رشتے کا معاملہ عام معاملات سے الگ ہے، یہ صرف اولاد کا کام نہیں بلکہ اس کے والدین کا کام بھی ہے، صحیح رشتہ کا انتخاب والدین ہی کر سکتے ہیں، یہ ان کی ذمہ داری ہے اور ان کو سوچنا پڑتا ہے کہ کہاں رشتہ کریں؟ اس لیے بہتر یہ ہے کہ جن لڑکوں یا لڑکیوں کی شادی کا مسئلہ ہو، وہ خود بھی استخارہ کرلیں اور اگر ان کے والدین زندہ ہوں تو وہ بھی کرلیں۔

لوگوں کا یہ خیال کہ گناہ گار استخارہ نہیں کر سکتے، دو وجہ سے باطل اور غلط ہے:

پہلی وجہ یہ کہ گناہوں سے بچنا آپ کے اختیار میں ہے، مسلمان ہو کر کیوں گناہ گار ہیں؟ گناہ صادر (سرزد) ہو گیا تو صدقِ دل (سچے دل) سے توبہ کر لیجیے، بس گناہوں سے پاک ہو گئے، گناہ گار نہ رہے، نیک لوگوں کے زمرے میں شامل ہو گئے، توبہ کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے پاک کر دیا، اب اللہ کی اس رحمت کی قدر کریں اور آئندہ جان بوجھ کر گناہ نہ کریں۔

دوسری وجہ یہ کہ استخارہ کے لیے شریعت نے تو کوئی ایسی شرط نہیں لگائی کہ استخارہ گناہ گار انسان نہ کرے کوئی ولی اللہ کرے، جو شرط شریعت نے نہیں لگائی، آپ اپنی طرف سے کیوں بڑھاتے ہیں؟ شریعت کی طرف سے تو صرف یہ حکم ہے کہ جس کی حاجت ہو وہ استخارہ کرے، خواہ وہ گناہ گار ہو یا نیک۔ جیسا بھی ہو خود کرے، پھر اس وقت کے جیسے عوام ہیں ویسے ہی ماشاء اللہ! بزرگ ہیں۔ عوام یہ کہتے ہیں کہ استخارہ کرنا بزرگوں کا کام ہے تو بزرگ بھی یہ سمجھنے لگے کہ ہاں یہ صحیح

کہہ رہے ہیں، استخارہ کرنا ہمارا ہی کام ہے، عوام کا کام نہیں، عوام کو غلطی پر تنبیہ کرنے کی بجائے خود غلطی میں شریک ہوگئے۔ ان کے پاس جو بھی چلا جائے یہ پہلے سے تیار بیٹھے ہیں کہ ہاں لائیں! آپ کا استخارہ ہم نکال دیں گے، استخارہ کرنے کو ''استخارہ نکالنا'' کہتے ہیں۔ سو جیسے آج کل کے عوام ہیں ویسے ہی ان کے بزرگ، جیسی روح ویسے ہی فرشتے۔ اس غلط روش کی اصلاح فرض ہے

(استشارہ واستخارہ صفحہ ۳۶)

لہٰذا استخارہ کا مسنون طریقہ یہی ہے کہ جن لوگوں کو ضرورت پیش آئے وہ خود استخارہ کریں۔ مثلاً رشتہ ونکاح کا معاملہ ہے تو وہ خود استخارہ کرے جس کا نکاح ورشتہ ہونے والا ہے، یا اس کے والدین، ذمہ دار، وسرپرست کرنا چاہیں تو اس میں بھی حرج نہیں۔

مذکورہ تفصیل سے ان لوگوں کی غلطی واضح ہوگئی جو خود استخارہ کرنے کے بجائے دوسرے لوگوں سے استخارہ کراتے پھرتے ہیں۔

رہا یہ شبہ کہ اگر خود استخارہ کرنے کی صورت میں کچھ خواب وغیرہ دکھائی نہ دے، اور نہ ہی دل کا رجحان اور میلان کسی طرف ہو تو کیا اس صورت میں کسی ددوسرے سے استخارہ کرانے کی ضرورت نہ ہوگی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ مسنون استخارہ میں نہ تو کوئی خواب نظر آنا ضروری ہے اور نہ ہی دل کا کسی طرف مائل ہونا ضروری ہے۔

یہ تفصیل مسنون استخارہ کے بارے میں ہے اور مسنون استخارہ کے بجائے استخارہ کے جو دوسرے طریقے لوگوں نے خود گھڑے ہوئے ہیں، اُن طریقوں سے دوسروں سے استخارہ کرانے کا غلط ہونا تو اور بھی واضح ہے۔

استخارہ کے بعد سونے اور خواب میں کچھ نظر آنے کی حیثیت

بہت سے عوام میں یہ بات مشہور ہے کہ استخارہ کرنے کے بعد خواب میں اس سے متعلق کچھ

Idara Ghufran

نظر آنا اور خواب میں استخارہ سے متعلق کچھ اشارہ ملنا ضروری ہے؛ اسی لیے اگر استخارہ کے بعد کوئی خواب نظر نہ آئے تو اپنے استخارہ کو بے کار سمجھتے ہیں۔

اور اگر کوئی نفسیاتی وخیالی بلکہ شیطانی خواب نظر آ جائے تو پریشان ہوتے ہیں اور اس خواب کے تناظر میں اپنے استخارہ کا نتیجہ نکالتے ہیں۔

حالانکہ شرعاً استخارہ میں نہ تو کسی خواب کا نظر آنا ضروری ہے اور نہ ہی اس خواب کا استخارہ سے متعلق ہونا ضروری ہے، لہٰذا جو لوگ استخارہ کے لئے خواب وغیرہ میں کچھ نظر آنے یا کسی طرح کا اشارہ ملنے کو ضروری سمجھتے ہیں یا وہ ہر قسم کے نفسیاتی، خیالی اور شیطانی خواب کی بنیاد پر استخارہ کا نتیجہ اور ثمرہ نکالتے ہیں؛ وہ غلط فہمی میں مبتلا ہیں۔

استخارہ کے بعد تو سونا بھی ضروری نہیں، جاگتے ہوئے بھی بلاشبہ استخارہ کیا جا سکتا ہے، جن احادیث سے استخارہ ثابت ہے ان میں بھی استخارہ کے بعد سونے کا ذکر نہیں، اور جب استخارہ کے بعد سونا ضروری نہیں تو خواب نظر آنا کیسے ضروری ہو سکتا ہے، کیونکہ خواب تو سونے کی حالت میں ہی نظر آیا کرتا ہے۔

البتہ مسنون استخارہ کرنے کے بعد اگر موقع ہو تو بعض حضرات کے نزدیک سو جانا، استخارہ کے آداب میں سے ہے، پھر بعض اوقات استخارہ کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے خواب وغیرہ میں بھی کسی کام کے خیر یا شر ہونے کی نشاندہی کا ہونا ممکن ہے، مگر ضروری نہیں اور ممکن کو ضروری سمجھنا بھاری غلطی ہے، اور خواب نظر آنے کے بعد بھی اس خواب کی حیثیت کو طے کرنا کہ یہ خواب نفسیاتی، وخیالاتی یا شیطانی ہے، یا رحمانی ہے؛ یہ بھی کسی مخلص خواب کی تعبیر کے فن سے واقف شخص کا کام ہے؛ وہی اس بات کا جائزہ لے کر بتلا سکتا ہے کہ یہ خواب شیطانی ہے، یا رحمانی؛ نفسانی ہے یا خیالاتی اور اس خواب کا استخارہ سے تعلق بھی ہے یا نہیں؟ اور اگر تعلق ہے تو اس کی تعبیر کیا ہے؟ وغیرہ وغیرہ۔

خلاصہ یہ کہ اوّل تو استخارہ کے بعد سرے سے سونا اور سونے کے بعد خواب نظر آنا ضروری

www.idaraghufran.org

نہیں اوراس کے بغیر بھی استخارہ کارآمد اور مفید عمل ہے، دوسرے استخارہ کے بعد جو خواب نظر آئے ضروری نہیں کہ وہ استخارہ سے ہی متعلق ہو بلکہ عین ممکن ہے کہ روزمرہ اور عام اوقات کی طرح کا ایک خیالی یا نفسیاتی بلکہ شیطانی خواب ہو، اس قسم کے خواب تو استخارہ کے بغیر بھی نظر آتے رہتے ہیں اور جب کسی چیز سے متعلق استخارہ کیا جاتا ہے تو اس کی طرف بطورِ خاص ذہن اور خیال متوجہ ہو جاتا ہے اور ایسے وقت اس واقعہ سے متعلق نفسیاتی اور خیالی خواب نظر آنے کے امکانات زیادہ بڑھ جاتے ہیں؛ نیز بعض اوقات شیطان بھی اپنا کوئی مقصد حاصل کرنے کے لیے خواب میں تلبیس کر دیتا ہے، اوراستخارہ کر کے سو کر اٹھنے کے بعد کیونکہ خواب کو اہتمام اور توجہ کے ساتھ یاد کیا جاتا ہے اور دوسرے اوقات میں سو کر اٹھنے کے بعد اس کا اہتمام نہیں کیا جاتا اس لئے عموماً استخارہ کے بعد خواب کی طرف توجہ زیادہ کی جاتی ہے۔

مندرجہ بالا خرابیوں کے پیشِ نظر بہت سے اہلِ علم حضرات نے اس مسئلہ پر روشنی ڈالی ہے، جن میں سے بعض حضرات کے حوالے ذیل میں ذکر کیے جاتے ہیں:

(۱)......علامہ شیخ محمد بدرِ عالم صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

وَاعْلَمْ اَنَّهٗ قَدْ نَبَّهَ الْعُلَمَاءُ قَدِيْمًا وَّحَدِيْثًا عَلٰى اَنَّهٗ لَا يُشْتَرَطُ فِي الْاِسْتِخَارَةِ اَنْ يَّرَى الْمُسْتَخِيْرُ رُؤْيَا اَوْ يُكَلِّمَهٗ مُكَلِّمٌ اَوْ يُلْقٰى فِيْ رَوْعِهٖ شَيْئٌ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يُحْدِثُ فِيْ قَلْبِهٖ جُنُوْحًا وَّمَيْلًا اِلٰى جَانِبٍ يَنْشَرِحُ بَعْدَهٗ صَدْرُهٗ وَيَسْتَقِرُّ عَلَيْهِ رَأْيُهٗ فَيَخْتَارُ الْجَانِبَ الَّذِيْ اِلَيْهِ عَطْفُهٗ وَمَيْلُهٗ (البدر الساری جلد ۲ صفحہ ۴۲۸)

ترجمہ: جاننا چاہیے کہ قدیم اور جدید دور کے علماء نے اس بات پر تنبیہ فرمائی ہے کہ استخارے میں یہ بات شرط نہیں کہ استخارہ کرنے والا کوئی خواب دیکھے یا اس سے کوئی کلام کرے یا غیب سے اس کو کوئی آواز پہنچے؛ البتہ اللہ تعالیٰ (عموماً)

www.idaraghufran.org

استخارہ کرنے والے کے دل میں کسی ایک طرف میلان اور رُجحان پیدا فرما دیتے ہیں جس کے بعد اُسے شرح صدر ہو جاتا ہے اور اُس کی رائے میں ٹھہراؤ پیدا ہو جاتا ہے تو وہ اُس جانب کو اختیار کر لیتا ہے جس پر اس کو اطمینان اور میلان ہو (بدر الساری)

(۲)...... محدث علامہ انور شاہ صاحب کشمیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

لَا اَنَّهٗ یَرَیٰ رُؤْیًا اَوْ یُکَلِّمُهٗ مُکَلِّمٌ وَاِنْ اَمْکَنَ ذَالِکَ اَیْضًا (فیض الباری جلد ۲ صفحہ ۴۲۸)

ترجمہ: یہ بات ضروری نہیں کہ استخارہ کرنے والے کو کوئی خواب نظر آئے یا اُس سے کوئی کلام کرے، اگرچہ اس کا امکان ہے (فیض الباری)

(۳)...... حضرت مولانا شیخ محمد یوسف بنوری صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

وَلَا یَلْزَمُ بَعْدَ الْاِسْتِخَارَۃِ الْبَشَارَۃُ بِالرُّؤْیَا حَیْثُ لَمْ یَثْبُتْ لَهُ الْوَعْدُ فِی الْاَحَادِیْثِ (معارف السنن ج ۴ ص ۲۷۸)

ترجمہ: اور استخارہ کے بعد خواب میں کوئی بشارت ہونا لازم نہیں، کیونکہ اس کا احادیث میں کوئی وعدہ نہیں کیا گیا (معارف السنن)

(۴)...... حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمہ اللہ سے سوال کیا گیا کہ استخارہ کے لیے رات کا وقت ہونا ضروری ہے؟

فرمایا: نہیں، یہ صرف ایک رسم ڈال لی ہے؛ صلاۃُ الاستخارۃ کے بعد نہ سونا ضروری ہے اور نہ رات کی قید ہے؛ کسی وقت مثلاً ظہر کے وقت دو رکعت نفل پڑھ کر دعائے مسنونہ پڑھے اور تھوڑی دیر قلب (دل) کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھے؛ ایک دن میں چاہے کتنی ہی بار استخارہ کرے (حسن العزیز جلد سوم، حصہ اول صفحہ ۲۳۴)

(۵)...... اور ایک مقام پر حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

استخارہ میں ضروری (اوراہم) چیز دو رکعت نماز اور دعائے استخارہ ہے، باقی سونا اور خواب کا دیکھنا ہرگز شرط نہیں، یہ سب کچھ عوام نے تصنیف (واختیار) کررکھا ہے ہاں یہ ممکن ہے کہ بعض اوقات استخارہ کا اثر خواب کی شکل میں بھی ظاہر ہوجاوے، لیکن اس میں اشتراط (یعنی استخارہ کے لئے یہ چیز ضروری اور شرط) بالکل نہیں (ملفوظات اسعد الابرار ص ۱۷۶، ملفوظ نمبر ۷۷)

فائدہ: معلوم ہوا کہ استخارہ کے بعد سونا اور خواب میں کچھ نظر آنا ضروری نہیں، البتہ ممکن ہے، لہٰذا استخارہ کے بعد کوئی چیز خواب میں استخارہ کے متعلق نظر نہ آئے تو پریشان نہ ہو اور استخارہ کو فضول اور بے کار نہ سمجھے۔ [۱]

(۶)......حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ:

جب کوئی بندہ اللہ تعالیٰ سے استخارہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے خیر کا فیصلہ فرما دیتے ہیں، استخارہ کسے کہتے ہیں؟

اس بارے میں لوگوں کے درمیان طرح طرح کی غلط فہمیاں پائی جاتی ہیں، عام طور پر لوگ یہ سمجھتے ہیں ''استخارہ'' کرنے کا کوئی خاص طریقہ اور خاص عمل ہوتا ہے، اس کے بعد کوئی خواب نظر آتا ہے، اور اس خواب کے اندر ہدایت دی جاتی ہے کہ فلاں کام کرو یا نہ کرو، خوب سمجھ لیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ''استخارہ'' کا جو مسنون طریقہ ثابت ہے، اس میں اس قسم کی کوئی بات موجود نہیں۔

''استخارہ'' کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ آدمی دو رکعت نفل استخارہ کی نیت سے پڑھے۔

---

[۱] اس سے اس شبہ کا جواب بھی ہوگیا جو بہشتی زیور میں استخارہ کا بیان پڑھنے سے بعض لوگوں کو پیدا ہوجاتا ہے کہ استخارہ کے بعد خواب میں کچھ نظر آنا ضروری ہے۔ بہشتی زیور کے مضمون کا مطلب خود حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے ان فتاویٰ اور ارشادات کی روشنی میں ہی سمجھنا چاہئے۔ محمد رضوان

www.idaraghufran.org

نیت یہ کرے کہ میرے سامنے دو راستے ہیں، ان میں سے جو راستہ میرے حق میں بہتر ہو، اللہ تعالیٰ اس کا فیصلہ فرما دیں، پھر دو رکعت پڑھے اور نماز کے بعد استخارہ کی وہ مسنون دعا پڑھے جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے تلقین فرمائی ہے، یہ بڑی عجیب دعا ہے، پیغمبر ہی یہ دعا مانگ سکتا ہے اور کسی کے بس کی بات نہیں، اگر انسان ایڑی چوٹی کا زور لگا لیتا تو ایسی دعا کبھی نہ کر سکتا جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تلقین فرمائی (اصلاحی خطبات ج۱۰ص ۱۵۸، و ۱۵۹، خطبہ ''استخارہ کا مسنون طریقہ'')

دو رکعت نفل پڑھنے کے بعد اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کر لی تو بس استخارہ ہو گیا، بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ استخارہ ہمیشہ رات کو سوتے وقت میں کرنا چاہئے یا عشاء کی نماز کے بعد ہی کرنا چاہئے۔ ایسا کوئی ضروری نہیں، بلکہ جب بھی موقع ملے اس وقت یہ استخارہ کر لے، نہ رات کی کوئی قید ہے، اور نہ دن کی کوئی قید ہے، نہ سونے کی کوئی قید ہے اور نہ جاگنے کی کوئی قید ہے۔

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ استخارہ کرنے کے بعد خواب آئے گا اور خواب کے ذریعہ ہمیں بتایا جائے گا کہ یہ کام کرو یا نہ کرو۔

یاد رکھئے! خواب آنا کوئی ضروری نہیں کہ خواب میں کوئی بات ضرور بتائی جائے یا خواب میں کوئی اشارہ ضرور دیا جائے، بعض مرتبہ خواب میں آ جاتا ہے، اور بعض مرتبہ خواب میں نہیں آتا (اصلاحی خطبات جلد۱۰ صفحہ۱۶۰)

بہرحال استخارہ میں خواب اور اس سے متعلقہ دوسری چیزوں کو ضروری سمجھنا اور ان کے بغیر استخارہ کو بے کار سمجھنا غلط بلکہ گناہ ہے، اور اسی قسم کی خرابیوں کی وجہ سے حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

اب دیکھیے یہ (استخارہ) کس قدر آسان کام ہے، مگر اس میں بھی شیطان نے کئی پیوند

لگا دیئے ہیں۔ پہلا پیوند یہ کہ دو رکعت (اور دعا) پڑھ کر کسی سے بات کیے بغیر سو جاؤ، سونا ضروری ہے ورنہ استخارہ بے سود رہے گا۔ دوسرا پیوند یہ لگایا کہ لیٹو بھی دائیں کروٹ پر۔ تیسرا یہ کہ قبلہ رُو لیٹو۔ چوتھا پیوند یہ لگایا کہ لیٹنے کے بعد خواب کا انتظار کرو؛ استخارہ کے دوران خواب نظر آئے گا۔ پانچواں پیوند یہ لگایا کہ اس خواب میں فلاں رنگ نظر آئے تو وہ کام بہتر ہوتا ہے، فلاں نظر آئے تو وہ بہتر نہیں۔ چھٹا پیوند یہ لگایا کہ اس خواب میں کوئی بزرگ آئے گا؛ بزرگ کا انتظار کیجیے کہ وہ خواب میں آ کر سب کچھ بتا دے گا لیکن سوچنے کی بات یہ ہے کہ وہ بزرگ کون ہوگا؟ کیسا ہوگا؟ اگر شیطان ہی بزرگ بن کر خواب میں آ جائے تو اس (استخارہ کرنے والے) کو کیسے پتہ چلے گا کہ یہ شیطان ہے یا کوئی بزرگ؟

یاد رکھیے ان میں سے کوئی ایک چیز بھی حدیث سے ثابت نہیں (استشارہ واستخارہ صفحہ ۳۵، ارشاد الرشید)

استخارہ میں کسی طرف دل کے رُجحان کی حیثیت

عام طور پر یہ بات مشہور ہے کہ استخارہ کے بعد جس چیز کی طرف دل مائل ہو اور جس بات کی طرف دل کا رجحان ہو، وہی استخارہ کا ثمرہ اور نتیجہ ہوتا ہے، اور استخارے کے بعد اسی کام کو کرنا ضروری ہو جاتا ہے اور اگر اس کو نہ کیا جائے تو گناہ یا کم از کم استخارہ کی خلاف ورزی کہلاتا ہے، اسی وجہ سے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اگر استخارہ کرنے کے بعد تردُّد اور تذبذب ختم نہ ہو اور دل کا کسی ایک بات کی طرف میلان اور رجحان نہ ہو تو وہ استخارہ بے کار یا ناکام ہوتا ہے، اور اسی وجہ سے بہت سے لوگ خود سے استخارہ نہیں کرتے اور یہ کہتے ہیں کہ ہمارا استخارہ کامیاب اور بامراد نہیں ہوتا، کیونکہ ہمارے دل کا کسی چیز کی طرف میلان اور رجحان نہیں ہوتا، اس لئے یہ لوگ دوسروں سے استخارہ کرانے کی کوشش کرتے ہیں، یا پھر استخارہ کے ایسے

طریقے ڈھونڈتے اور اختیار کرتے ہیں جن میں کسی عنوان سے کام کے اچھا یا بُرا ہونے کا فیصلہ آسان ہوتا ہے مثلاً کوئی خاص دعا پڑھ کر دائیں یا بائیں طرف کو رخ ہو جانا وغیرہ وغیرہ۔

حالانکہ استخارہ میں کسی چیز کی طرف دل کا مائل ہونا ضروری نہیں، اور اس قسم کی غلط فہمی دراصل اس لئے پیدا ہوتی ہے کہ استخارہ کے بارے میں یہ سمجھا جاتا ہے کہ اس کے ذریعہ سے غیب کی بات اور چھپا ہوا راز انسان پر ظاہر ہو جاتا ہے۔

مگر یاد رکھنا چاہئے کہ استخارہ ایک دعا ہے جس میں خیر کو اللہ تعالیٰ سے طلب کیا جاتا ہے اور شر سے پناہ مانگی جاتی ہے مختصراً یہ کہ استخارہ ''خیر کی دعا کرنے اور خیر کو طلب کرنے کا نام ہے'' نہ کہ غیب کی خبریں معلوم کرنے کا۔

بہر حال استخارہ کی حقیقت اللہ تعالیٰ سے کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کے متعلق خیر چاہنا ہے، اور جب کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے میں تردد اور شبہ ہو رہا ہے اور خلجان کی وجہ سے فیصلہ کرنا مشکل ہو رہا ہے اور یہ کھٹک لگی ہوئی ہے کہ معلوم نہیں اس کام کے کرنے یا نہ کرنے میں میرے لئے خیر ہوگی یا نہیں؟

اس تذبذب اور پریشانی کے عالم میں استخارہ کے ذریعہ سے بندہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے اور دعا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے لئے خیر کو مقدر اور تجویز فرمادیں اور شر سے اس کو بچالیں۔

اور بعض اوقات واقعتاً ایسا ہو جاتا ہے کہ استخارہ کرنے کے بعد کسی ایک طرف دل کا میلان اور رجحان ہو جاتا ہے اور اگر ایک مرتبہ میں نہ ہو تو بعض اہلِ علم حضرات نے ایک سے زیادہ مرتبہ سے لے کر سات مرتبہ تک استخارہ کرنے کا ذکر کیا ہے اور فرمایا ہے کہ استخارہ کی برکت سے سات مرتبہ تک کسی نہ کسی وقت اس کا تردد، کشمکش اور خلجان دور ہو ہی جاتا ہے۔

لیکن یہ بات سمجھ لینے کی ہے کہ اگر استخارہ کرنے کے بعد یہ کشمکش تردد اور خلجان دور نہ ہو تو بھی

استخارہ کو فضول اور نا کام ہرگز بھی نہیں سمجھنا چاہئے۔

اسی سے یہ بات بھی معلوم ہوگئی کہ استخارہ کے بعد اگر خلجان اور تردد، دور نہ ہو تو بھی اختیار ہے کہ جس کام کو مناسب سمجھے اختیار کرے اور اگر بالفرض تردد دور ہوگیا تھا اور کسی ایک طرف میلان ہوگیا تھا تب بھی اس کے مطابق عمل کرنا ضروری نہیں؛ اگرچہ بعض اہلِ علم حضرات کی تحقیق کے مطابق بہتر اور افضل ضرور ہے، اگر اس کے خلاف عمل کرلیا تب بھی کوئی گناہ نہیں اور نہ ہی اس میں کوئی نقصان ہے۔ اور بعض اہلِ عمل حضرات نے دل کے رجحان پر عمل کرنے کا جو حکم بیان فرمایا ہے، اس کا مطلب بھی یہی ہے۔

اس مسئلہ کو خوب اچھی طرح سمجھ لینا اور ذہن نشین کرلینا چاہئے، کیونکہ اس کی پوری حقیقت نہ سمجھنے کی وجہ سے بہت بڑی بڑی غلط فہمیاں پیدا ہورہی ہیں۔

اور کیونکہ عوام الناس بلکہ بعض اہلِ علم کے لئے بھی استخارہ سے متعلق یہ تحقیق اجنبی یا انچھنبی ہو سکتی ہے۔ اس لئے ذیل میں چند اکابر واہلِ علم حضرات کے حوالہ جات سے اس مسئلہ پر روشنی ڈالی جاتی ہے۔

(۱)......علامہ ابنِ حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

وَاخْتُلِفَ فِيْمَاذَايَفْعَلُ الْمُسْتَخِيْرُبَعْدَالْاِسْتِخَارَةِ، فَقَالَ ابْنُ عَبْدِالسَّلَامِ يَفْعَلُ مَااتَّفَقَ ، وَيَسْتَدِلُّ لَهٗ بِقَوْلِهٖ فِيْ بَعْضِ طُرُقِ حَدِيْثِ ابْنِ مَسْعُوْدٍفِيْ آخِرِهٖ "ثُمَّ يَعْزِمُ" وَاَوَّلُ الْحَدِيْثِ "اِذَااَرَادَاَحَدُكُمْ اَمْرًافَلْيَقُلْ "وَقَالَ النَّوَوِيُّ فِي الْاَذْكَارِيَفْعَلُ بَعْدَالْاِسْتِخَارَةِ مَايَنْشَرِحُ بِهٖ صَدْرُهٗ وَيَسْتَدِلُّ لَهٗ بِحَدِيْثِ اَنَسٍ عِنْدَابْنِ السِّنِّيْ "اِذَاهَمَمْتَ بِاَمْرٍفَاسْتَخِرْرَبَّكَ سَبْعًاثُمَّ انْظُرْاِلَى الَّذِيْ يَسْبِقُ فِيْ قَلْبِكَ فَاِنَّ الْخَيْرَفِيْهِ" وَهٰذَالَوْثَبَتَ لَكَانَ هُوَالْمُعْتَمَدَلٰكِنْ سَنَدُهٗ وَاهٍ جِدًّاوَالْمُعْتَمَدُاَنَّهٗ لَايَفْعَلُ مَايَنْشَرِحُ بِهٖ صَدْرُهٗ مِمَّالَهٗ فِيْهِ هَوًى قَوِيٌّ

www.idaraghufran.org

قَبْلَ الْاِسْتِخَارَةِ وَاِلٰی ذَالِکَ الْاِشَارَةُ بِقَوْلِهٖ فِیْ آخِرِ حَدِیْثِ اَبِیْ سَعِیْدٍ ”وَلَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّابِاللّٰهِ“ (فتح الباری جلد ۲ صفحہ ۲۲۳، باب الدعاء عندصلاة الاستخارة)

ترجمہ: اوراس بارے میں اختلاف ہے کہ استخارہ کرنے والا استخارہ کے بعد کیا کرے، ابنِ عبدالسلام نے فرمایا کہ جس بات کا اتفاق ہووہ کرلے اورانہوں نے اپنی اس بات کی جودلیل دی ہے، وہ حضرت ابنِ مسعودرضی اللہ عنہ کی حدیث کی بعض سندوں میں مذکورالفاظ ہیں جس کے آخر میں ہے ”پھرجب پختہ ارادہ کرے“ اوراس حدیث کے شروع میں ہے کہ ”جب تم میں سے کوئی کسی کام کاارادہ کرے تو یوں کہے“ اورامام نووی رحمہ اللہ الاذکارمیں فرماتے ہیں کہ استخارہ کے بعدجس چیز پرشرح صدرہووہ کام کرے اورانہوں نے حضرت انس کی اس حدیث سے استدلال کیاہے جوابنِ سنی میں مذکورہے کہ ”جب تم کسی کام کاارادہ کروتواپنے رب سے سات مرتبہ استخارہ کرلو، پھراپنے دل کی طرف غورکروکہ اس میں کیابات آتی ہے، اسی میں خیرہوگی“ اوریہ حدیث اگرثابت ہوتواس پراعتمادکیا جاسکتا ہے، لیکن اس کی سندبہت زیادہ ناقابلِ اعتباراورکمزورہے، اورقابلِ اعتمادبات یہ ہے کہ استخارہ سے پہلے اگرکسی چیزکی طرف نفسانی خواہش کازیادہ میلان ہواوراس کی وجہ سے شرح صدرہواہو، تواس کام کونہیں کرے گا، اوراسی کی طرف ابوسعیدکی حدیث کے آخرمیں ان الفاظ سے اشارہ ہے ولاحول ولاقوۃ الاباللہ (فتح الباری)

(۴)......علامہ ابنِ حاج رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

فَیَنْبَغِیْ اَنْ یَّرْجِعَ الْمُسْتَخِیْرُاِلٰی مَایَنْشَرِحُ اِلَیْهِ صَدْرُهٗ بَعْدَالْاِسْتِخَارَةِ

(المدخل جلد ۴ صفحہ ۴۳، فضل المشاورة)

www.idaraghufran.org

ترجمہ: پس مناسب یہ ہے کہ استخارہ کرنے والا استخارہ کرچکنے کے بعد اس چیز کو دیکھے جس کی طرف اس کا شرح صدر ہو (مدخل)

(۳)......طحطاوی علی المراقی میں ہے کہ:

(مَضیٰ لِمَایَنْشَرِحُ لَهٗ صَدْرُهٗ)اَیْ قَلْبُهٗ وَهُوَیُفِیْدُاَنَّهٗ یَحْصُلُ بَعْدَالْاِسْتِخَارَةِ اَحَدُالْاَمْرَیْنِ لَامُحَالَةَ وَالْمُرَادُ اَنَّهٗ یَنْشَرِحُ لَهٗ صَدْرُهٗ اِنْشِرَاحًاخَالِیًاعَنْ هَوَی النَّفْسِ (حاشية الطحطاوی علی المراقی ،جلد ا ،فصل فی تحية المسجد)

ترجمہ: استخارہ کے بعد جس چیز کی طرف دل کا رجحان ہو، اور شرح صدر ہو، اس کو اختیار کرے، اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ استخارہ کے بعد بہرحال کوئی جہت ظاہر ہوجاتی ہے اور شرح صدر سے وہ شرح صدر مراد ہے جو نفسانی وشہوانی تقاضے سے خالی ہو (حاشیہ طحطاوی)

(۴)......حضرت ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

وَیَمْضِیْ بَعْدَالْاِسْتِخَارَةِلِمَایَنْشَرِحُ لَهٗ صَدْرُهٗ خَالِیًاعَنْ هَوَی النَّفْسِ فَاِنْ لَّمْ یَنْشَرِحْ لِشَیْیءٍ فَالَّذِیْ یَظْهَرُاَنَّهٗ یُکَرِّرُالصَّلَاةَ حَتّٰی یَظْهَرَلَهُ الْخَیْرُ (مرقاة المفاتيح جلد۳صفحه۴۰۶)

ترجمہ: اور استخارہ کے بعد اس کام کو اختیار کرے جس پر شرح صدر ہو، بشرطیکہ وہ نفسانی خواہش سے خالی ہو اور اگر کسی چیز پر شرح صدر نہ ہو تو ایسی صورت میں ظاہر یہ ہے کہ وہ بار بار استخارہ کرے؛ یہاں تک کہ اس کے لیے خیر ظاہر ہوجائے

(مرقاۃ، شرح مشکاۃ)

(۵)......امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

قَالَ الْعُلَمَاءُ وَیَنْبَغِیْ لَهٗ اَنْ یُّفْرُغَ قَلْبَهٗ مِنْ جَمِیْعِ الْخَوَاطِرِحَتّٰی

www.idaraghufran.org

لَایَکُوْنَ مَائِلاً اِلیٰ اَمْرٍ مِّنَ الْاُمُوْرِ فَعِنْدَ ذَالِکَ مَایَسْبِقُ اِلیٰ قَلْبِہٖ یَعْمَلُ عَلَیْہِ فَاِنَّ الْخَیْرَ فِیْہِ اِنْ شَاءَ اللّٰہُ (الجامع لاحکام القرآن جلد ۱۳ صفحہ ۳۰۷)

ترجمہ: علماء نے فرمایا کہ استخارہ کرنے والے کے لیے مناسب یہ ہے کہ اپنے دل کو ہر قسم کی سوچوں سے فارغ کرلے، یہاں تک کہ کسی چیز کی طرف اس کا میلان نہ رہے؛ پس اس وقت (استخارہ کے بعد) جو چیز دل میں آئے ،اُس پر عمل کرے؛ ان شاء اللہ اسی میں خیر ہوگی (تفسیر قرطبی)

فائدہ: نمبر ا، سے نمبر ۵ تک کی عبارات میں دل کے میلان پر عمل سے مراد یہ ہے کہ اس پر عمل کرنا بہتر ہے، نہ کہ ضروری ہے؛ نیز اللہ تعالیٰ کی عادت یہ ہے کہ جو بات دل میں ڈالتے ہیں، اس کے اسباب پیدا فرما دیتے ہیں، نہ یہ کہ اس پر عمل کرنا لازم ہو جاتا ہے، جیسا کہ اگلی عبارات میں خصوصاً عبارات نمبر ۱۳، اور ۱۴ میں ذکر آتا ہے۔

(۶)......ایک مقام پر حکیمُ الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

استخارہ کی حقیقت طلبِ خیر ہے کہ استخارہ ایک دعا ہے، جس سے مقصود صرف طلبِ اعانت علی الخیر ہے، یعنی استخارہ کے ذریعہ سے بندہ خدا تعالیٰ سے دعا کرتا ہے کہ میں جو کچھ کروں، اسی کے اندر خیر ہو اور جو کام میرے لئے خیر نہ ہو وہ کرنے ہی نہ دیجئے۔

پس جب استخارہ کر چکے تو اس کی ضرورت نہیں کہ سوچے میرے قلب (دل) کا زیادہ رجحان کس بات کی طرف ہے، پھر جس کی طرف رجحان ہو اس پر عمل کرے، اور اسی کے اندر اپنے لئے خیر کو مقدر سمجھے، بلکہ اس کو اختیار ہے کہ دوسرے مصالح (اور فوائد) کی بناء پر جس بات میں ترجیح دیکھے اسی پر عمل کرے اور اسی کے اندر خیر سمجھے، کیونکہ پہلی صورت میں الہام کا حجتِ شرعیہ ہونا لازم آتا ہے، اور لازم (یعنی الہام کا شرعی حجت ہونا) صحیح نہیں، لہٰذا ملزوم (یعنی جس بات کی طرف دل کا رجحان زیادہ ہو اس پر ہی

عمل کا ضروری ہونا) بھی صحیح نہیں، پس حاصل (اور خلاصہ) یہ کہ استخارہ سے مقصود محض طلبِ خیر ہے نہ کہ استخبار (یعنی نہ کہ کسی چھپی ہوئی خبر کا معلوم کرنا) (انفاسِ عیسیٰ حصہ دوم ص ۶۴۹)

(۷)...... اور الافاضات الیومیۃ میں ہے کہ:

یہ خبر عام طور پر مشہور ہے کہ استخارہ سے مقصود استخبار (یعنی کسی چھپی ہوئی اور غیب کی خبر کا معلوم کرنا) ہے یہ صحیح نہیں، یعنی استخارہ کا مقصد یہ نہیں کہ ہم کو جو کسی کام میں تردُّد (اور تذبذب) ہو رہا ہے کہ یہ کام ہمارے لئے خیر ہے یا نہیں؟ استخارہ کرنے سے یہ تردُّد رفع (اور دور) ہو جائے گا اور ہم کو معلوم ہو جائے گا کہ یہ کام ہمارے لئے خیر ہے یا شر، پھر جو خیر ہو گا اس کو اختیار کریں گے۔

چنانچہ ہم مشاہدہ کرتے (اور دیکھتے) ہیں کہ بعض اوقات استخارہ کے بعد بھی وہ تردُّد رفع (اور دور) نہیں ہوتا، اور یہ نہیں معلوم ہوتا کہ ان دونوں باتوں میں سے کون سی بات مفید ہے؟ تو اس صورت میں لازم آتا ہے کہ استخارہ موضوع ہوا تھا واسطے رفعِ تردُّد کے (یعنی استخارہ تردد اور تذبذب ختم کرنے کے لئے مقرر اور طے کیا گیا تھا) اور تردُّد رفع (یعنی تذبذب ختم) ہوا نہیں، تو نعوذ باللہ شارع (یعنی رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف سے کبھی ایسی بات کا حکم نہیں ہو سکتا جو عبث (اور فضول) ہو، تو معلوم ہوا کہ استخارہ کا یہ مقصود نہیں کہ کوئی (چھپی ہوئی اور خفیہ یا آئندہ کی) بات اس کے ذریعہ سے معلوم کر لی جاوے، جس سے تردُّد رفع (یعنی تذبذب ختم) ہو، اور اس کام کی دونوں شقوں میں ایک شق کی ترجیح ضرور قلب (دل) میں آجائے، پھر اسی راجح جانب پر عمل کیا جاوے۔

بلکہ استخارہ کی حقیقت یہ ہے کہ استخارہ ایک دعا ہے جس سے مقصود صرف طلبِ اعانت علی الخیر (اللہ تعالیٰ سے خیر کے کام میں مدد حاصل کرنا) ہے یعنی استخارہ کے ذریعہ سے بندہ خدا تعالیٰ سے دعا کرتا ہے کہ میں جو کچھ کروں اسی کے اندر خیر ہو اور جو کام

میرے لئے خیر نہ ہو وہ کرنے ہی نہ دیجئے۔

پس جب وہ استخارہ کر چکے تو اس کی ضرورت نہیں کہ سوچے کہ میرے قلب (دل) کا زیادہ رجحان (ومیلان) کس بات کی طرف ہے، پھر جس بات کی طرف رجحان (و میلان) ہو، اس پر عمل کرے اور اسی کے اندر اپنے لئے خیر کو مقدر سمجھے، بلکہ اس کو اختیار ہے کہ دوسرے مصالح (اور فوائد) کی بناء پر جس بات میں ترجیح (اور فائدہ) دیکھے، اسی پر عمل کرے اور اسی کے اندر خیر سمجھے............اصولِ شرعیہ میں ایک اصل (یعنی قاعدے) سے اس کی تائید (اور مضبوطی) بھی ہوتی ہے، وہ یہ کہ قاعدہ کلیہ ہے کہ الہام حجتِ شرعیہ نہیں، تو اگر استخارہ کا حاصل (اور مقصد) یہ سمجھا جاوے، جو مشہور ہے کہ اس کے ذریعہ سے قلب (دل) میں ایسی بات کا منجانب اللہ القاء ہوتا ہے (یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسی بات دل میں ڈالی جاتی ہے) کہ جس کے اندر خیر ہوتی ہے، لہٰذا اس القاء (دل میں ڈالی ہوئی چیز) پر ہی عمل کرنا چاہیے (کسی دوسری چیز پر عمل نہیں کرنا چاہئے) تو چونکہ وہ القاء (یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے دل میں ڈالی ہوئی بات) الہام ہے اور اسی پر عمل کرنے کا حکم دیا گیا تو گویا الہام کا حجتِ شرعیہ ہونا لازم آتا ہے (یعنی الہام کا شریعت کی طرف سے مستقل دلیل ہونا لازم آتا ہے) اور (یہ) لازم (آنا) صحیح نہیں، لہٰذا ملزوم (یعنی استخارہ میں دل میں ڈالی ہوئی بات پر عمل کا ضروری ہونا) بھی صحیح نہیں (الافاضات الیومیہ ملقب بہ القول الجلیل حصہ چہارم ج ۱۰ ص ۲۱۳ یا ص ۲۱۴)

الغرض یہی صحیح ہے کہ استخارہ کا حاصل محض طلبِ خیر (یعنی خیر کا طلب کرنا) ہے، نہ کہ استخبار (یعنی کوئی خبر معلوم کرنا نہیں ہے) (ایضاً ص ۲۱۵)

(۸)......حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے ایک مقام پر مفصل ومدلل بحث کے بعد اس سلسلہ میں جو فیصلہ قولِ فیصل کی صورت میں بیان فرمایا ہے وہ درجِ ذیل ہے:

پس اَقْرَبُ اِلَی الْاَدَبْ وَاَجْمَعُ لِلدَّلَائِلِ (یعنی ادب کا تقاضا اور تمام دلائل کو جمع کرنے

www.idaraghufran.org

کی صورت) یہ ہے کہ استخارہ کے بعد اگر کسی شق کا رجحان قلب (دل) میں آجاوے تو اس پر عمل کرے اور اگر کسی کا رجحان نہ ہو تو جس شق پر چاہے عمل کرے، اس تفصیل سے دونوں قولوں پر اور بواسطہ دونوں قولوں کے سب دلائل پر بھی عمل ہو جاوے گا

(بوادرُ النوادر ص ۴۶۷، درذیل چہتر واں نادرہ "تحقیق ثمرۂ استخارہ")

(۹)......مولانا مفتی عبدالکریم گمتھلوی صاحب اور علامہ ظفر احمد عثمانی صاحب رحمہما اللہ کی خدمت میں یہ سوال پیش کیا گیا کہ اگر استخارہ کرنے کے بعد دونوں جانب خیال کی حالت یکساں رہے تو کیا کرنا چاہئے؟ اس کے جواب میں مذکورہ دونوں حضرات نے فتوے میں تحریر فرمایا کہ:

دونوں میں خیر ہے، جس پر چاہے عمل کرے، بشرطیکہ دونوں شقیں جائز ہوں کیونکہ استخارہ اسی وقت مشروع (اور شریعت سے ثابت) ہے جبکہ دونوں صورتیں جائز ہوں۔

کتبہٗ: عبدالکریم عفی عنہ، الجواب صحیح ظفر احمد عفا اللہ عنہ، ۵ رمضان ۴۸ھ

(امداد الاحکام ج ا ص ۶۱۶، فصل فی السنن والنوافل)

(۱۰)......حضرت مولانا مفتی عبدالکریم گمتھلوی صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

ایک جانب رجحان ہونے کے بعد اس پر عمل کرنا بہتر ہے، لیکن اگر دوسری مرجوح شق (یعنی جس شق کی طرف رجحان نہیں ہے) پر بھی عمل کرلیا جاوے تو جائز ہے (حاشیہ امداد الاحکام ج ا ص ۶۱۶)

(۱۱)......حضرت علامہ ظفر احمد عثمانی صاحب رحمہ اللہ انتخابِ بخاری میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

مشہور یہ ہے کہ استخارہ میں جس جانب دل مائل ہو، اُسی طرف خیر ہوتی ہے، اُسی کو اختیار کرنا چاہیے۔ مگر حدیث میں اُس کا کچھ ذکر نہیں، اس لیے استخارہ کے

Idara Ghufran

بعد جس شِق کو بھی اختیار کرے گا، اُس میں خیر ہوگی خواہ وہی جانب ہو جس کی طرف دل زیادہ مائل تھا یا دوسری جانب ہو۔ غرض استخارہ کے بعد جس جانب پر عمل کی توفیق ہوگی اسی میں خیر ہوگی۔

اس میں شک نہیں کہ اگر استخارے کے بعد کسی جانب دل زیادہ مائل ہوا کہ استخارے سے پہلے اس طرف زیادہ میلان نہ تھا تو بظاہر یہ علامت اس کی ہے کہ اسی جانب کو اختیار کرنا بہتر ہے، مگر وجوب اور لزوم (یعنی اس جانب کو اختیار کرنے کے لازم اور ضروری ہونے) کی علامت نہیں، اس لیے اُس کے خلاف کو بھی اختیار کرنا جائز ہے؛ کچھ گناہ یا ضَرَر (نقصان) کا اندیشہ نہیں، بعض لوگوں کا جو یہ خیال ہے کہ استخارے کے بعد جس جانب دل زیادہ مائل ہو، اس کے خلاف کرنا جائز نہیں یا اس میں ضرر (نقصان) ہوگا؛ غلط ہے۔ اسی طرح جب تک دل کسی ایک طرف مائل نہ ہو، استخارے کو بے کار سمجھتے ہیں؛ یہ بھی صحیح نہیں۔ استخارہ کر کے جس شِق کو دل چاہے، اختیار کرلے؛ اس میں ضرر نہ ہوگا (انتخابِ بخاری جلد دوم، صفحہ ۲۴۱؛ مطبوعہ: ادارۂ اسلامیات، لاہور۔ تاریخِ طباعت: ۱۹۸۱ء)

(۱۲)...... حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

استخارہ سنت ہے، اس کی دعا مشہور ہے، اس کے پڑھ لینے سے سات روز کے اندر اندر (عموماً) قلب (دل) میں ایک رجحان پیدا ہو جاتا ہے، اور یہ خواب میں کچھ نظر آنا یا یہ قلبی (ودلی) رجحان حجتِ شرعیہ نہیں ہیں کہ ضرور ایسا کرنا ہی پڑے گا (مجالسِ مفتی اعظم ص ۱۵۸)

(۱۳)...... حضرت مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی صاحب رحمہ اللہ ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

”حدیثِ صحاح میں صرف دو رکعت نفل کے بعد دعا کا حکم ہے، البتہ روایتِ ابن

www.idaraghufran.org

السنی میں اعتبارِ وارِدِ قلبی (یعنی دل میں جو بات آئے اس کا معتبر ہونا) بھی مذکور ہے۔ [1]

باقی تفصیلات (یعنی عشاء کی نماز کے بعد استخارہ کرنا، استخارہ کے بعد سونا، بستر کا پاک ہونا، قبلہ کی طرف رخ کرنا وغیرہ) علماء کی بیان فرمودہ ہیں، ان کی رعایت ضروری نہیں، دعا عربی میں ہی ہونا چاہئے، کسی کو دشوار ہو تو اپنی زبان میں کرلے۔ حضرت تھانوی قدس سرہٗ کی تحقیق صحیح ہے، کہ وارِدِ قلبی (یعنی دل میں آئی ہوئی بات) پر عمل کرنا ضروری نہیں، بلکہ اسباب وموانع پر نظر رکھے، وارِدِ قلبی (یعنی دل میں آئی ہوئی بات) سے متعلق روایت کو صحیح تسلیم کرلیا جائے تو اس کا اعتبار بدرجہ سبب ہوگا، نہ کہ بدرجہ لزوم (یعنی مطلب یہ ہوگا کہ دل میں آئی ہوئی بات کے اسباب اللہ تعالیٰ پیدا فرما دیتے ہیں۔ یہ مطلب نہ ہوگا کہ اس پر عمل کرنا ضروری اور لازم ہوجاتا ہے) (احسن الفتاویٰ ج ۳ ص ۴۷۹، باب الوتر والنوافل)

(۱۴)...... اور ایک مقام پر حضرت مفتی صاحب موصوف رحمہ اللہ ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

استشارہ واستخارہ دونوں مامور بہ ہیں (یعنی مشورہ اور استخارہ دونوں کا شریعت میں حکم ہے) مگر اول کا امر زیادہ مؤکد ہے (یعنی مشورہ کے حکم کی شریعت میں استخارہ سے زیادہ تاکید آئی ہے) معہٰذا (یعنی اس کے باوجود) دونوں میں سے کسی کے ثمرہ (اور نتیجہ) پر عمل کرنا ضروری نہیں، نیز استخارہ کے بعد جو شق قلب (یعنی دل) میں راجح معلوم ہو، اس کا نافع (یعنی فائدہ مند) ہونا ضروری نہیں، بلکہ استخارہ کا حاصل (اور مقصد) صرف اتنا ہے جتنا دعاءِ ماثورہ (یعنی استخارہ کی مسنون دعا) سے مفہوم (ومعلوم) ہے، یعنی جو شق مفید ہوگی، اللہ تعالیٰ اس کے اسباب پیدا فرمادیں گے، اور دوسری شق کے اسباب کو سوخت (اور ختم) فرما کر موانع (ورکاوٹیں) پیدا فرمادیں گے۔

بس یہی یقین رکھتے ہوئے استخارہ کرنا چاہئے۔ اگر استخارہ کے بعد بھی دونوں

---

[1] مگر اس حدیث کو بعض نے شدید ضعیف قرار دیا ہے، جیسا کہ علامہ ابنِ حجر کے حوالہ سے گزرا۔

www.idaraghufran.org

جانب اسباب موجود رہے تو بھی استشارہ (یعنی مشورہ کرنے) کے بعد جو کچھ بھی کرے گا اس میں خیر ہوگی۔اس تشریح کے بعد معلوم ہو گیا کہ استشارہ (یعنی مشورہ) اور استخارہ میں تعارض (ٹکراؤ) نہیں ہوسکتا، کیونکہ وارِدِ قلبی (دل میں آئی ہوئی بات) کے خلاف اگر استشارہ (مشورہ) کے مطابق عمل کر لیا گیا تو یہ استخارہ کے خلاف نہیں ہوا، بلکہ استخارہ کی بدولت یہ کام ہوا ہے (احسن الفتاویٰ ج۹ص۵۹)

(۱۵)......حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ:

بعض حضرات کا کہنا یہ ہے کہ استخارہ کرنے کے بعد خود انسان کے دل کا رجحان ایک طرف ہو جاتا ہے، بس جس طرف رجحان ہو جائے وہ کام کرے اور بکثرت ایسا رجحان ہو جاتا ہے، لیکن بالفرض اگر کسی طرف دل میں رجحان نہ بھی ہو بلکہ دل میں کشمکش موجود ہو تو بھی استخارہ کا مقصد پھر بھی حاصل ہے، اس لئے کہ بندہ کے استخارہ کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ وہی کرتے ہیں جو اس کے حق میں بہتر ہوتا ہے، اس کے بعد حالات ایسے پیدا ہو جاتے ہیں، پھر وہی ہوتا ہے جس میں بندے کے لئے خیر ہوتی ہے اور اس کو پہلے سے پتہ بھی نہیں ہوتا، بعض اوقات انسان ایک راستہ کو بہت اچھا سمجھ رہا ہوتا ہے، لیکن اچانک رکاوٹیں پیدا ہو جاتی ہیں اور اللہ تعالیٰ اس کو اس بندے سے پھیر دیتے ہیں، لہٰذا اللہ تعالیٰ استخارہ کے بعد اسباب ایسے پیدا فرمادیتے ہیں کہ پھر وہی ہوتا ہے جس میں بندے کے لئے خیر ہوتی ہے، اب خیر کس میں ہے؟ انسان کو پتہ نہیں ہوتا، لیکن اللہ تعالیٰ فیصلہ فرمادیتے ہیں (اصلاحی خطبات ج۱۰ص۱۶۰،۱۶۱)

ہم نے قارئین کی تسلی اور اطمینان کے لئے استخارہ کے بعد دل میں کسی بات کے آنے اور دل کے کسی طرف راجح و مائل ہونے کے مسئلہ کو تفصیل کے ساتھ کئی اکابر اور بزرگانِ دین کے حوالوں سے تحریر کر دیا ہے۔

امید ہے کہ اس تفصیل سے کئی شکوک وشبہات دور ہوگئے ہوں گے؛ اور یہ بات ذہن نشین ہوگئی ہوگی کہ سنت کے مطابق استخارہ کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ خیر کا معاملہ فرماتے ہیں اور خیر کے اسباب پیدا فرماتے ہیں اور استخارہ کے بعد جس طرح خواب میں کچھ نظر آنا ضروری نہیں، اسی طرح دل کا کسی طرف مائل ہونا بھی ضروری نہیں، اور اگر کسی طرف دل مائل ہوجائے تب بھی اس پر عمل کرنا ضروری نہیں۔

اگر چہ بعض حضرات کے بقول بہتر ہے، اور اس کے خلاف عمل کرنے میں بھی گناہ نہیں۔

چند غیر مسنون اور غیر شرعی استخارے

گزشتہ صفحات میں ہم نے مسنون اور شرعی استخارہ اور اس کے طریقہ اور اس کی اہمیت و فضیلت اور اس کے عظیم فوائد اور اس کی حکمتوں و مصلحتوں کا تفصیل سے ذکر کردیا ہے، لیکن بہت سے لوگوں نے استخارہ کے مقصود کو غلط سمجھنے کی وجہ سے استخارہ کے ایسے غیر شرعی طریقے گھڑ لئے ہیں جن کا کتابُ اللہ اور سنتِ رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں کوئی وجود نہیں، اور نہ ہی علمائے سلف وخلف سے ان کا کوئی ثبوت ہے بلکہ وہ بدعت اور گمراہی ہیں جو لوگوں میں کم علمی، دین سے دوری اور ایمان کی کمزوری کی وجہ سے جاری اور مشہور ہوگئے ہیں۔

حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ اس سلسلہ میں فرماتے ہیں کہ:

اسی زمانے کے مسلمانوں نے استخارہ کے کئی ایسے طریقے خود گھڑ لئے ہیں جن کا طریقۂ مسنونہ سے کوئی دور کا بھی تعلق نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو استخارہ کا طریقہ بیان فرمایا درحقیقت وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے بندوں تک پہنچایا، مگر بندوں نے یہ قدر کی کہ اسے پسِ پشت ڈال کر اپنی طرف سے کئی طریقے ایجاد کر لئے۔ اللہ تعالیٰ نے جو استخارہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سکھایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہی

www.idaraghufran.org

اپنی امت کوسکھایا اور ایسے اہتمام سے سکھایا جیسے قرآن کی سورت سکھاتے تھے، مگر آج کل کے مسلمانوں نے اللہ تعالیٰ کے ارشاد فرمائے ہوئے طریقہ کے مقابلہ میں اپنی پسند کے مختلف طریقے گھڑ لئے ہیں، انہیں اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے طریقے پر اعتماد نہیں (استشارہ واستخارہ ص۳۰، ارشادُالرشید)

آج کل کے نام نہاد بزرگ سنت کے مطابق استخارہ کرنے کی بجائے اپنے بنائے ہوئے استخارے واللہ اعلم کہاں سے نکالتے ہیں، پھر مخصوص طریقے سے اپنا کچھ حساب لگاتے ہیں، پھر حساب کے نتیجے میں جو بات سامنے آتی ہے اسے پوچھنے والے پر لازم قرار دیدیتے ہیں کہ ہم نے استخارہ نکال لیا ہے بس اب ایسے کرو اور ایسے کرو، اس کے خلاف ہرگز نہیں کرنا ورنہ سخت نقصان ہوگا، حتّٰی کہ دنیا میں بزرگ کہلانے والے بعض ایسے بھی ہیں جو کہ دلائلِ شرعیہ کے مقابلہ میں ناجائز کام کرنے کا حکم دیتے ہیں، اگر کوئی سمجھائے کہ بزرگ صاحب یہ تو ناجائز کام ہے تو جواب دیتے ہیں کہ بس ہم نے استخارہ نکال لیا ہے، گویا کسی کنویں یا دریا سے نکالا ہے، بہت محنت سے کھینچ کر نکالا ہے، اس لئے اس کام میں برکت ہوگی۔ بزرگوں کے بھیس میں ایسے بھیڑیئے بھی موجود ہیں (استشارہ و استخارہ ص۳۸، ارشادُالرشید)

آج کل کئی غیر شرعی اور غلط استخارے معاشرے میں رائج ہوگئے ہیں: ذیل میں اُن کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

(۱)......قرآن مجید سے استخارہ نکالنا

بعض لوگ قرآن مجید سے استخارہ نکالتے ہیں، اور اس کو قرآن مجید سے فال نکالنا بھی کہتے ہیں، جس کا ایک طریقہ یہ رائج ہے کہ ایک شخص باوضو ہو کر قرآن مجید کھول کر دیکھتا ہے اس کی

پہلی سطر میں جو مضمون ہوتا ہے اس سے اس معاملہ اور کام کے خیر یا شر ہونے کا نتیجہ اخذ کرتے ہیں، یا آنکھ بند کر کے قرآن مجید پر ایک شخص انگلی رکھتا ہے اور جس حرف پر انگلی پڑتی ہے، اس کے مضمون کو پڑھ کر معاملہ کے خیر یا شر والا ہونے کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔ یا اسی سے ملتا جلتا کوئی دوسرا طریقہ اختیار کیا جاتا ہے۔

استخارے یا فال کے یہ مروجہ طریقے غیر شرعی ہیں اور شرعاً جائز نہیں۔ [1]

اور ایک طرح سے قرآن مجید کی بے احترامی اور بے ادبی میں داخل وشامل ہیں کیونکہ یہ طریقے قرآن مجید کے مقصود اور اس کی غرض کے خلاف ہیں۔

(۲)......قرعہ اندازی کا استخارہ

بعض لوگ قرعہ اندازی کر کے استخارہ نکالتے ہیں، جس کا طریقہ یہ نکالا ہے کہ کچھ مخصوص الفاظ وکلمات پڑھ کر دو کاغذوں پر "نَعَمْ" اور "لَا" یعنی "ہاں" اور "نہیں" کے الفاظ لکھتے ہیں، اور پھر پرچیاں ڈال کر ان میں سے کسی ایک کو اٹھاتے ہیں، اس کے بعد اگر قرعہ "ہاں" والا نکل آتا ہے تو اس کام کو خیر والا سمجھتے ہیں اور اگر "نہیں" والا قرعہ نکل آتا ہے تو اس کام کو شر والا سمجھتے ہیں۔

استخارہ کا مذکورہ طریقہ بھی قرآن وسنت سے ثابت نہیں اور اس کو استخارہ سمجھنا، اس کو استخارہ کا

---

[1] واشد من ذلک التفاول فی فتح الختمة. والنظر فی اول سطر یخرج منها او غیرهٗ وذالک باطل وقد نهی عنهٗ بیان ذالک انهٗ قد یخرج لهٗ منها آیة عذاب و وعید فیقع له التشویش من ذالک فرفع عنه ذالک حتی ینقطع عنه مادة التشویش بل یخشی علیه ان یقع لهٗ ما هو اشد من ذالک ویؤول امرهٗ الی الخطر العظیم (المدخل، فَصْلٌ فِی اجْتِمَاعِ النِّسَاءِ بَعْضُهُنَّ مَعَ بَعْضٍ)

قال الطرطوشی ان اخذ الفأل بالمصحف وضرب الرمل ونحوهما حرام وهومن باب الاستقسام بالازلام (الذخیرة ج ۱۳ ص ۲۵۶، کِتَابُ الْجَامِعِ)

وان الاستخارة بالقرآن ممالم یرد فیها شیئی یعول علیه عن الصدر الاول وترکها احب الی وقد اغنی اللہ تعالیٰ ورسوله ﷺ عنها بما سن من الاستخارة الثابتة فی غیرما خبرصحیح (تفسیر روح المعانی، سورة المائدة، تحت آیات ۱ تا۵)

www.idaraghufran.org

نام دینا اور اس کو استخارہ کا درجہ دینا سب غلط ہے۔ اور دراصل یہ طریقہ زمانۂ جاہلیت کے "اِسْتِقْسَامُ بِالْاَزْلَامِ" والے طریقہ میں داخل ہے۔ قرعہ اندازی ایک الگ چیز ہے اور استخارہ الگ عمل ہے۔ ؎1

مسنون استخارہ کا طریقہ آپ حضرات ملاحظہ فرما چکے ہیں، لہٰذا مسنون استخارہ چھوڑ کر اس قسم کے خودساختہ طریقوں کو استخارہ سمجھنا غلط ہے۔

(۳)......اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ کا استخارہ

بعض لوگوں میں استخارہ کا ایک طریقہ یہ مشہور ہے کہ دو رکعت نفل کی نیت باندھیں، پھر سورہ فاتحہ پڑھیں، جب اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ پر پہنچیں تو اس آیت کو بار بار لوٹاتے رہیں، اس وقت تک اس سے آگے نہ بڑھیں جب تک دائیں یا بائیں جانب گھوم نہ جائیں۔ اگر وہ کام مفید ہوا جس کے لئے استخارہ کیا جارہا ہے تو خودبخود دائیں جانب گھوم جائیں گے اور اگر وہ کام مضر اور نقصان دہ ہوا تو خودبخود بائیں جانب گھوم جائیں گے۔

استخارہ کے اس طریقہ کو بہت سے لوگ حدیث سے ثابت شدہ مشہور استخارہ سے بھی زیادہ کارآمد اور مؤثر و مفید سمجھتے ہیں۔

لیکن استخارہ کا یہ طریقہ نہ تو شریعت سے ثابت ہے اور نہ ہی صحیح ہے، اہلِ علم حضرات نے استخارہ کے اس طریقہ کو خلافِ شریعت اور کئی خرابیوں پر مشتمل قرار دیا ہے۔

سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ استخارہ کا جو طریقہ شریعت سے ثابت ہے یہ طریقہ اس کے

؎1 جہاں سب شریکوں کے حقوق برابر ہوں، یا جن کے حقوق رائے سے طے کیے جاسکتے ہوں، وہاں کوئی ایک جہت کسی کے لیے متعین کرنے کے واسطے قرعہ اندازی کرنا جائز ہے؛ مثلاً مشترک مکان کی تقسیم کا معاملہ ہے جس میں ایک سے زیادہ برابر کے شریک ہیں اب اس کے حصوں کی تعیین کرنی ہے، تو اس کی تعیین باہمی اتفاقِ رائے سے قرعہ اندازی سے کی جاسکتی ہے، لیکن جن حقوق کے شرعی اسباب معلوم و متعین ہوں، ان میں قرعہ اندازی ناجائز اور جوے میں داخل ہے، مثلاً کسی مشترک چیز میں جس کا نام نکل آئے وہ ساری لے لے اور دوسرے محروم ہوجائیں یا کسی بچے کے نسب میں اختلاف ہو تو قرعہ اندازی سے جس کا نام نکل آوے اسے باپ سمجھا جاوے یہ بھی ناجائز ہے (معارفُ القرآن بتغیر جلد۲ صفحہ ۶۵)

www.idaraghufran.org

خلاف ہے، شریعت سے ثابت شدہ استخارہ کو چھوڑ کر اس قسم کے استخاروں کی کیا ضرورت ہے۔ شریعت سے ثابت شدہ استخارہ پر اس قسم کے خودساختہ، من گھڑت اور خلافِ شریعت طریقہ کو ترجیح دینا کہاں کا دین ہے؟

دوسری بات یہ ہے کہ نماز کی ایک رکعت میں سورہ فاتحہ یا اس کی کسی آیت کو ایک سے زیادہ مرتبہ پڑھنا منع ہے، جان بوجھ کر اور قصداً ایسا کیا جائے تو گناہ ہے اور بھول کر ایسا کرنے سے بہت سے اہلِ علم کے نزدیک سجدہ سہو واجب ہوجاتا ہے، اور استخارہ کے مذکورہ خودساختہ طریقہ میں یہ عمل قصداً وعمداً کیا جاتا ہے، پھر اوپر سے اس گناہ کے کام کو ثواب اور فائدہ کا کام سمجھ کر کرنا اس سے بھی بڑا جرم ہے۔

تیسری بات یہ ہے کہ یہاں نماز پڑھنا بھی مقصود نہیں بلکہ صرف نماز کی صورت بنانا مقصود ہے اور اصل مقصد ''اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ'' کو بار بار پڑھ کر خودساختہ طریقہ پر اپنا مقصد پورا کرنا ہے۔

اور اگر نماز پڑھنا ہی مقصود ہے تب بھی نماز میں دائیں یا بائیں طرف گھومنا اور رخ کرنا منع ہے، نماز میں قبلہ کی طرف رخ کرنا شرط ہے، اگر اس شرط کی خلاف ورزی ہوجائے تو نماز ہی فاسد ہوجاتی ہے، یا بعض صورتوں میں مکروہ تو کم از کم ہو ہی جاتی ہے۔

لہٰذا اس قسم کی خرابیوں پر مشتمل طریقہ کو شرعی استخارہ سے تعبیر کرنا اور اس پر عمل کرنا غلط اور گناہ ہے۔

اب یہاں یہ شبہ رہ جاتا ہے کہ اگر یہ طریقہ واقعتاً غلط ہے تو پھر اس طریقہ کو اختیار کرنے کے بعد دائیں یا بائیں طرف انسان خودبخود کیونکر گھوم جاتا ہے، اور اس طرح گھومنے کا کئی مرتبہ مشاہدہ بھی ہوتا ہے۔

اس شبہ کے اہلِ علم حضرات نے مختلف جواب دیے ہیں، جن میں سے ایک جواب یہ ہے کہ جو چیز انسان کے ذہن میں ہوتی ہے اس کا اس کے اوپر نفسیاتی اثر ہوتا ہے، جب کوئی شخص ایک جملہ کو پوری توجہ وانہماک کے ساتھ اس سوچ کے مطابق پڑھتا ہے کہ اس کا رخ دائیں یا

بائیں جانب یقینی طور پر ہوجائے گا، تو اس تخیل کا نفسیاتی طور پر اس کے اوپر اثر ہوتا ہے اور اس کے نتیجہ میں وہ دائیں یا بائیں جانب گھوم جاتا ہے، اور تجربہ سے اس کا غلط ہونا بھی ثابت ہو چکا ہے۔ ۱

بہرحال ''اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ'' کا مذکورہ مروّجہ استخارہ غیر شرعی ہے اس کو شرعی استخارہ سمجھنا اور اس پر عمل کرنا اور اس پر عقیدہ رکھنا غلط اور گناہ ہے۔

(۴)...... تسبیح کے دانوں پر استخارہ

بعض لوگوں میں استخارہ کا ایک طریقہ یہ مشہور ہے کہ جب وہ کسی کام کو کرنے یا نہ کرنے کا ارادہ کرتے ہیں اور اس کا بھلا یا برا معلوم کرنا مقصود ہوتا ہے تو ایک تسبیح لے کر اس کے کسی حصہ سے ایک دانہ پر ''خیر'' اور ایک دانہ پر ''شر'' کا لفظ پڑھنا شروع کرتے ہیں، یا ایک دانہ پر ''اِفْعَلْ'' اور دوسرے دانہ پر ''لَا تَفْعَلْ'' پڑھتے ہیں اور آخری دانہ پر اگر ''خیر'' یا ''اِفْعَلْ'' آجائے تو اس کام کو خیر والا سمجھتے ہیں اور اگر لفظِ ''شر'' یا ''لَا تَفْعَلْ'' آجائے تو اس کام کو شر والا سمجھتے ہیں۔

استخارہ کا یہ طریقہ بھی غیر شرعی اور غلط ہے اور اس پر عمل کرنا جائز نہیں۔ ۲

(۵)...... ٹیلی ویژن کا مروّجہ استخارہ پروگرام

کم علمی اور جہالت کے اس دور میں جبکہ ٹیلی ویژن اور ذرائع ابلاغ پر بھی دین کے عنوان

---

۱ نفسیات کے فن سے واقف لوگوں کے لئے اس بات کو سمجھنا کوئی مشکل نہیں۔
اس کے علاوہ اس کی اور بھی مختلف وجوہات ہوسکتی ہیں، جن پر شریعت نے کسی مسئلہ کا دارومدار نہیں رکھا (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: استشارہ واستخارہ ص ۳۲ و ۳۳)

۲ استخارۃ السبحۃ وقد یسمون ذالک: اخذ الفأل بالسبحۃ و ذالک انھم یقتطعون طائفۃ من حب السبحۃ ویحولونہٗ حبۃً بعد اخریٰ یقول ''افعل'' علٰی واحدۃ ''ولا تفعل'' علٰی اخریٰ ویکون الحکم الفصل للحبۃ الاخیرۃ وبعضھم یقول کلمات اخریٰ بھٰذا المعنیٰ والمقصد واحد (بلوغ الامانی جلد۵ صفحہ ۵۲ ماخوذاز: ''الاستخارۃ'' صفحہ ۹۴، تالیف الدکتور محمد طاھر حکیم)

www.idaraghufran.org

سے کئی غیر دینی پروگرام ہمارے معاشرہ میں نشر ہورہے ہیں اور لوگوں میں گمراہی پھیلا رہے ہیں، انہیں پروگراموں میں سے ایک پروگرام استخارہ کے نام سے بھی نشر ہورہا ہے، جس میں ٹیلی فون وغیرہ کے ذریعہ سے مختلف لوگ اپنے مسائل ومصائب اور حالات کے بارے میں ان سے اچھے یا بُرے ہونے کے نتائج معلوم کرتے ہیں اور وہاں پر موجود کوئی صاحب استخارہ کے نام پر ان کو جوابات دیتے ہیں۔

ٹیلی ویژن پر جاری استخارہ کا مذکورہ طریقہ شرعاً ثابت نہیں، ایک من گھڑت اور خودساختہ طریقہ ہے؛ قرآن وسنت میں اس طریقہ کا ثبوت نہیں ملتا۔

اوّلاً تو استخارہ غیب کی خبریں معلوم کرنے کا نام نہیں، جیسا کہ پیچھے گزرا، دوسرے استخارہ خود کرنا سنت ہے نہ کہ کسی دوسرے سے کرانا، جیسا کہ آگے تفصیل آتی ہے: تیسرے اس قسم کے پروگراموں میں اور بھی غیر شرعی باتیں پائی جاتی ہیں، مثلاً یہ کہ ٹیلی فون کرنے والے بہت سے افراد ہوتے ہیں اور بات کرنے کی نوبت کم لوگوں کو آتی ہے جبکہ ہر ٹیلی فون کرنے والے کو فون کی کال پر غیر معمولی اخراجات برداشت کرنا پڑتے ہیں اور اس کی آمدنی میں پروگرام والوں کا بھی حصہ ہوتا ہے؛ جو کہ شرعاً جائز نہیں۔ [۱]

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہٗ اتم واحکم۔

فقط

محمد رضوان۔۶/ جمادی الاولیٰ/ ۱۴۲۸ھ۔22 مئی 2007ء۔ بروز منگل

اصلاح ونظر ثانی: مورخہ ۵/صفر ۱۴۳۳ھ۔31 / دسمبر 2011ء۔ بروز ہفتہ

ادارہ غفران، چاہ سلطان، راولپنڈی

---

[۱] چالاکی اور عیاری کے ساتھ اس غلط اور خفیہ طریقہ سے پیسے بٹورنے کا معاملہ ٹیلی ویژن کے مروجہ استخارہ پروگرام تک ہی محدود نہیں، بلکہ آجکل معاشرے میں مختلف عنوانوں سے یہ کھیل کھیلا جارہا ہے۔
اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو صحیح سمجھ عطا فرمائیں۔ محمد رضوان

Idara Ghufran

باسمہٖ تعالیٰ

بسلسلہ: آداب المعاشرت

اضافہ واصلاح شُدہ تیسرا ایڈیشن

کھانے پینے کے آداب

کھانے پینے اور دعوتِ طعام کی اسلامی تعلیمات وہدایات اور سنن وآداب؛ کھانے پینے کے شرعی وطبّی قواعد وضوابط اور فوائد ومنافع مفاسد ومضرات؛ اور علمی وتحقیقی پہلوؤں پر مدلّل بحث

مؤلف

مفتی محمد رضوان

ادارہ غفران چاہ سلطان راولپنڈی پاکستان

www.idaraghufran.org